

جملہ حقوق محفوظ

وَإِنَّ مِنْ أَمَلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِهِ وَنَزَّلْنَا آيَاتِهِ لِيُذَكِّرَ وَمَا نَزَّلْنَا إِلَيْهِمْ

سلسلہ دار امین

(نمبر ۷۷)

115

اہل کتاب کا بیان

جس میں

ترانوے ایسے صحابہ، صحابیات، تابعین اور تابعات کے سوانح اور کارنامے درج ہیں، جو مذہباً یہودی یا نصرانی تھے، اور مشرف باسلام ہوئے۔ شروع میں ایک مقدمہ ہے، جس میں جزیرہ عرب میں یہود و نصاریٰ کی قدیم تاریخ، ان کے تمدنی و سیاسی اثرات اور انکی دینی و اخلاقی حالت کی تفصیل بیان کی گئی ہے

مُتَبَعًا

مولوی حافظ مجیب اللہ صاحب دہلی و نقی مصنفین

باہتمام مولانا سعید علی ندوی

پبلشرز مولانا سعید علی ندوی

۱۹۵۱ء

اہل کتاب صحابہ و تابعین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۷	دوسرا دور	۲	پیش لفظ مولانا عبد الماجد صاحب اور پابوی ۱-۲
۱۰	بین مین یہودیت		دوسرا دور
۱۱	کیا عرب کے یہود ہجرت کر کے نہیں آئے تھے	۸	۸ - ۸
۱۲	کیا عرب کے یہود دنیا سے منقطع ہو چکے تھے	۳	وجہ تصنیف
۱۹	یہود کے مرکزی مقامات اور مشہور قبائل	۴	ماخذ
"	یثرب	۵	جن بزرگوں کے اہل کتاب ہوتے ہیں
۱۶	بنو قریظہ		شبیہ ہے
"	بنو نضیر	۸	ترتیب اور ناموں کی تعداد
۱۸	بنو قینقاع		مقدمہ
"	بنو ہدیل		۱ - ۱۰۹
۱۹	بنو زبناح		۱۰۹
"	یثرب کے دوسرے یہودی قبائل		۲ - ۸۵
۲۰	خیبر	۲	یہودیت
۲۱	فدک	"	پہلا دور

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۲	شعر و شاعری	۲۱	داوی القریٰ
۳۳	اجتماعی ادارے	۲۳	یتیم
۳۴	نذہبی اثرات	"	بحران
۳۶	قبائلی نظام	۲۴	اوزح اور جبربار
۳۷	ہیود کی دینی اور اخلاقی حالت	۲۵	مقنا
۳۸	دینی گمراہیان	"	بحرین
۳۹	اخلاق و معاملات	۲۶	کم و طائف
۴۰	نفاق	۲۸	تبادلہ و جرش
۴۱	حرام خوری	۲۹	اسلام سے پہلے عربوں اور یہودیوں کے تعلقات
۴۲	حرص و طمع	۳۰	اسلام سے پہلے ایک روکے پر تمدنی و معاشرتی اثرات
۴۳	خیانت	۳۱	یہود کے پیشے
۴۴	بغض و حسد	"	زراعت
۴۵	دروغ گوئی اور بد عہدی	۳۲	تجارت
۴۶	یہود اور مسلمانوں کے اجتماعی و	۳۳	تجارتی بازار
۴۷	سیاسی تعلقات	۳۴	سامان تجارت
۴۸	ہجرت کے بعد	۳۵	صنعت و حرفت
۴۹	یہود کی اسلام بیزاری کے اسباب	۳۶	عربی ادب میں یہود کا حصہ
۵۰	یہود دینہ سے معاہدہ	۳۷	عربی تخریر میں یہود کا اثر

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۹۷	جزیرہ عرب میں عیسائیوں کے مرکزی مقامات	۷۸	نقض معاہدہ
۹۹	عیسائی قبائل	۸۱	یہود کا خاتمہ
"	عسائین	۸۲	یہود خیمہ
"	بنو تغلب		فتح خیمہ اور اس کے اثرات
۱۰۱	بنو کلب		نصاری
"	قضاہ	۸۶	۸۶ - ۱۰۹
"	ربیعہ	"	رومیوں اور عربوں کے قدیم تعلقات
۱۰۲	قبیلہ عبدالقیس	۸۸	رومی عیسائیوں سے تعلقات
"	ان قبائل کو رومیوں کی مالی امداد	۹۰	عسائی حکومت کا قیام
۱۰۳	حیرہ میں عیسائیت	۹۱	حجاز میں رومی اثرات
"	عیسائیوں اور عربوں کے سیاسی تعلقات	۹۲	اہل حبشہ اور عربوں کے تعلقات
"	اور مذہبی اثرات کے نتائج	۹۳	میں پر حبشہ کا قبضہ
۱۰۴	ثقافتی و تمدنی اثرات	"	اصحاب افضل
۱۰۵	علمی اثرات	۹۶	ان کے حملہ کا سبب
	ادب و شعر		بہشت نبوی کے وقت حجازی عربوں کے تعلقات

فہرست اسماء

صفحہ	اسماء گرامی	شمارہ	صفحہ	اسماء گرامی	شمارہ
	(ث)			صحابہؓ	
۱۷	حضرت ثعلبہ بن سعیدؓ المدنی	۱۳		(الف)	
۱۹	حضرت ثعلبہ بن سلامؓ	۱۴		حضرت ابراہیمؓ	۱
"	حضرت ثعلبہ بن قیسؓ	۱۵	۱	حضرت ادريسؓ	۲
۳۱	حضرت ثعلبہ بن ابی مادکؓ	۱۶	۲	حضرت اسید بن سعیدؓ	۳
	(ج)		"	حضرت اسد بن علیہؓ	۴
۲۳	حضرت جابر بن عمروؓ	۱۷	۴	حضرت اسد بن کعب القرظیؓ	۵
۲۶	حضرت جبرؓ	۱۸	۶	حضرت اسید بن کعب القرظیؓ	۶
۲۸	حضرت جبلؓ	۱۹	۸	حضرت اشرف حبشیؓ	۷
	(ح)		۹	(ب)	
۲۹	حضرت حیر خزرجیؓ	۲۰		حضرت بکیر الحبشیؓ	۸
	(د)		"	حضرت بشیر بن معاویہؓ	۹
۳۰	حضرت درید الراہبؓ	۲۱	۱۱	(ت)	
	(ذ)			حضرت تمامؓ	۱۰
۳۱	حضرت ذر بن جحشؓ	۲۲	۱۲	حضرت تیمم الحبشیؓ	۱۱
۳۲	حضرت ذر بن جحشؓ	۲۳	"	حضرت تیمم دارمیؓ	۱۲
۳۴	حضرت ذر بن جحشؓ	۲۴	۱۳		

صفحہ	اسمائے گرامی	شمار	صفحہ	اسمائے گرامی	شمار
۶۸	حضرت عبدالحارث بن اسنی	۴۱	۳۴	حضرت ذوالہدمؓ	۲۵
۶۹	حضرت عبد اللہ بن سلام	۴۲		(س)	
۷۵	حضرت عبدالرحمان بن زبیرؓ	۴۳	۳۵	حضرت رافع القرظیؓ	۲۶
۷۶	حضرت عداسؓ	۴۴	"	حضرت رفاعہ بن اسموٰلؓ	۲۷
۷۸	حضرت عدی بن حاتم	۴۵	۳۶	حضرت رفاعہ القرظیؓ	۲۸
۸۶	حضرت عطیہ القرظیؓ	۴۶		(ت)	
"	حضرت علی بن رفاعہ	۴۷	۳۹	حضرت زید بن سعید	۲۹
۸۷	حضرت عمرو بن سعدی	۴۸		(ث)	
۸۸	حضرت عمیر بن امیہ	۴۹	۴۱	حضرت سعد بن وہب	۳۰
	(ک)		"	حضرت سعیدؓ	۳۱
۸۹	حضرت کثیر بن السائب	۵۰	۴۳	حضرت سعید بن عامر	۳۲
"	حضرت کوزین علقمہ	۵۱	"	حضرت سلامؓ	۳۳
۹۰	حضرت کعب بن سلیم	۵۲	۴۴	حضرت سلمہ بن سلام	۳۴
	(م)	۵۳	"	حضرت سلمان فارسیؓ	۳۵
۹۱	حضرت محربؓ	۵۴	۴۳	حضرت سمان بن خالدؓ	۳۶
"	حضرت محمد بن عبداللہ بن سلام	۵۴	۶۴	حضرت سمونہ بلقاویؓ	۳۷
۹۲	حضرت خضر بن قیسؓ	۵۵		(ن)	۳۸
۹۳	حضرت میمون بن یامین	۵۶	۶۵	حضرت شمعونؓ	۳۸
۹۴	حضرت مالورؓ	۵۷		(و)	
	(ن)		۶۷	حضرت صالح القرظیؓ	۳۹
۹۵	حضرت نافعؓ	۵۸		(ح)	
			"	حضرت عامر الشامیؓ	۴۰

صفحہ	اسمائے گرامی	شمار	صفحہ	اسمائے گرامی	شمار
۱۲۳	وہب بن منبہؓ	۷۶		(ری)	
			۹۶	حضرت یامین بن عمیرؓ	۵۹
			۹۹	حضرت یوسف بن عبد اللہ بن سلامؓ	۶۰
۱۳۰	حضرت تیممہؓ	۷۷		(الکنی)	
۱۳۱	حضرت خالدہؓ	۷۸	۱۰۰	حضرت ابوسعید بن وہبؓ	۶۱
۱۳۲	حضرت ریحانہؓ	۷۹	۱۰۱	حضرت ابوماکثؓ	۶۲
۱۳۴	حضرت سفانہؓ	۸۰	"	بارگاہ رسالت کے ایک یہودی خادم	۶۳
۱۳۶	حضرت سیرینؓ	۸۱			
۱۳۷	حضرت صفیہؓ	۸۲			
۱۴۲	حضرت ماریہ قبطیہؓ	۸۳	۱۰۳	ادویم تغلبیؓ	۶۴
۱۵۰	حضرت ابوہریرہؓ کی والدہ	۸۴	۱۰۴	ارمی بن النجاشیؓ	۶۵
			۱۰۵	اصبح بن عمروؓ	۶۶
			۱۰۶	اصحہ نجاشیؓ شاہ حبشہ	۶۷
۱۵۱	تماضرؓ	۸۵	۱۱۰	بکاء الراہبؓ	۶۸
۱۵۲	ام محمد القرظیؓ	۸۶	۱۱۱	تمام بن یہوداؓ	۶۹
			"	صہب بن سعیدؓ	۷۰
۱۵۳	فروہ بن عمروؓ	۸۷	۱۱۲	صفاط الاسقف الشہیدؓ	۷۱
۱۵۴	ذوالکلاعؓ	۸۸	۱۱۳	عمیر بن حسینؓ	۷۲
"	ذو عمروؓ	۸۹	۱۱۴	کعب اجارؓ	۷۳
۱۵۵	قبیلہ بنو غسان کے تین نامعلوم الام صحابیؓ	۹۰-۹۱-۹۲	۱۱۸	محمد بن کعب القرظیؓ	۷۴
۱۵۶	ایک نامعلوم الام تغلبی صحابیؓ	۹۳	۱۲۲	نعمان الجبرؓ	۷۵

صحابیات

تابعین

تابعات

پیش لفظ

(از مولانا عبد الماجد دریا بادی)

موضوع کی ندرت یقین ہے کہ ہر پڑھنے والے کے لیے دلکش ثابت ہوگی، کس کو خیال تھا کہ یہ بھی موضوع کسی مستقل کتاب کا بن سکتا ہے؟

فاطر کائنات کے انعامات اور نوازشیں کسی خاص عہد و زمانہ تک محدود نہیں، صدیوں پر صدیاں گزر گئیں، صحابیوں پر بہتر سے بہتر اور کسی کسی جامع کتاب میں مرتب ہو گئیں، اس پہلو کی طرف کسی کا ذہن بھی منتقل نہ ہوا کہ جو اہل کتاب میں سے صحابہ ہوئے ہیں، مخصوص ان کا تذکرہ کیا کر دیا جائے، یہ سعادت چودھویں صدی ہجری کے وسط کے عہد کے ایک نژدہ زندہ کیلئے اٹھ رہی تھی، ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء،

خیال کو عمل میں لانا آسان نہ تھا، کتنی ہی کتابیں غور و استیعاب کے ساتھ پڑھنی پڑیں، اور پھر بھی حالات و تفصیلات خاطر خواہ ہم نہ پہنچ سکے، سمندر کے کھنگالنے پر جتنے بھی موتی ہاتھ آئے، یہی بہت غنیمت ہیں، ۳۶ صحابیات، ۳۰ تابعی، ۲۰ تابعات کے نام اور کم و بیش حالات فراہم ہو جانا کچھ تھوڑی بات نہ ہوئی، فرط احتیاط سے مولف سلمہ خود ہی کچھ رک گئے، ورنہ چند نام تو اور اس فہرست میں بڑھ سکتے تھے،

دنیا کس طرف جا رہی ہے، روشن خیالی دنیا، قلم ہاتھ میں لیے ہوئے، نفس پرستی کے کیسے کیسے نئے عنوانوں کی طرف ہر روز لپک رہی ہے، اور کچھ اللہ کے بندے، اللہ اور رسول

کے نام کے دیوانے ایسے پڑے ہوئے ہیں کہ دن رات اللہ والوں اور اللہ
والیوں ہی کے حالات کی ادھیڑیں لگے ہوئے ہیں، نفع فوری اور صلہ عاجل حاصل ہو
یا نہ ہو، "اجہ غیر مشنون" کی توقع انہیں ————— بنائے رکھنے کے لیے کافی ہے،

شروع کتاب میں عرب میں یہودیت و نصرانیت کی اجمالی تاریخ اور جغرافیائی نقشے

پڑے کام کی چیزیں ہیں ————— رسالہ بحیثیت مجموعی بہ قامت کبتر ہونے

کے ساتھ صحیح معنی میں "بہ قیمت بہتر" ہے اور بڑی خوشی کی بات ہے کہ اسکی طبع و اشاعت

کاماتان بھی اسی ادارہ کی طرف سے ہو رہا ہے، جو سیرت صحابہ کے سلسلہ میں خدمات
خصوصی کا امتیاز حاصل کیے ہوئے ہے،

۲۰ اپریل ۱۹۵۱ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وہیچہ

وجہ تصنیف | ہندوہ کی تعلیم کا آخری سال تھا، علامہ زرخشتری کی کشفائین تفسیر سورہ آل عمران اور
 میں تھی، مومنین اہل کتاب کے متعلق جب کوئی آیت سامنے آتی تو اس کے شان نزول اور مصداق
 کے سلسلہ میں بار بار حضرت عبد اللہ بن سلامؓ یا ایک دو اور صحابی کا نام آتا، جب سورہ کی
 آخری آیت

وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنَ	اہل کتاب میں سے بعض ہیں جو اللہ پر ایمان
يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ	لاستے ہیں اور جو کتاب تمہاری طرف نازل کی گئی
وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِمْ	(قرآن) اور جو کتاب ان کی طرف نازل کی گئی
(الآیۃ)	اس پر یقین رکھتے ہیں

کی تفسیر شروع ہوئی تو حضرت عبد اللہ بن سلام کے ساتھ اھمہ النجاشی، اور حبشہ اور جرآن کے
 وفود کا ذکر بھی آیا، اس وقت میرے دل میں یہ سوال پیدا ہوا کہ تفسیر کی بہت سی کتابیں اب تک نظر
 سے گذر چکی ہیں، ان سب میں یہ چیز مشترک ہے کہ جب مومنین اہل کتاب کا ذکر آتا ہے، تو
 ارباب تفسیر و چارہ مخصوص اہل کتاب کے علاوہ کسی اور کے نام کا ذکر نہیں کرتے، تو آخر اس کی
 وجہ کیا ہے؟ میں نے اپنی اس غلطی کا اظہار حضرت علامہ مولانا شاہ حکیم عطاء صاحب

صاحب سے کیا، انھوں نے تذکورہ ناموں کے علاوہ دوچار اور نام بتائے، اس وقت میں خاموش
 ہو گیا، اتفاق سے اسی روز یا اس کے دوسرے روز بخاری شریف کے درس میں یہ حدیث
 لو امن بنی عشیرۃ من الیہود اگر دس یہود بھی مجھ پر ایمان لاتے تو انکی
 کامن بنی الیہود کافی تعداد ایمان لے آتی،

سنائے آئی، حضرت شاہ صاحب ہی کے یہاں بخاری کا درس بھی تھا) میں نے ان سے پھر دریافت
 کیا کہ کیا دس یہود بھی اسلام نہیں لائے تھے؟ یہ تو اسلام کی بڑی ناکامیابی اور بے اثری کی دلیل
 ہے، کہ اس نے اہل کتاب میں کوئی مقبولیت حاصل نہیں کی، جبکہ وہ اس سے بڑی حد تک قریب
 بھی تھے، شاہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ اس سے بہت زیادہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ ایمان لائے
 تھے، اس حدیث میں عام یہود نہیں، بلکہ علماء اور خواص مراد ہیں، اس جواب سے گو تھوڑی سی تسکین
 ضرور ہو گئی، لیکن پورے طور پر میری خلش رفع نہیں ہوئی، اور بالآخر عہد طالب علمی کی یہی خلش اس
 کتاب کی تصنیف کا باعث ہوئی،

ندوہ کی تعلیم کے ختم کرنے کے بعد جب میں دارالمصنفین آیا، تو رہ رہ کر خلش مجھے سچپن کرتی تھی،
 اتفاق سے ایک دن ابن ہشام دیکھ رہا تھا کہ غزوہ بنی قریظہ اور غزوہ بنی نضیر کے سلسلہ میں دوچار
 اہل کتاب صحابہ کے ناموں پر نظر پڑی، اس سے مجھے مزید تسکین ہوئی، میں نے اسٹاڈنٹ سائڈ ہسٹری
 سید صاحب قبلہ سے دریافت کیا، کہ کیا اہل کتاب صحابہ کے حالات کہیں یکجا مل سکتے ہیں؟ انھوں نے

میں نے بعد میں یہ علم ہوا کہ اسی حدیث کے پیش نظر بعض مستشرقین خصوصیت سے تاریخ الیہود کے مصنف
 اسرائیل دقتسون نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہود میں اسلام بہت زیادہ غیر مقبول رہا، (ص ۳۷)

میں نے جواب عام شرح حدیث حافظ ابن حجرؒ وغیرہ نے دیا ہے، واقعات سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے، کہ چند سردارانِ ہون
 ہی عامیہ کے حلقہ گبوش اسلام ہونے میں سدراہ بنے، جو حافظ ابن حجرؒ نے ان کے نام بھی لکھے ہیں،

فرمایا کہ یکجا تو نہیں لین گے، ہاں ابن ہشام، ہسپلی اور دوسری سیر کی کتابوں کا مطالعہ کرو تو متفرق طور پر ان کے نام اور حالات مل جائیں گے، میں نے تلاش و جستجو شروع کر دی، بہت دنوں تک مناری دوسری کتابوں کی ورق گردانی کرتا رہا، لیکن میں نے اپنے ذہن میں جو طویل خاکہ بنایا تھا، اس میں رنگ بھرنے کا خاطر خواہ سامان ان کتابوں سے ہم نہ پہنچ سکا، پھر یہ خیال پیدا ہوا کہ طبقات و رجال کی کتابیں دیکھی جائیں، پہلے تو اس بحرِ خار میں گویا ہر مقصود کی تلاش پر طبیعت آمادہ نہیں ہوئی، لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے ہمت عطا فرمائی، اور تحقیق و تلاش شروع کر دی، برسوں کی محنت و جانفشانی کے بعد جو کچھ حاصل ہو سکا وہ پیش کشِ ناظرین ہے۔

ماخذ | سیر کی کتابوں کے بعد رجال کی کتابوں میں سب سے پہلے حافظ ذہبی کی "تجريد اسماء الصحابة" شروع سے آخر تک پڑھی، پھر استیعاب اور اسد الغابہ، اور ان کے بعد اصحاب کی ورق گردانی کی، اس سلسلہ میں قبائل اور مقامات کی تحقیق کی ضرورت پڑی، تو اس کے لیے کتاب الانساب سمعانی اور مجمل البدایہ کی طرف رجوع کیا گیا،

شروع میں تو یہ کتاب اہل کتاب صحابہ کے حالات تک محدود تھی، لیکن جب میں نے اصحاب کا بالاستیعاب مطالعہ شروع کیا تو اس میں بعض اہل کتاب تابعین کے ناموں پر بھی نظر پڑی، جنکو میں جمع کرتا گیا، چونکہ یہ تھوڑے تھے، اس لیے ان کو بھی اس کتاب کے آخر میں شامل کر دیا گیا،

جن بزرگوں کے اہل کتاب ہونے میں شبہ ہے | بعض قبائل کے متعلق تصریح ہے کہ وہ یہودی یا نصرانی تھے، لیکن جب تک اس قبیلہ کے کسی بزرگ کے متعلق مخصوص طور پر معلوم نہیں ہو گیا کہ وہ اہل کتاب ہیں۔ اس وقت تک ان کو اس فہرست میں نہیں لیا گیا، مثلاً

بنو تغلب کے متعلق اسد الغابہ میں تصریح ہے کہ

لان بنی تغلب كانوا نصاری (پیش)
اس لیے کہ بنو تغلب نصاریٰ تھے،

اسد الغابہ ہی میں دوسری جگہ ہے،

ان کتب میں من العرب قدامت نصر کہ تغلب (صفحہ ۲۱۳) برکت عربی قبائل عیسائی ہو گئے تھے، مثلاً تغلب،

لیکن بہت سے افسانوں کو اس فہرست میں اس لیے نہیں لیا گیا ہے کہ خاص طور پر ان کے

عیسائی ہونے کی کوئی تصریح نہیں مل سکی،

اسی طرح حضرت تمیم ذاری شام کے رہنے والے تھے، اور شام میں عمرو بن عیسائی ہی آباد تھے،

حضرت تمیم حبیب خدمت نبوی میں آئے تو ان کے اہل خاندان کا ایک وفد بھی ان کے ساتھ تھا،

لیکن ان سب میں حضرت تمیم اور ان کی ایک عزیزہ کو اس فہرست میں لیا گیا، اس لیے کہ

دوسرے ان کے عیسائی ہونے کی کوئی تصریح نہیں مل سکی،

اسی طرح مصر کے قطبی عام طور پر عیسائی تھے، لیکن بہت سے قطبی صحابہ کو اس لیے چھوڑ دیا گیا

کہ ان کی قومی نسبت کے علاوہ اور کوئی ثبوت ان کے عیسائی ہونے کا نہیں مل سکا،

جس بزرگوں کے اہل کتاب ہونے میں شبہ ہے ان کے نام ذیل میں درج کیے جاتے ہیں،

(۱) ابو ہند الداری

یہ حضرت تمیم ذاری کے چچا زاد بھائی تھے، معلوم نہیں

انھوں نے عیسائیت قبول کی تھی یا نہیں،

ان کا تذکرہ ابن ندیم نے کیا ہے، لیکن رجال کی

(۲) احمد بن عبد اللہ بن سلام

کتابوں میں حضرت عبد اللہ بن سلام کے دو

صحابہ اور ان حضرت بنی سنیہ اور حضرت محمد کا نام

تذکرہ ہے جو شرف صحابہ سے بھی ابھر رہے تھے،

لیکن احمد نام کے کسی صحابہ کا تذکرہ نہیں مل سکا

ہو سکتا ہے کہ یہ محمد کی تصحیف ہو، واللہ اعلم،

یہ کہ یہ اخبار کے رسیب تھے،

ان کے اسلام میں احتمال ہے۔

اصحاب میں ہے کہ یہ حضرت عثمان غنیؓ کی قوم سے تھے،

ان کے اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اہل کتاب ہیں

تھے، لیکن تصریح نہیں ملتی،

کسری کے اسیر تھے، ممکن ہے کہ رومی عیسائی ہوں،

ابن ندیم نے ان کو اہل کتاب میں شمار کیا ہے،

اگر اس سے مراد ابوالہثم بن الیثم بن قروہ

اہل کتاب میں نہیں بلکہ انصاری تھے، اور اگر کوئی

اور ابن الیثم بن قریب بن ابی اسحاق بن قریب

رومیہ کی نسبت کی وجہ سے شکے عیسائی ہونے کا امکان

تذکرۃ الحفاظ وغیرہ میں ان کو رومی بتایا گیا ہے، چنانچہ

اسی بنا پر صاحب فخر الاسلام نے ان کو نصرانی

لکھا ہے، لیکن اس قومی نسبت کے علاوہ ان کے عیسائی

ہونے کا اور کوئی ثبوت رجال کی کتابوں میں نہیں

مل سکا، اس لیے ان کا نام اس فہرست میں لیا گیا ہے

ابن سعد نے طبقات میں اور امام محمد نے زوایر الکبریٰ

(۳) شیخ بن افرقہ کعب الاثیری،

(۴) ذکوان بن یامین،

(۵) مسلم بن سعد،

(۶) مسلم بن عیاض،

(۷) فیروز الدیمی،

(۸) ابن الیثم،

(۹) اہم المہاجر الرومی،

(۱۰) ابن جریر بن ابی،

(۱۱) ابنہ محمد بن عقیبہ

میں ان کا تذکرہ کیا ہے، امام محمد نے لکھا ہے کہ عزہ
 خیر میں حضرت صفیہ اور انکی ایک چچا زاد بہن گرفتار
 ہوئیں، حضرت صفیہ، حضرت وحیہ کلبی کے حصہ
 میں آئی تھیں، مگر بعض اہم مصالح کے ماتحت اپنے
 ان کو ان سے واپس لے لیا، اور ان کے بجائے
 انکی چچا زاد بہن کو انھیں دیدیا، چونکہ ان کے اسلام
 لانے کا کوئی تذکرہ موجود نہیں ہے، اسلئے ہم نے
 انکا ذکر اس فہرست میں نہیں کیا ہے، (السیر الکبریٰ ص ۱۰۶)

حبشہ کے وفد میں عیسائیوں کی ایک بڑی تعداد خدمت نبوی میں حاضر ہوئی اور شرف باسلام ہوئی،
 اس کے علاوہ نعیم الجبر کے ہاتھ پر جن کا تذکرہ آچکا ہے چالیس علماء یہود نے اسلام قبول کیا تھا لیکن اس
 ہے کہ ان کے حالات کیا پورے نام بھی سیر و رجال کی کتابوں میں نہیں ملتے،

ترتیب اور ناموں کی تعداد | کتاب میں پہلے صحابہ کے حالات حررت تھی کے اعتبار سے درج ہیں پھر

اسی ترتیب تابعین اور ان کے بعد صحابیات اور پھر تابعات کا تذکرہ کیا گیا ہے،

پوری کتاب میں ۶۳ صحابہ، سات صحابیات اور تیرہ تابعین اور دو تابعات کے حالات درج

ہیں جن میں سے صحابہ میں ۳۹ یہودی اور ۲۳ عیسائی، اور تابعین میں ۴ یہودی اور ۹ نصرانی، اور صحابیات

میں ۳ یہودیہ اور ۳ نصرانیہ اور تابعات میں ایک عیسائی اور ایک یہودی ہیں،

کتاب کے شروع میں ایک مقدمہ ہے جس میں جزیرہ عرب کے یہود و نصاری کی تاریخ اور انکے سیاسی،

تمدنی اور اخلاقی حالات پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے، اثر میں ایک نقشہ بھی ہے جس میں ان کے مرکزی

مقامات اور قبائل کا جاسے وقوع دکھایا گیا ہے،

خادم
 محبت محمد زوی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مقدمہ

کتاب میں بہت سے مقامات اور قبائل کے نام اور یہود و نصاریٰ کی تمدنی اور اخلاقی حالت اور ان کے قبول اور عدم قبول اسلام کے سلسلہ میں متعدد واقعات ایسے سامنے آئے ہیں جن کے سمجھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ جزیرہ عرب کے یہود و نصاریٰ کی تاریخ پر ایک نظر ڈال لیا جائے، تاکہ موضوع کا پورا پس منظر سامنے آجائے، اور کتاب کے بعض گوشے جو اس کے بغیر تشدد بجا رہتے ہیں وہ واضح ہو جائیں، اسی ضرورت کے ماتحت یہاں یہود و نصاریٰ کی تمدنی، مذہبی اور اخلاقی حالت کا ایک مختصر خاکہ پیش کیا جاتا ہے، لیکن چونکہ اس میں قصداً اختصار اور اختصار کے بجائے اختصار سے کام لیا گیا ہے، اس لیے ممکن ہے کہ موضوع کے بعض پہلو پورے طور پر سامنے نہ آسکیں، اس سلسلہ میں اگر کوئی فروگزاشت ہوئی ہو تو اہل علم سے درخواست ہے کہ وہ مجھے اس پر توجہ فرما کر مکتوب کر فرمائیں، و فوقی کل ذی علم علیہ۔

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اسلام سے پہلے جزیرہ عرب کے باشندوں کا دنیا کے دوسرے ملکوں اور قوموں سے کوئی خاص تعلق نہیں تھا، اور نہ انھوں نے کسی ملک سے یا کسی قوم کا کوئی اثر قبول کیا تھا، لیکن جزیرہ عرب کی تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی، بلکہ اس کے برعکس

پتہ چلتا ہے کہ عربوں کے سیاسی، تمدنی اور تجارتی ہر قسم کے تعلقات ان کے پڑوسی ملکوں اور قوموں سے تھے، اور قوموں کے آپس کے اختلاط و ارتباط اور ان کے باہمی سیاسی اور تمدنی تعلقات کے جو اثرات ایک دوسرے پر پڑتے ہیں وہ سب اہل عرب پر بھی پڑے تھے، عربوں اور دوسرے ملکوں اور قوموں میں ہم اختلاط اور تعلقات کے تین بڑے ذریعے یہ تھے:

(۱) تجارت (۲) یران و روم کے ماتحت عربوں کی سرحدی و کوشین یعنی عساکر اور حمیرہ

وغیرہ (۳) یہودیت اور نصرانیت؛ پہلی دونوں شقیں ہمارے موضوع سے خارج ہیں اس لیے صرف تیسری شق کے متعلق کچھ تفصیل ہم پیش کرتے ہیں اور دیکھنا ہے کہ جزیرہ عرب میں ان مذاہب کی ابتدا کب سے ہوئی، اور ان کو یہاں کیا کامیابی حاصل ہوئی، کن قبائل نے انہیں قبول کیا، اور ان کے مرکزی مقامات کون کون سے تھے، اور عہد جاہلیت میں عربوں کی مذہبی اور تمدنی زندگی پر ان قبائل کا کیا اثر پڑا، اور پھر اسلام کے بعد مسلمانوں پر ان کے کیا اثرات پڑے، اور انہوں نے مسلمانوں سے کیا اثرات قبول کیے، پھر مجملات میں ذکر آئے گا کہ ظہور اسلام سے پہلے اور اس کے بعد ان کی اخلاقی حالت اور ذہنی سطح کیا تھی اور قرآن مجید نے اس کے متعلق کیا اشارات کیے ہیں۔

مؤخر الذکر شق میں سے بھی پہلے ہم یہودیت، اسکے بعد نصرانیت کی تاریخ بیان کریں گے۔

یہودیت | جزیرہ عرب میں یہود کی تاریخ دو دوروں پر منقسم ہے، پہلا دور ششہ ق. م. جسے

اس وقت حضرت موسیٰ کے ماننے والوں کو یہود کہا جاتا ہے، لیکن ان کا قدیم اور اصل نام بنی اسرائیل تھا (یعنی حضرت یعقوب جن کا عبرانی نام اسرائیل تھا ان کی اولاد بنی اسرائیل کے بجائے ان کا نام یہود حضرت موسیٰ کے بہت بعد غالباً حضرت سلیمان کے عہد کے بعد پڑا، حضرت سلیمان کے بعد یہود دھوون میں بٹ گئے تھے، ایک گروہ موحد تھا، یہ گروہ حضرت سلمان کے فرزندوں کی عہد کے ماتحت تھا، اصل میں یہود ان ہی کا لقب تھا، اس لیے کہ یہود کا لفظ (باقی حاشیہ ص ۳ پر)

یہود باندہ کا دور کہا جاتا ہے، اور دوسرا دور سنہ ۶۱۰ ق م سے ظہور اسلام تک، پہلے دو زین جو یہود جزیرہ عرب میں آئے، ان کے متعلق قدیم صحیفوں اور عربی تاریخوں میں متعدد روایتیں ملتی ہیں، لیکن یہ صحیح طور سے نہیں بتایا جاسکتا کہ کب سے ان کا وجود یہاں ملتا ہے، بعض عربی تاریخوں کی روایتوں سے تو پتہ چلتا ہے کہ حجاز میں ان کی آمد حضرت موسیٰ کے زمانہ یعنی سنہ ۶۱۰ ق م سے ہی شروع ہو گئی تھی، یا قوت نے محکم البلدان میں مدینہ کے باشندوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

حین اظہرہ اللہ تعالیٰ (موسیٰ) علی فرعون	جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو فرعون
فوطی انشاموا ہذاک من کان یوما منہم	پر غالب کیا تو انھوں نے فرعون کے اعدا
بعث بشاخرالی الحجاز الی النبی لیسوا واما	و انصار کو ختم کرنے کے بعد ایک فوج حجاز
ان کلا یتبقوا احدا من بلع الحلو الا من	عمالیتق کی سرکوبی کے لیے بھیجی اور فوج کو
فی دینہ تقدوا علیہم و قاتلوا و ظہر	حکم دیا کہ ان میں سے جو لوگ دین میں داخل
اللہ علیہم و قتلوا و قاتلوا و ظہر	ہو جائیں ان کے علاوہ ہر باطل کو ختم کر دیا جائے

(بھی حاشیہ ص ۲) ہونے سے پیشتر جس کے معنی رجوع کے ہیں، چونکہ یہ لوگ اللہ کی طرف رجوع ہوئے اس لیے ان کا نام یہود پڑ گیا، واللہ اعلم۔

دوسرا گروہ مشرک تھا جو یہود کے تختہ تنہا حضرت سلیمان کا سرایا فہ اندر دشمن تھا، لیکن یہاں حضرت موسیٰ کے پہلے کے بنی اسرائیل سے نہیں بلکہ ان کے امتی اور ماننے والے جو اس وقت یہود کے نام سے مشہور ہیں ان کو بحث کرنی ہے، اس لیے ہم نے ہر جگہ یہودی کا لفظ استعمال کیا ہے، اس لیے غلط فہمی نہ ہونی چاہیے،

قرآن پاک میں ان کا تذکرہ ان کے قدیم اور جدید دونوں ناموں سے کیا گیا ہے،

(حاشیہ صفحہ ۲۱) ان حجاز میں ان وقت کے عمالیتق کی حکومت تھی جس کا ظلم و ستم فرعون کو کچھ کم نہ تھا،

واسر وایمالہ شبایا جیلا
 کا حسن بن رای فی زمانہ فضول
 عن القتل و قالوا نستقیمہ حتی نقدا
 بای علی موسیٰ فیریئہ زیدہ فاقبلوا
 وهو معہم و قبض اللہ موسیٰ قبل
 قتلہ معہم فلما قریبوا ومع بنو اسرائیل
 بفی الاشیء اتقوہم و استلوہم عن
 اخبارہم فانظروہم بما فخر اللہ
 علیہم قالوا فما ہذا القوی الذی
 معکم فانظروہم بقصۃ فقالوا
 ان ہذہ معصیۃ منکم لہی الفتمکم
 امرئیکم وادتہ لادخلتم علینا
 بلدا ذالابدان فما لربینہم و بین
 الشاہر فقالوا ان ذلک لہی الجیش ما بلد
 اذ منعتم بلدا کم خیر لکم من البلد
 الذی فخرتم و قتلتم اہلہ
 فارجعوا الیہ فنادوا الیہا فاناموا
 ہما فہون اکان اول من سکوا الیہ
 الحجاز و المدینۃ

چنانچہ وہ فوج حجاز کی اور اسکو عمالقہ پر غلبہ
 حاصل ہو گیا، وہاں کا بادشاہ ارم قتل کیا گیا،
 اسکا ایک لڑکا گر فدا ہوا، چونکہ وہ بہت
 خوب صورت اور مصوم تھا اس لیے فوج
 اسکو اپنے ساتھ شام لیتی آئی، اس لڑکے کے
 پاس میں وہ غور کر رہے تھے کہ حضرت موسیٰ
 کے پاس سے لپٹا یا جائے یا نہیں، آخر کچھ
 اسے وہ لیکر شام واپس آئے اس وقت حضرت
 موسیٰ کی وفات ہو چکی تھی، بنو اسرائیل نے فوج
 سے حجاز کے حالات دریافت کیے، انھوں نے
 اپنی فتح کا واقعہ انکے سامنے سنایا، پھر اس
 نوجوان کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے
 صورت عالی بتائی، اس پر بنو اسرائیل فوج
 پر نکلے کہ تم نے حضرت موسیٰ کے قول کی
 خلاف ورزی کی، اس لیے تم شام میں نہیں رہ
 چنانچہ وہ شام میں داخل نہیں ہو سکے، یہ
 صورت حال دیکھ کر فوج کے سردار نے کہا کہ
 فوج جو شام کے بھگتوں سے لیے حجاز کی
 سرزمین بھرتی، تو وہیں رہیں اور چنانچہ وہ حجاز

واپس آئے، مدینہ اور حجاز میں یہودی کی یہ پہلی

آبادی تھی جو یہاں آباد ہوئی،

(ج ۷ ص ۲۷۷)

اس روایت کے متعلق تاریخ الیہود کے مصنف اسرائیل ولفسون نے لکھا ہے کہ یہ روایت

قابل اعتبار نہیں ہے، اس لیے کہ صحف قدیم میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے، لیکن ظاہر ہے کہ

اس کی تردید کے لیے صرف اتنا ثبوت کافی نہیں ہے کہ "صحف قدیم میں اس کا تذکرہ نہیں ہے"

بہت سے ایسے قدیم تاریخی واقعات ملین گے جو مسلمات کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں، مگر صحف

قدیم ان کے تذکرہ سے خالی ہیں، تو کیا یہ سب ناقابل اعتبار ہیں؟ اور پھر مصنف کو بھی یہ تسلیم ہو کہ

سنہ ۶۱۰ ق. م سے پہلے حجاز میں یہودی آمد شروع ہو گئی تھی، تو پھر اس روایت کے عدم

قبولیت کا سبب اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ وہ اپنی یہودی عصبیت کی بنا پر عربی ماخذ کی

روایات کو کمزور کرنا چاہتا ہے، جیسا کہ اس نے کتاب میں متعدد جگہ اس کا اظہار کیا ہے،

اس کے بعد جزیرہ عرب میں یہودی دوسری آمد بنی شمعون کی ہجرت قرار دیا جاسکتی ہے،

اس کے متعلق صحف قدیم کا بیان ہے کہ وہ چراگاہ کی تلاش کے لیے طور سینا تک گئے اور وہاں

ان سے اور قبائل معان سے جو وہاں کے قدیم باشندے تھے، جنگ ہوئی جس میں بنو نبط

غالب رہے، وہ پورا بیان یہ ہے:

(۳۸) یہ جن کے نام مذکور ہوئے، اپنے اپنے گھرانے کے سردار تھے، اور ان کا آبائی گھرنا

بہت بڑھ گیا (۳۹) اور وہ جدور کی در آمد تک اس وادی کے پورے تک اپنے گھون

لے اس روایت کو اعانی نے (ج ۱۱ ص ۹۱) میں اور سمودی نے وفاء ابو نوارس (۱۱) میں اور ابن خلدون نے اپنی تاریخ

ج ۲ ص ۲۸۷ میں نقل کیا ہے، اس روایت کو ناقابل اعتبار ٹھہرانے میں مصنف کی غلط فہمی کا بدبشاید یہ ہو کہ اس روایت

کا ماخذ اس نے صرف اعانی کو سمجھا ہی حالانکہ دوسری مستند کتابوں میں بھی مذکورہ اوپر آچکا ہے اور ان میں بھی یہ روایت موجود ہے،

کے لیے چراگاہ ڈھونڈھنے گئے، وہاں انھوں نے ستھری اور اچھی چراگاہ پائی کہ وہ
 زمین وسیع اور چھنی اور سکھ کی جگہ تھی، احام کے لوگ قدیم سے اس میں رہتے تھے (۴۱) اور وہ
 جن کے نام لکھے گئے ہیں، شاہ یہود اور حزقیہ کے دونوں میں چڑھ آئے اور انھوں نے انکا
 پڑاؤ مارا اور موسیٰ کو جو وہاں قتل کیا گیا کہ وہ آج کے دن تک نابود ہیں، اور ان کے
 گھروں میں آپ رہے، کیونکہ ان کے گلے کے لیے وہاں چرائی تھے (۴۲) اور ان میں سے
 یعنی بنی شیمون کے بیٹوں میں سے پانچ سوم و شعیر کے پہاڑ پر گئے اور سبھی کے خلطیہ اور نغزماہ
 اور نایاہ اور عزریل ان کے سردار تھے (۴۳) اور ان باقی عمالیقوں کو جو بھاگ نکلے تھے
 قتل کیا اور آج کے دن تک وہاں بستے ہیں۔ (تواریخ اباب ۴)

اس ہجرت کے سنہ کی تعیین میں اختلاف ہے، ڈوڈزی (Dodd) نے اپنی
 کتاب "بنی اسرائیل مکہ میں" میں یہ ثابت کیا ہے کہ یہ ہجرت حضرت داؤد کے زمانہ سے کچھ پہلے
 سن ۱۰۰۰ ق. م کے قریب ہوئی، لیکن مارگولیتھ (Margolouth) نے ڈوڈزی سے اختلاف
 کیا ہے اور اپنی کتاب "عربوں اور بنی اسرائیل کے تعلقات" میں یہ ثابت کیا ہے کہ یہ ہجرت حزقیہ
 کے وقت میں ہوئی، جنھوں نے ۷۹۰ ق. م تک بلاویہ یہود پر حکومت کی ہے،
 خود بائبل کے مترجمین نے اس ہجرت کے سنہ کی جو تعیین کی ہے اس سے بھی، مارگولیتھ کے
 خیال کی تائید ہوتی ہے، یعنی انھوں نے اسکو ۱۰۰۰ ق. م کا واقعہ قرار دیا ہے،

۱۱
 ۲۱
 نے موسیٰ یعنی قبائل معان یا معین جو مکہ اور یثرب کے اطراف میں آباد تھے، تاریخ الیہود ص ۵، اس بیان
 سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل سے اور قبائل معان میں جو جنگ ہوئی اس میں بنی اسرائیل غالب رہے، اور انھوں
 نے معان کو قتل کر کے اس سرزمین پر قبضہ کر لیا، یہ قبائل عرب کے بہت قدیم قبائل ہیں انھوں نے کئی سو برس تک
 جزیرہ عرب میں حکومت کی ہے، تفصیل کے لیے دیکھیے ارض القرآن، جلد اول،

تاریخ الیہود کے مصنف کا خیال ہے کہ کم از کم اس ہجرت کا زمانہ سن ۱۲۵۰ ق م ہے لیکن اس نے کوئی ثبوت پیش نہیں کیا ہے۔ غالباً اس نے یہ رائے اس لیے قائم کی ہے کہ بائبل میں اس واقعہ کا سنہ تو ۱۲۵۰ ق م درج ہے، لیکن اس واقعہ سے پہلے اور بعد کے جتنے واقعات ہیں، وہ سب سن ۱۲۵۰ ق م کے تحت درج ہیں، صرف اسی واقعہ کے سامنے سن ۱۲۵۰ ق م درج ہے۔

بہر حال اس سے اتنا تو ثابت ہوتا ہے کہ سن ۱۲۵۰ ق م سے پہلے بنی شمعون عرب میں آباد ہو چکے تھے۔ اسی اختلاف روایات کی بنا پر بعض مستشرقین نے بنی شمعون کے وجود ہی سے انکار کر دیا ہے، لیکن کتاب یوشع بن نون کے دیکھنے سے ان کے اس خیال کی تردید ہو جاتی ہے، اس میں ان قبائل کے نام اور ان کے قیام کے حدود مفصل درج ہیں،

اس کے علاوہ صحفِ قدیم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب تاجر برابر کنعان اور بنی اسرائیل کے دوسرے شہروں تک سامان تجارت لیکر جایا کرتے تھے، اور یہود تجارت سببا تک برابر تجارتی سفر کرتے رہتے تھے، اور یہود اور علاقہ کی جنگ کا ذکر آچکا ہے، اس کے علاوہ متعدد بار علاقہ اور عربی قبائل میں لڑائیاں ہوئی ہیں جو یہود کے عرب میں متوطن ہونے کا بڑا سبب ہوئیں،

غرض ان ہی مذکورہ اسباب کی بنا پر حجاز میں یہود کی آمد و رفت اور بود و باش شروع ہوئی، لیکن اس دور کے یہود کے تاریخی آثار باقی نہیں رہ گئے ہیں، اس لیے ان کو یہود ہاندہ (یعنی مٹ جانے والے) کہا جاتا ہے۔

دوسرا دور | دوسرے دور میں جو یہود حجاز آئے، وہ زیادہ تر شام و فلسطین کے باشندے تھے،

۱۹ آیت ۱ تا ۹ حرقیہ باب ۲، آیت ۲۱ سے مارک ج ۱ باب ۹ آیت ۲۶،

وہ کیا اسباب تھے جن کی بنا پر انھوں نے اپنے سرسبز و شاداب وطن چھوڑ کر جزیرہ عرب حبسی بے آب و گیاہ سرزمین کا رخ کیا، ان کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے، مختصر طور پر ان کی ہجرت کے تین قوی سبب یہ تھے،

(۱) فلسطین میں یہود کی آبادی بہت زیادہ بڑھ گئی تھی چنانچہ اس وقت ان کی تعداد چالیس لاکھ تک تائی جاتی ہے، ظاہر ہے کہ فلسطین حبسی چھوٹی جگہ میں اتنی کثیر آبادی کا مزاحمت اور خوش حالی کے ساتھ رہنا، اور پھر اس کے ذرائع معاش کا ہیا ہونا دشوار ہوگا، اس لیے وہ عرب اور عراق کا رخ کرتے تھے، جہاں کی آبادی ان کے رقبہ کے اعتبار سے بہت کم تھی، اور پھر جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے، یہود کی آبادیاں متفرق طور پر پورے جزیرہ عرب میں پھیلی ہوئی تھیں تو یہاں ان کی آمد کا ایک بڑا سبب بن گئیں،

(۲) پہلی صدی ہجری میں رومیوں نے متعدد بار فلسطین پر حملہ کیا، یہاں تک کہ یہود کو زمام حکومت ان کے ہاتھ میں دیدنیارپی، لیکن ظاہر ہے کہ فلسطین یہود کا صرف وطن ہی نہیں تھا، بلکہ وہ ان کی سب سے مقدس عبادت گاہ بھی تھی، اس لیے وہ چین سے نہیں بیٹھے اور بغاوت کے نقتے برابر اٹھاتے رہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رومیوں نے ان پر ہر قسم کے ظلم توڑنے شروع کر دیے، اب ان کے لیے اسکے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ فلسطین چھوڑ کر کہیں ہجرت کر جاتے جس کیلئے انکو سب سے قریب آزاد سرزمین جزیرہ عرب ہی کی مل سکتی تھی،

(۳) اس کے بعد پہلی صدی ہجری یعنی ۶۳۷ء میں رومیوں اور یہودیوں میں ایک زبردست جنگ ہوئی جس میں پورا فلسطین تہ و بالا ہو گیا، یہاں تک کہ بیت المقدس کی مشہور عبادت گاہیں تک برباد کر دی گئیں، اس جنگ میں یہودیوں کو شکست اٹھانی پڑی، اور

اس شکست کے بعد خاص طور سے ان کے قافلے کے قافلے فلسطین سے نکلنے لگے، اور ان کو جہان جاے پناہ ملی، وہاں چلے گئے، ان تارکین وطن میں ایک بڑی تعداد نے عراق کا رخ کیا، جہاں ایک کثیر تعداد میں یہود پہلے سے موجود تھی، یہود کی اس ہجرت کی پوری تفصیل یہودی مورخ یوسف جوآن جنگوں میں شریک بھی رہا ہے، اسکے بیان سے معلوم ہوتی ہے، رومیوں اور یہودیوں کی جنگ اور یہود کی جزیرہ عرب کی طرف ہجرت کے متعلق بہت سی مفید باتیں عربی مصا در میں بھی مل جاتی ہیں، چنانچہ صاحب غالی نے بنو قریظہ اور بنو نضیر کی ہجرت کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ

لما ظلمت الروم عسلی	جب رومیوں نے شام کے بنو اسرائیل (یہودی)
بنی اسرائیل جیبعبا لشم	پر غلبہ پایا تو ان کو خوب برباد کیا، انکو قتل
فوطئوهم وقتلواهم و نكحوا	کیا، ان کی عورتوں کو اپنے جوار عقد میں لے لے
لساءهم خرج بنو نضیر و	اس ظلم و ستم سے بچنے کے لیے بنو نضیر
بنو قریظة و بنو هذیل و بنو	بنو قریظہ اور بنو ہذیل وغیرہ حجاز میں
منهم الی من بنو الحجاز من	اپنے دوسرے یہودی بھائیوں کے
بنی اسرائیل	یہاں چلے آئے،

ہر نوع یہی اسباب تھے جن کی بنا پر یہود حجاز میں آئے، جزیرہ عرب اپنی طبعی تقسیم کی بنا پر کوئی حصوں پر مشتمل ہے، لیکن تمدنی اور سیاسی اعتبار سے دو حصوں میں منقسم ہے، حجاز اور یمن۔ اب تک زیادہ تر بحث حجاز میں یہود کی آمد اور اس سے ان کے قدیم و جدید تعلقات پر تھی، اب ہم عرب کے دوسرے حصہ یمن سے

لے دیری یوپی یشریل بحوالہ تاریخ الیہود ص ۹۰۵ غالی جزیرہ ص ۹۰۵

یہود کے تعلقات پر بھی ایک نظر ڈال لیتا چاہتے ہیں،

یمن میں یہودیت | یمن کو جزیرہ عرب ہی کا ایک حصہ ہے، لیکن سیاسی اور تجارتی اہمیت

کے اعتبار سے ہمیشہ وہ ایک مستقل ملک رہا ہے، اس اہمیت کی بنا پر اس کا تذکرہ ہم علیحدہ کرتے ہیں،

اہل یمن سے بھی یہود کے تعلقات قدیم زمانہ سے شروع ہو چکے تھے، اوپر آجکے

کہ حضرت سلیمانؑ کے وقت یعنی مسیح ق۔ م میں اہل عرب اور یہود میں تجارت ہوتی

تھی جس کا سب سے بڑا مرکز سبارا تھا جو یمن کا دارالسلطنت تھا،

اس کے علاوہ قرآن پاک میں حضرت سلیمانؑ اور ملکہ سبا کا جو واقعہ ذکر فرمایا گیا ہے اس

بھی یہود اور اہل یمن کے تعلقات پر کافی روشنی پڑتی ہے معین جو یمن کے بیچ میں واقع تھا،

اس کا تذکرہ تحریری طور پر مسیح ق۔ م میں ملتا ہے،

یمن میں یہودیت کو اصل فروغ جمیری حکومت کے بند ہوا، اس لیے کہ یہودیت جمیری

حکومت کا تقریباً سرکاری مذہب بن گیا تھا، اس کے فرمانرواؤں میں ایک ستارہ پرست ایک دو

عیسائی، بقیہ سب یہودی تھے، لیکن جمیری حکومت کی ابتدا کی ہوئی، اس بارے میں

مورخین کی بہت مختلف اور متضاد رائے ہیں،

حضرت الاستاذ مولانا سید سلیمان صاحب ندوی نے ارض القرآن میں اس پر مفصل بحث

کی ہے، ڈاکٹر ہالوسے نے اس کی ابتدا مسیح ق۔ م قرار دی ہے، لیکن سید صاحب نے

اس پر نقد کیا ہے، اور مختلف دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ جمیری حکومت کی ابتدا مسیح ق۔ م

سے آگے نہیں بڑھتی، بہر نوع اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دوسری صدی قبل مسیح یا پہلی صدی

قبل مسیح دوم آیت ۲۶-۸ یہ بڑی ترقی یافتہ حکومت تھی، جدید انٹری تحقیقات اسکے باری میں بہت کچھ معلومات فراہم کر رہے ہیں،

کے وسط سے یمن میں یہودیت کو فروغ ہونا شروع ہو گیا تھا، اور ۵۵۰ برس تک وہاں اس کو فروغ حاصل رہا، لیکن جمہری حکومت کے آخری فرمانروا ذونواس کی موت (۳۳۰ء) کے بعد، یمن میں یہودیت کا زور ٹوٹ گیا، اور اسکی جگہ عیسائیت نے لے لی، جس کا تذکرہ آگے آتا ہے،

جزیرہ عرب میں یہودیت کا ذکر کرتے ہوئے یعقوبی نے لکھا ہے کہ

فاما من تھود منھم فالین جزیرہ عرب میں جو لوگ یہودی ہوئے انہیں

بامسہا^۱ یمن بھی ہے، یمن پورا کا پورا یہودی تھا،

پھر اسکی یہودیت نے یمن میں یہودیت کی ابتدا کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ

کان تبع حمل جنین من احبار لماک تبع نے دو یہودی عالموں کو یمن بھیجا،

الیھود الی الیمن فابطل اکاوتان انھوں نے وہاں سے بت پرستی کو مٹایا اور انکے

دھوکے میں با یمن (ج ۱ ص ۲۹۸) اترے یمن کے باشندوں نے یہودیت قبول کر لی،

جدید اثری تحقیقات کے مطابق تباہہ کا زمانہ تیسری صدی عیسوی سے آگے نہیں پڑھتا،

اس لیے یعقوبی کے بیان کے مطابق یمن میں یہودیت کو پورا فروغ تیسری صدی میں ہوا،

اوپر یمن میں یہودیت کی جو قدامت دکھائی گئی ہے، اس سے یہ بیان کچھ مختلف معلوم

ہوتا ہے، مگر اس میں کوئی تضاد نہیں ہے، ممکن ہے کہ وہاں یہودیت بہت قدیم زمانہ سے

موجود ہو، مگر اہل یمن کا وہ عام مذہب تیسری صدی میں ہوا ہو،

کیا عرب کے یہود ہجرت اور ذکر آچکا ہے کہ مختلف اسباب کی بنا پر یہود شام و فلسطین کی

کر کے نہیں آئے تھے؟ سرسبز و شاداب سرزمین چھوڑ کر جزیرہ عرب جیسے بے آب گیاہ مقام

کارخ کرتے تھے، لیکن بعض مورخین کا خیال ہے کہ عرب کے یہود کہیں باہر سے نہیں آئے تھے، بلکہ یہ عرب ہی نسل سے تھے، جنہوں نے یہودیت قبول کر لی تھی، یعقوبی کا رجحان بھی یہی معلوم ہوتا ہے، چنانچہ وہ بنی نصیر کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے

وہم فخذ من جذام اکلانہم

یہ جذام کی ایک شاخ تھی، مگر یہ یہودی

تھو دا و نزلوا یقال لہ النصیر

ہو گئے تھے، اور جہاں یہ آباد ہوئے، اس

نسبوا بہ (ج ۲ ص ۴۹)

مقام کا نام نصیر تھا، اسی پر وہ اس نام سے مشہور ہو گئے

پھر بنو قریظہ کے متعلق لکھتا ہے،

وہی فخذ من جذام اخوة

یہ بھی جذام کی ایک شاخ ہے، بنو نصیر

النصیر ویقال انہم تھود وانی

کے بھائی بند تھے، کہا جاتا ہے کہ یہ عادی بن سمویل

ایام عادی بن سمویل تھمنزلو

کے زمانہ میں یہودی ہوئے، پھر جبل قریظہ

جھبلی یقال لہ قریظہ فسنبوا

کے پاس آباد ہوئے، اور اسی نسبت

الیہ (ج ۲ ص ۵۴)

سے ان کا یہ نام پڑ گیا،

جو لوگ اس خیال کے مؤید ہیں، یعقوبی کے بیان کے علاوہ ان کا قیاسی استدلال

یہ ہے کہ دنیا کے دوسرے حصوں کے یہود اپنے عادات و اطوار اور اپنے تمدنی اثرات

کے اعتبار سے وہاں کے باشندوں سے ہمیشہ ممتاز رہے، لیکن عرب کے یہود کسی حیثیت سے

بھی عربوں سے ممتاز نہیں تھے، اور نہ انہوں نے کوئی تمدنی یا علمی یادگار چھوڑی ہے،

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عربی ہی جنس سے تھے، صرف انہوں نے کسی وجہ سے

اپنا مذہب تبدیل کر لیا تھا،

لیکن صرف یعقوبی کے بیان اور فرضی قیاسات پر یہ فیصلہ کر لینا کہ عرب کے تمام کے تمام

یہودی نسل تھے، صحیح نہیں ہے،

اور چون واقعات کا تذکرہ آچکا ہے، ان ہی سے اس کی پوری تردید ہو جاتی ہے، لیکن

اس سلسلہ میں دو تین باتیں قابلِ لحاظ ہیں،

(۱) یقیناً نے بنو قریظہ اور بنو نضیر کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے،

انشاء اللہ ان قبائل کے تذکرے کے وقت اس کے دلائل ہم پیش کریں گے،

(۲) یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ عرب کے یہود دنیا کے دوسرے حصوں کے یہود سے

ممتاز نہیں تھے، یا ان کا کوئی تمدنی امتیاز نہیں تھا، اس گوشہ پر یہود کے تمدنی اثرات کے

تحت آئینہ ہم مفصل بحث کریں گے، لیکن یہاں دو ایک باتیں سرسری طور سے کہی جاتی ہیں،

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہود کو دنیا کے کسی گوشہ میں کوئی امتیاز کبھی بھی حاصل نہیں تھا،

اس لیے کہ ان کے پاس وہ اسباب و ذرائع (خصوصیت حکومت) موجود ہی نہیں تھے،

جن کی بنا پر قومیں امتیاز حاصل کرتی ہیں، اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ وہ کبھی بھی ممتاز تھے،

دوسری بات یہ ہے کہ عرب کے یہود کو شاید سب سے زیادہ امتیازی حیثیت حاصل تھی،

اس لیے کہ قرآن نے زیادہ تر ان ہی کے عقائد، اور اخلاق و معاملات سے بحث کی

ہے، اس خیال کی زیادہ تر تائید غالباً یہودی متشرقین نے بھی کی ہے، اس سے ان کا مقصد یہ ہے

کہ قرآن کے ان بیانات کی اہمیت گھٹائی جائے، جن کا تعلق یہود سے ہے، لیکن یہ خیال

تاریخی حیثیت سے صحیح نہیں ہے،

چہ بائبل کہ یہود باہر سے نہیں آئے تھے، پورے جزیرہ کے متعلق تو یہ کہنا صحیح نہیں ہے، لیکن

یہ ضرور ہے کہ جزیرہ عرب کے باشندوں کی ایک بڑی آبادی نے یہودیت قبول کر لی تھی، خصوصیت

کے ساتھ ہیں کے یہود تو اکثر و بیشتر عرب ہی تھے، اس لیے اس سلسلہ میں صحیح مسلک یہ ہے کہ

یہودی باہر سے بھی آئے اور خود عربوں کے بعض قبائل اور افراد نے بھی اسے قبول کیا،
 بنی کاثر کے آگے آئے گا، خصوصاً حبشہ سے شامی حجاز کے یہود زیادہ تر باہر سے آئے تھے،

کیا عرب کے یہود دنیا سے منقطع ہو چکے تھے؟ تاریخ ایہود کے مصنف اسرائیل لفسٹون نے لکھا ہے کہ عراق

مصر یونان اور اسی کے علاوہ جہاں بھی یہودیوں کی آبادی تھی، وہاں کے یہود کی تاریخ

کا پتہ چلتا ہے، یہی نہیں بلکہ انھوں نے تاریخ میں اپنے سیاسی تمدنی آثار کے گہرے نقوش چھوڑے

ہیں، اور دنیا کی دوسری قوموں سے ان کے گونا گون تعلقات تھے، لیکن جزیرہ عرب کے

یہود دنیا سے بالکل منقطع ہو گئے تھے، اور عربوں میں اس طرح گھل مل گئے تھے کہ دونوں کی

تہذیب و معاشرت میں کوئی نمایان فرق باقی نہیں تھا، اور دوسرے ممالک کے یہود کی

طرح ان کے کوئی قابل ذکر تمدنی اور علمی آثار موجود تھے، لیکن واقعات کی روشنی میں یہ خیال

صحیح نہیں معلوم ہوتا۔

(۱) یہ بات کہ وہ عربوں میں بالکل گھل مل گئے تھے، اور دونوں میں کوئی نمایان فرق

نہیں تھا، بالکل صحیح نہیں ہے، جزیرہ عرب میں جہاں یہود منتشر طور پر موجود تھے، وہاں واقعی انکی

نمایان حیثیت نہیں تھی لیکن جو ان کے مرکزی مقامات مثلاً یثرب، خمیر، وادی القریٰ اور

تہام، وغیرہ تھے وہاں وہ ہر نقطہ نظر سے عربوں سے ممتاز تھے، پوری تفصیل آگے آتی ہے

(۲) دنیا کے دوسرے حصوں سے ان کا تعلق نہیں تھا، یہ غلط فہمی ویسی ہی ہے جیسی

کہ خود عربوں کے متعلق یہ خیال کہ وہ دنیا سے بالکل الگ تھلگ تھے، لیکن یہ خیال تو

عربوں کے متعلق صحیح ہے اور یہ یہود کے متعلق عربوں اور حجاز اور یمن کے یہود کے تجارتی اور معاشرتی تعلقات

دیکھ لیں تو قیام زیادہ سہجے، ذکر پرچہ کا پرچہ کہیں کہیں تجارت کی عوض سے برابرتام کا سفر کرتے رہتے تھے

جزیرہ عرب کے جسے تجارتی مرکز تھے، وہ سب یہودیوں کے قبضہ میں تھے، یمن کی حمیری حکومت اور حبشہ کی

عیسائی حکومت کے درمیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شکستہ تکتا برابری سیاسی چٹا کس
 جاری رہی، خصوصاً یہ کہ شام کے یہودیوں سے قرآن کے بعض معانی شرعی توہمات بھی
 تھے، شام کے یہودی مدینہ کے یہودیوں کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دریافت کیا کرتے تھے، ہر وقت
 جلاوطن کیے گئے تو وہ یہاں سے اذراعات جو شام کے علاقہ میں ہے، چلے گئے، اسی طرح
 دوسرے یہودی قبائل کا بھی شام کی طرف جانا ثابت ہے، حجاز سے مدینہ کو جو راستہ جاتا ہے
 اس شاہراہ پر چلتے ہوئے مقامات تھے، ان میں یہودیوں کی آبادیاں ملتی ہیں، اور پھر یہ کہ
 ممکن ہے کہ قریش تو تجارت کے لیے شام تک سفر کریں اور یہودی جو جزیرہ عرب کے سب سے زیادہ
 تاجر اور مالدار باشندے تھے، شام کا تجارتی سفر نہ کرتے ہوں، اور پھر مزید یہ کہ
 شام ہی میں ان کا قبیلہ اور سب سے مقدس عبادت گاہ تھا، ان وجوہ کی بنا پر یہ خیالی کرنا صحیح
 نہیں معلوم ہوتا کہ یہودیوں نے شام سے قطع ہو کر بالکل قبائلی زندگی گزار رہے تھے،
 (۲۴) لہذا ان کی حیثیت سے بھی عرب کے یہودیوں سے تھے۔ ان کے تمدنی و سیاسی اثرات
 پر بحث آگے آگے کی، البتہ علی حدیث کے سبب کچھ باتیں یہاں کی جاتی ہیں۔
 جزیرہ عرب کے یہود کے علمی اختیار کے لیے یہی شہوت بہت ہے کہ ان میں حضرت عبد اللہ
 ابن سلام، حضرت زید بن سنان، حضرت خزیمہ بن عقیل، حضرت میمون بن یاسین، کعبہ احبار محمد بن
 کعب القرظی، وہیب بن منہ جیسے علماء اور کعب بن اشرف اور سمول جیسے شعرا
 موجود تھے، حضرت عبد اللہ بن سلام کے صاحبزادے حضرت یوسف بن سلام نے اپنی ایک علمی
 یادگار بھی چھوڑی تھی، ان کے متعدد مدارس قائم تھے، خود مدینہ میں بیت المدارس کے
 نام سے ان کی ایک مشہور درسگاہ تھی،
 جزیرہ عرب میں سب سے زیادہ لکھے پڑھے یہودی ہوتے تھے، مدینہ میں غالباً سب سے پہلے

تحریر کا رواج یہودی ہی کے ذریعہ ہوا، وہ صرف اپنی مذہبی زبان عبرانی ہی نہیں بلکہ عربی سے بھی بخوبی واقف تھے، اور اپنے بچوں کو اس کی تعلیم دیتے تھے، اڈو زمر کی زبان بھی یہی تھی، پوری تفصیل آگے آئے گی،

غالباً یہ یہودی ہی کا اثر تھا کہ ظہور اسلام کے وقت متعدد صحابہ لکھنا پڑھنا جانتے تھے، بعض صحابہ تو عربی کے ساتھ عبرانی سے بھی واقف تھے،

ہر نوع کی کسی طرح صحیح نہیں ہے کہ عرب کے یہود تمدنی اور سیاسی حیثیت سے کوئی ممتاز حیثیت نہیں رکھتے تھے، یا وہ علمی حیثیت سے دوسرے مقامات کے یہود سے پست تھے،

یہود کے مرکزی مقامات یون تو جزیرہ عرب کے ہر حصہ میں یہودیوں کی آبادیاں موجود تھیں، لیکن خصوصیت شمالی عرب کے تمام مرکزی مقامات پر

یہود کے مرکزی مقامات ان کے مشہور قبائل

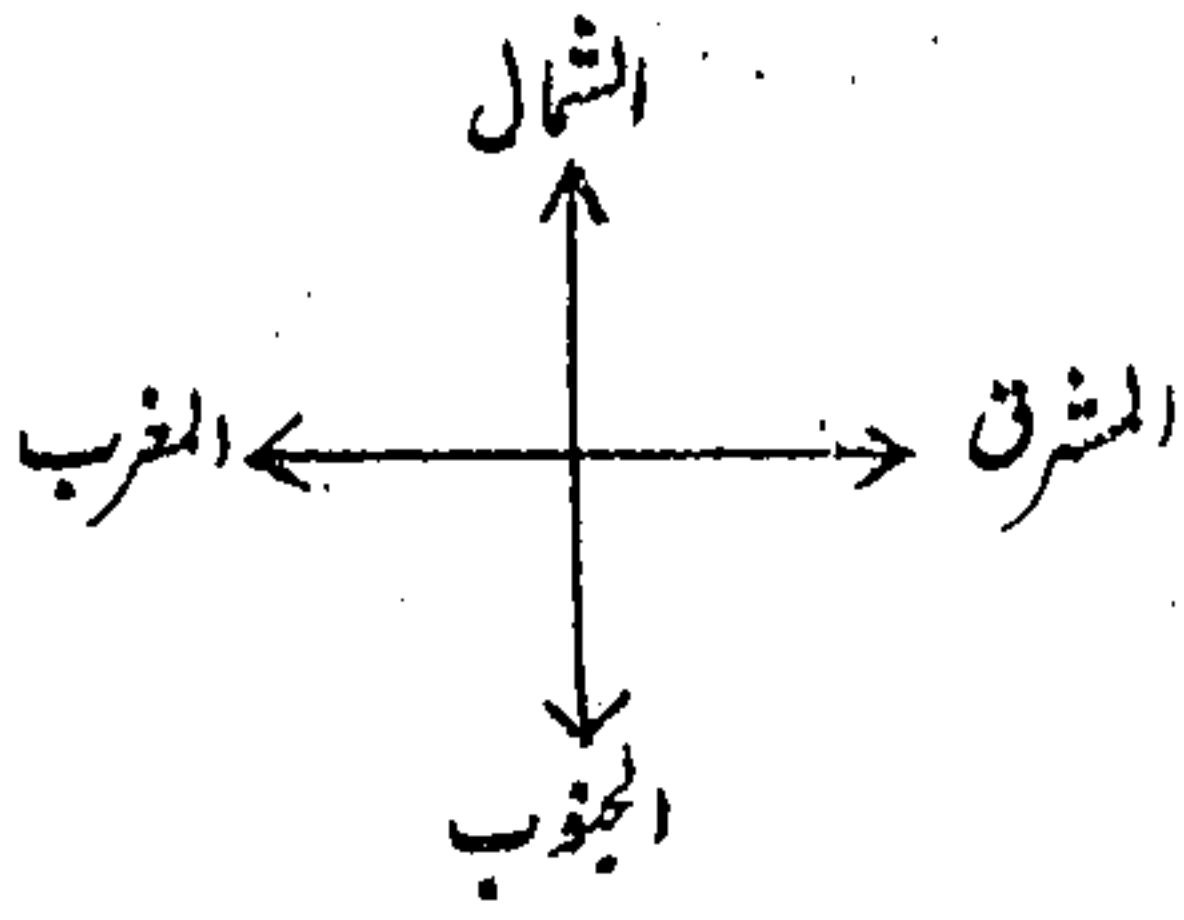
یہودی قبائل آباد تھے، اور ان میں اکثریت ان یہودیوں کی تھی جو باہر سے ہجرت کر کے آئے تھے، ان قبائل کے نام، ان کی آمد اور مقام ہجرت کے سلسلہ میں جو معلومات مل سکی

ہیں وہ درج ذیل ہیں،

یثرب | ظہور اسلام کے وقت جزیرہ عرب میں یہود کی سب سے بڑی آبادی یثرب اور خیبر میں تھی، اس لئے سب سے پہلے ان ہی مقامات کا تذکرہ کیا جاتا ہے، یثرب کی وجہ تسمیہ

کے سلسلہ میں صاحب مخم البلدان نے لکھا ہے کہ یہ یثرب بن قانیہ کا آباد کیا ہوا ہے، اس لیے اس کا نام یثرب پڑ گیا، یثرب بن قانیہ حضرت نوح کی اولاد کی ساتویں پشت میں تھا، اگر یہ بیان صحیح ہے تو یہ بہت قدیم آبادی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت

۱۶ بعثت نبوی سے ایک سے سال پہلے یہودیت کا سب سے بڑا مرکز نہیں تھا، لیکن حیرتی حکومت کی شکست اور ذونواس کے قتل کے بعد یمن میں یہودیت کی جگہ نصرانیت نے لے لی تھی، تفصیل آگے آئے گی،



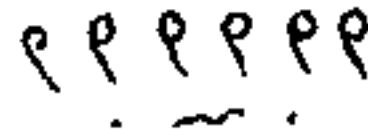
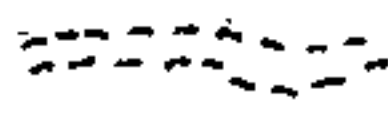
نشانات

پہاڑ

وادی

جھاڑیاں

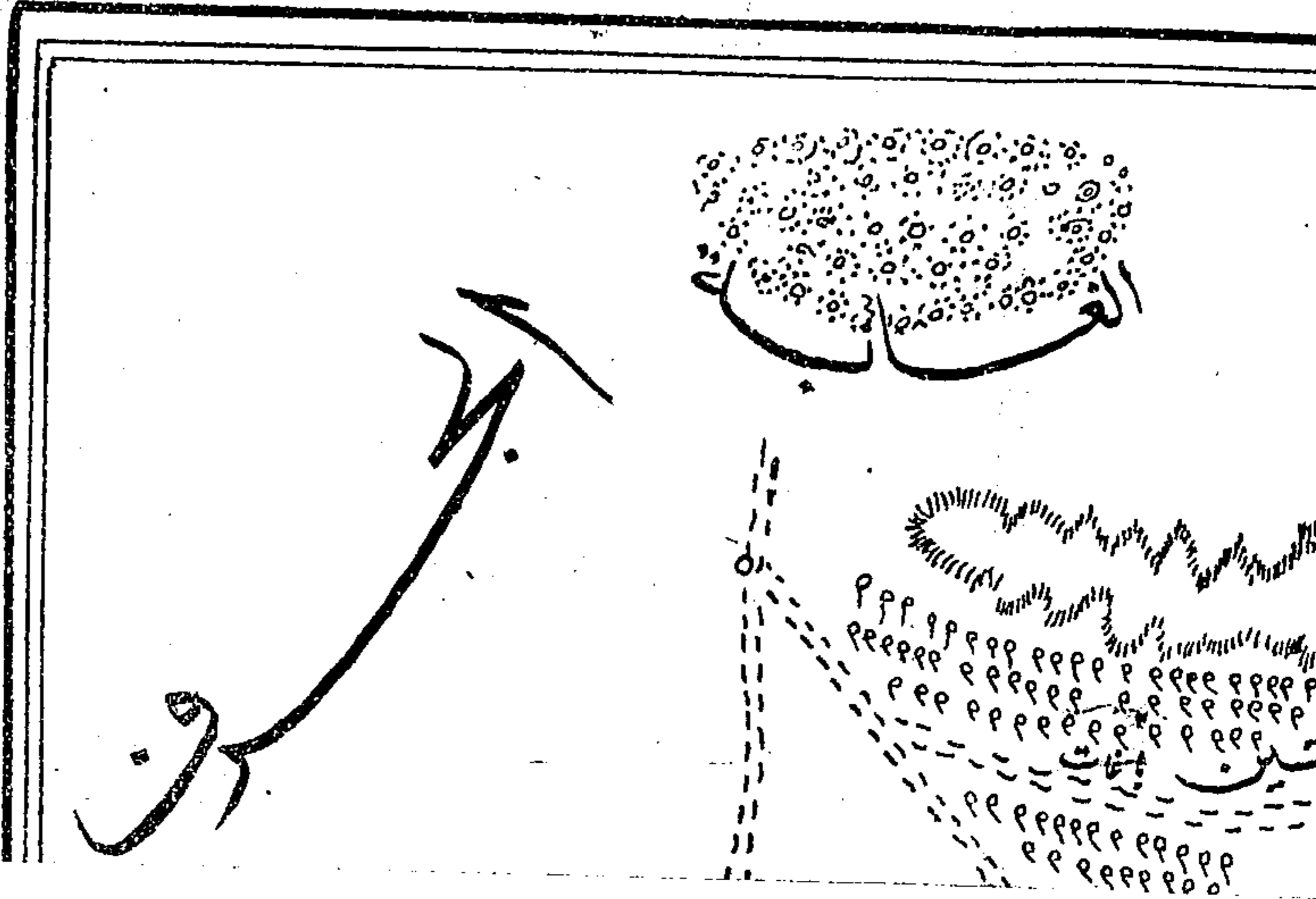
عام باغات



دیاریں
بھوچارے
۸۸۸۸۸
۸۸۸۸۸
۸۸۸۸۸

وادی

مجموعہ کتب خانہ



ذو نواس کے قتل کے بعد مین میں پرومیت کی جگہ لھر ایت سے لے کر اسی کے استے

بھی یہی نام رائج تھا، مگر آپ نے اس کا نام طابہ اور طیبہ رکھا، پھر آپ کی ہجرت کے بعد مدینہ منورہ کے نام سے پکارا جانے لگا، اور آخر میں یہی نام منصف ہو کر زبان زد خاص و عام ہو گیا،

درینہ میں جو یہودی قبیلے آباد تھے ان کی تفصیل یہ ہے،

بنو قریظہ | یہ نہایت قدیم قبیلہ تھا، جو اپنی وطن شام کو چھوڑ کر یہاں آیا، اور وادی حمر زور کے قریب جو مدینہ کے مشرق میں واقع ہے، آباد ہو گیا، یہ وادی بعد میں انہی کے نام سے مشہور ہو گئی، اور رفتہ رفتہ ان کی ملک میں آ گئی،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو آپ نے جن قبائل سے معاہدہ کیا تھا ان میں بنو قریظہ کا قبیلہ بھی تھا، معاہدہ کی رو سے مسلمان اور یہود ایک دوسرے کے خلاف کسی جنگ میں شریک نہیں ہو سکتے تھے، لیکن سہ ماہی میں انہوں نے معاہدہ شکنی کی، اس سے پہلے بھی غزوہ احزاب وغیرہ میں یہ مسلمانوں کے خلاف سازش کر چکے تھے، اس لیے ان کو اس جرم کی سزا بھگتنی پڑی، حضرت ثعلبہؓ، حضرت زید بن سعیدؓ، حضرت سعیدؓ، حضرت عتبہؓ، حضرت ریحانہ وغیرہ اہل کتاب صحابہ اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے،

بنو نضیر | اس خاندان نے بھی بنو قریظہ کے ساتھ ہی اپنا آبائی وطن چھوڑا اور مدینہ کے جنوب مشرق میں وادی بطنان کے پاس آ کر آباد ہوا، یہ مدینہ کی سب سے بڑی وادی تھی، یہاں نے بطنان کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بنو نضیر اسی وادی کے قریب آباد ہوئے، لیکن ایک جگہ ایک مقام بوریہ کو ان کی طرف منسوب کیا ہے، اور اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

لے معجم البلدان ج ۸ ص ۲۱۲

ہو موضع منازل بنی نضیر بنو نضیر کی آبادی اسی جگہ پر ہے

بویہ ایک کنوین کا نام ہے، ہو سکتا ہے کہ یہ کنوان وادی بطحان کے قریب ہی رہا ہو
اس بنا پر دونوں روایتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبیلہ سے بھی معاہدہ کیا تھا، لیکن انھوں نے بھی معاہدہ
شکنی کی، اور اس کی پاداش میں سب سے پہلے جلاوطن کیے گئے، حضرت مخزومؓ حضرت یامینؓ
حضرت ابوسعہؓ وغیرہ اسی قبیلہ سے تھے

بنو قنیقاع | اس قبیلہ کے متعلق یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ یہ باہر سے ہجرت کر کے آیا تھا یا یہیں کا
کوئی عرب قبیلہ تھا، جس نے یہودیت قبول کر لی تھی، اس قبیلہ کے لوگ عام طور پر صنار
اور زراعت پر مشغول تھے خصوصیت سے آہنگری اور زرگری ان کا خاص پیشہ تھا، خود ان کا
نام بھی ان کے پیشوں کی طرف راہ نمائی کرتا ہے، قین عربی بن لوہار کو کہتے ہیں، اور قناع
اس ہواد اور زم زمین کو کہتے ہیں، ان کی کھیتی کی جگہ کے، ان سے ان کی دونوں خصوصیتیں
معلوم ہوتی ہیں، مدینہ کے دوسرے یہودی قبائل کے مقابلہ میں یہ زیادہ مضبوط اور طاقتور
تھے، سب سے پہلے اسی قبیلہ نے معاہدہ شکنی کی، اور اس کے نتیجہ میں جلاوطن کیے گئے، مدینہ سے نکل کر
ازرعات میں، جو شام کا ایک ضلع ہے، چلے گئے

بنو ہدل | یہ قبیلہ بھی بنو قریظہ کے ساتھ اپنے وطن سے ہجرت کر کے مدینہ آیا تھا، اور ان ہی کے
ساتھ وادی ہر زور میں آباد ہو گیا تھا، یہ قبیلہ اپنی کوئی الگ حیثیت نہیں رکھتا تھا، بلکہ ہر معاملہ
میں بنو قریظہ ہی کا شریک تھا، بعض کتابوں میں اس کا نام بنو ہدل لکھا ہوا ہے، سمہوی
نے لکھا ہے کہ ان کو بنو ہدل اس لیے کہتے تھے کہ عام طور پر ان کے ہونٹ میرٹے اور ٹالکے

لے معجم البلدان ج ۲ ص ۲۲۶ سے ایضاً ج ۸ ص ۲۹۶

ہوئے ہوتے تھے، عربی میں ایسے آدمی کو بدل کہتے ہیں، حضرت ثعلبہؓ، حضرت اسد بن کعبؓ اور حضرت عبداللہ بن سلام اسی قبیلہ سے تھے،

بنو زبناح | یہ قبیلہ بھی بنو قریظہ ہی کی ایک شاخ اور اس کے ماتحت تھا، بنو قریظہ سے اس کے تعلق کی بنا پر یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ قبیلہ بھی ہجرت کر کے آیا تھا، مگر اس کی جائے قیام کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں ملتی، حضرت ارفعؓ کا بھی تعلق اسی قبیلہ سے تھا،

یزبک کے دسے یہوی قبائل | مذکورہ قبائل کے علاوہ مدینہ منورہ میں اور بھی متعدد یہودی قبائل تھے

جن کو خود کوئی ممتاز حیثیت حاصل نہیں تھی، بلکہ وہ ہر معاملہ میں ان ہی یہودی قبائل کے پابند تھے، مثلاً بنو نضیر بنی جیل احد کے قریب آباد تھے، بنو ظفر دادی ہر زور کے آخری سرے پر آباد تھے، بنو اشمل اور بنو حارثہ مدینہ کے بالکل مشرق میں آباد تھے، ان کے علاوہ چند اور قبائل کے نام اس معاہدہ میں آئے ہیں، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے کیا تھا،

(۱) یہودی بنی عوف (۲) یہودی بنی نجار (۳) یہودی بنی ساعدہ (۴) یہودی بنی عوف،

(۵) یہودی بنی الاوس (۶) یہودی بنی ثعلبہ (۷) بنو حنفہ (۸) بنو شیبہ (۹) بنو حارث،

اس معاہدہ میں ان قبائل کے ذکر کے بعد یہ دفعہ بھی ہے کہ

وان بطائفة یہود اور یہودیوں (کے قبائل) کی ذیلی شاخوں کو

کانفسہم بھی وہی حقوق حاصل ہونگے جو اہل کوحال ہیں،

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود کے اور بھی دوسرے ذیلی قبائل تھے، چنانچہ اس کی تائید

سمہودی کے بیان سے بھی ہوتی ہے، وہ مدینہ کے یہودی قبائل کا تذکرہ کرتے ہوئے

لکھتے ہیں،

لے و ناز الو قاریج اص ۱۱۱

ان یہود کا لو انیضا و عثین قبیلہ
مدینہ میں یہودی قبائل میں سے زیادہ تھے،

ان ذیلی قبائل میں بیشتر ایسے تھے جن کا نسبی تعلق اوس و خزرج سے تھا، مگر انھوں نے

یہودیت قبول کر لی تھی، اس لیے وہ یہودی قبائل میں شمار ہوتے تھے، مثلاً بنو نضیل، بنو حارثہ

بنو عوف و غیرہ قبیلہ اوس کی شاخیں تھیں، اسی طرح بنو نجار، بنو حارثہ، بنو ساعدہ و غیرہ

خزرج کے تھے قبائل تھے،

خیبر ایشالی حجاز میں یہود کا دوسرا بڑا مرکز خیبر تھا، جو شام کے راستہ میں مدینہ منورہ سے تقریباً

اچھ منزل پر واقع ہے، یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ یہاں کی یہودی آبادی کہاں سے ہجرت کر کے

آئی تھی یا یہیں کی خود عرب آبادی نے یہودیت قبول کر لی تھی، بعض قرآن سے پتہ چلتا ہے

کہ یہ قدیم آبادی ہے، محم البدان نے خیبر کی وجہ تسمیہ کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ یہی خیبر بن قاسم

کی طرف منسوب ہے، اس لحاظ سے ان کے اور انصاریہ کے جد اعلیٰ ایک ہی ہیں، انصاریہ

کے جد اعلیٰ شریب بن قاسم کا ذکر اوپر آچکا ہے،

اس بیان سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہاں یہودیت کو شروع کب ہوا، اس سلسلہ میں

عاجزگی رائے یہ ہے کہ خیبر عبرانی لفظ ہے، جس کے معنی قلعہ کے ہیں، یہ لفظ خود اشارہ

کر رہا ہے کہ اس بستی کو یہود سے بڑا قدیم تعلق ہے، اور پھر اس سرزمین کو قلعوں کی سرزمین

کہا جائے تو صحیح بھی ہے، اس لیے کہ یہاں بہت سے قلعے تھے جنکی یادگار آج تک باقی ہے،

خیبر حجاز کا بڑا زرخیز علاقہ ہے، جس کو تجارتی لحاظ سے بھی بڑی اہمیت حاصل تھی، یہاں

کے یہود اقتصاداً و حیثیت سے بہت ممتاز تھے، انھوں نے متعدد جنگی قلعے بنا رکھے تھے،

جن میں سات قلعے بہت مشہور تھے، نام عم، قوص، حصن الشوق، حصن النظا، حصن السالم

حصن الوطی، حصن لکھنہ، یعقوبی کا بیان ہے کہ اس میں ہزار اسپا ہی رہتے تھے یعقوبی کے اس بیان سے خیبر کی وسعت اور اسکی آبادی کی کثرت کا اندازہ ہوتا ہے،

دوسرے یہود کی طرح اسلام کے خلاف انکی ریشہ دروینان جب بہت بڑھ گئیں تو سہ ماہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف جارحانہ کارروائی کر کے انکو نکالت دی پوری تفصیل آگے آئے گی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وطن خیبر ہی تھا،

فدک | خیبر اور مدینہ کے درمیان فدک کی بستی تھی، یہاں بھی یہودیوں کی آبادی تھی اور دوسرے مقامات کی طرح یہاں کے یہود بھی نہایت ہی خوش حال تھے، یہ بستی بھی پرانی ہے، مگر یہاں یہود کب آباد ہوئے، اس کی کوئی تصریح نہیں ملتی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے اس پاس کے جن قبائل سے صلح کی تھی ان میں اہل فدک بھی تھے، تاریخوں میں اس کا تذکرہ اسی چمٹیت سے آتا ہے،

وادی القریٰ | شام اور مدینہ کے درمیان ایک وادی ہے، جس میں بہت سی بستیاں آباد تھیں، اس کو وادی القریٰ (بستیوں کی وادی) کہتے ہیں، یہ نہایت ہی قدیم آبادی ہے، قدیم زمانہ میں یہاں عاد و ثمود آباد تھے، یہ بستیاں اپنی سرسبزی و شادابی کے لحاظ سے ہمیشہ سے ضرب المثل تھیں، قرآن مجید کی ان آیات میں انہی بستیوں کی طرف اشارہ ہے،

أَتْرَكُونَ فِيهَا مَا مَلَائِكَةٌ
فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ وَزُرُوعٍ
وَعَنْبَلٍ طَلْعًا أَهْوَيْنًا

کیا تم کو ان ہی چیزوں میں بے فکری سے
رہنے دیا جائیگا جو یہاں موجود ہیں یعنی باغوں
چشموں میں اور کھیتوں میں اور ان کھجوروں

میں جن کے گچھے خوب گدھے ہوئے ہیں (شعراء)

ادباً تاریخ و جغرافیہ لکھتے ہیں کہ عاد و ثمود کی تباہی کے بعد یہاں یہود آباد ہوئے

انھوں نے دوبارہ یہاں کی زراعت اور آب رسانی کو ترقی دی، یہود کے بعد دوسرے عربی قبائل بھی یہاں آباد ہوئے، مگر وہ سب کے سب یہود کے زیر اثر رہے، قضاعہ، جملینہ اور عذرہ وغیرہ قبائل اسی وادی میں آباد تھے، اس تفصیل سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ یہاں کے یہود جزیرہ عرب میں ہجرت کر کے آئے تھے، اور بہت قریب زمانہ سے یہاں آباد تھے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیبر اور فدک سے واپس ہوئے تو یہاں کے باشندوں نے بھی خیبر کے شرائط صلح کے تحت صلح کر لی،

عہد اسلام کے بعد بھی کئی صدیوں تک یہاں یہودیوں کے وجود کا پتہ چلتا ہے، تاریخ الیہود کے مصنف کا بیان ہے کہ گیارہویں صدی عیسوی تک یہاں یہود موجود تھے (ص ۱۸۵)، یا قوت نے اپنے زمانہ یعنی ساتویں صدی ہجری میں اس کا حال ان الفاظ میں لکھا ہے، اس وقت یہ سرزمین بالکل ویران ہے، کنوئن اور چشمون کا پانی اب تک ویسے ہی جاری ہے، مگر اس سے فائدہ اٹھانے والا کوئی موجود نہیں ہے،

ان دونوں بیانون سے پتہ چلتا ہے کہ پانچویں اور ساتویں صدی ہجری مطابق گیارہویں اور تیرہویں صدی عیسوی کے درمیان یہود نے اس سرزمین کو چھوڑا ہے، لیکن یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ ان کے ترک وطن کے اسباب کیا تھے، اور وہ یہاں سے کہاں گئے،

بلادری کا ایک روایت ہے کہ "حضرت عمر نے خیبر کے یہودیوں کے ساتھ وادی انقری کے یہودیوں کو بھی جلا وطن کر دیا تھا، لیکن یہ بیان محل نظر ہے، دوسرے یہ روایت "قیل" کے لفظ سے مروی ہے، جو اس کے تصحیف پر وال ہے، اس کے علاوہ کچھ اور بھی دلائل ہیں

۱۔ معجم البلدان، ص ۴۴، یہود اور مسلمانوں میں جتنی جنگیں ہوئیں ان سب میں یہ قبائل یہود کبھی ساتھ نظر آتے

۲۔ معجم البلدان، ص ۴۴، یہود اور مسلمانوں میں جتنی جنگیں ہوئیں ان سب میں یہ قبائل یہود کبھی ساتھ نظر آتے

جس کی بنا پر بلا ذری کی یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی، واللہ اعلم
 تیمار | وادی القری سے قریب ہی تیمار کی بستی تھی، مذک اور وادی القری کی طرح تیمار بھی
 مدینہ اور شام کے راستہ پر واقع تھا، یہاں بھی یہود کی آبادی تھی، ظہور اسلام سے پہلے یہاں نبو
 عادیہ کا خاندان حکمران تھا، اس خاندان کا ایک ممتاز فرد سمبول بن عادیہ تھا، جو اپنی شاعری اور
 و فاشعاری میں ضرب المثل تھا، حضرت رفاعہ بن کاندکیرہ اس کتاب میں موجود ہے، اسی کے
 لڑکے تھے، یہ حضرت حنیفہ کے مامون ہوتے تھے،

بلا ذری نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وادی القری سے واپس ہوئے
 تو اہل تیمار نے صلح کی درخواست کی اور آپ نے قبول کر لی، مگر یہ بیان بھی قابلِ غور ہے
 تفصیل آگے آئے گی،

نجران | بعض واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ نجران میں بھی قدیم زمانہ سے یہود آباد تھے لیکن
 یمن کی یہودی سلطنت کے زوال کا اثر نجران کے یہودیوں پر بھی پڑا، اور آہستہ آہستہ انکی
 آبادی وہاں سے ختم ہو گئی، اور ان کی جگہ نصرانیوں نے لے لی،

ظہور اسلام سے پہلے نجران میں یہود کی موجودگی کے واقعات کے سلسلہ میں یہ واقعہ
 اور باب تاریخ اور مفسرین عام طور پر لکھتے ہیں کہ عیسائیوں نے نجران کے کسی یہودی کے
 دو لڑکوں کو کسی وجہ سے قتل کر دیا، یہودی نے یمن کے یہودی حکمران ذونواس سے
 وادری کی، اس نے نجران پر حملہ کیا، اور وہاں کی عیسائی آبادی کا قتل عام کیا، جس کی

لہ کتاب الشعر والشعراء ص ۴۵ ۴۶ فتوح البلدان ص ۴۲ ۴۳ اس سلسلہ میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ نجران
 کے عیسائیوں کا رجحان اور انکا تعاون دینی رشتہ کی بنا پر حبشہ کی عیسائی حکومت کیساتھ زیادہ تھا، اور یمن کے یہودی
 حکمرانوں اور حبشہ کے عیسائی حکمرانوں میں بہت سی کشمکش تھی، اس کشمکش کی موجودگی میں اہل نجران کی
 (باقی ص ۲۴ پر)

طرف قرآن کی اس آیت میں اشارہ ہے،

خَذِقُوا لِعَنِیْ بِرْتِیْ اَیْنِہُمْ کِیْ اَکْ

قُتِلَ اَصْحَابُ الْاَخْذِ وَذِ النَّاِیِ

رکھنے والے ملعون ہوئے

ذَاتِ الْوَقُوْدِ (بروج)

یہ واقعہ ظہور اسلام سے ایک صدی پہلے کا ہے، اس کے بعد ہی یمن کی یہودی سلطنت

ذونواس کے بعد ختم ہو گئی، اور پھر یہودیوں کو جزیرہ عرب میں سیاسی غلبہ نہیں ہوا، اس نزول

کا اثر یہودیوں کی تمام آبادیوں پر پڑا، ظہور اسلام کے وقت نجران میں عیسائیوں کے ساتھ یہودی

بھی آباد تھے، مگر تاریخ کی عام کتابوں میں اس کا ذکر نہیں ملتا، البتہ ابوداؤد کی ایک روایت

سے ان کی آبادی کا پتہ چلتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ "نجران میں یہودی آبادی تھی، جو حضرت عمرؓ

کے زمانہ تک باقی رہے، اور آپ ہی کے زمانہ میں بعض سیاسی مصلحتوں کی بنا پر جلاد

کر دیے گئے،

آئندہ اوراق میں "جزیرہ عرب میں عیسائیت" کے عنوان کے تحت اس کی پوری

تفصیل آئے گی،

ادرج اور جزیرہ عرب کی سرحد پر یہ بستیاں پاس ہی پاس واقع تھیں، جن میں یہودی آباد تھی،

(بقیہ حاشیہ ص ۲۳) یہ وقت یہودیوں کے لیے سیاسی حیثیت سے غلش کا سبب بنی ہوئی تھی، حبشہ پر براہ راست

حملہ کرنا ان کے پس سے باہر تھا، اسیلئے انھوں نے نجران ہی کو اپنی دشمنی کا نشانہ بنایا، ممکن ہے یہودی بچوں کے قتل

ہی کو یہودیوں نے نجران پر حملہ کرنا ایک سیاسی اور قانونی بہانہ بنایا ہو، جس طرح میں عیسائیوں کے لیے یہودیوں کو حملہ کیلئے ایک معمولی بہانہ نکال لیا

(جو اسی صفحہ نمبر) اس آیت کے شان نزول کے سلسلہ میں تفسیر میں متعدد واقعات مذکور ہیں، ممکن ہے ایک ہی

واقعہ نے متعدد جگہ پر مختلف شکلیں اختیار کر لی ہوں، جیسا کہ عام طور پر اس قسم کے واقعات میں ہوتا ہے،

۱۰ ابوداؤد ج ۲ باب اخراج الیہود

اور ان ہی کا غلبہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس ہوئے تو یہاں لکھا کہ باشندگان
نے صلح کی درخواست کی، اہل اذرح نے سو دینار سالانہ اور اہل جربہ اس نے تیرہ کے طور پر
کچھ متعین رقم دینے کی خواہش ظاہر کی، اس پر آپ نے ان سے صلح کر لی،

تفنا | یہ بستی خلیج عقبہ (ایبہ) کے کنارے آباد تھی، اس کی حیثیت ایک بنو رگاہ کی تھی،
یا قوت اور بلاذری دونوں نے لکھا ہے کہ یہاں کے باشندے یہودی تھے، مگر یہ کسی
نہیں لکھا ہے کہ وہ یہاں کب آباد ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جو معاہدہ
کیا تھا اس سے پتہ چلتا ہے کہ شکار باہی، کتانی اور زراعت ان کا خاص پیشہ تھا،
اہل تفنا کے معاہدہ کے سلسلہ میں کچھ قبائل غورباہین ہیں جن کا تذکرہ آگے آئے گا،

بحرین | بحرین فارس اور جزیرہ عرب کی سرحد پر واقع ہے، جو فارس کے ماتحت تھا،
یہاں کے باشندے نہ خالص عربی تھے اور نہ عجمی، بلکہ یہ مقام مختلف اور متضاد مذہب اور
تہذیب و تمدن رکھنے والی قوموں کا گم تھا، عرب و عجم، یہود و نصاریٰ اور مجوس و آتش پرست
سبھی یہاں موجود تھے، عربوں کو جن مقامات پر دوسری قوموں سے ملنے اور قریب ان کی
تہذیب و ثقافت سے واقف ہونے کا موقع ملا، ان میں ایک بحرین بھی ہے، فروع البلدان
میں ہے کہ

اہل الامراض من الجوس

اہل بحرین کی آبادی مجوس، یہود اور

والیہود والنصاری (ص ۶۷)

نصاری پر مشتمل تھی،

عرب کے مشہور قبائل عمیدانفیس، بحرین وائل، تمیم وغیرہ یہیں آباد تھے،

افسوس ہے کہ بحرین کی قدیم تاریخ پر وہ خفا میں ہے، ظہور اسلام کے وقت یہاں ساوی

۱۰ فروع البلدان ص ۶۷ ۱۱۰ ایضاً ص ۶۷

دیوان کا حکم بران تھا، غالباً یہ عرب تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلسلہ میں جب قریب کے
 ملک و سلاطین کو دعوتی خطوط لکھے تو ایک خط منذر والی بحرین کو بھی لکھا، اور حضرت علامہ
 ابن عبد اللہ کے ہاتھ روانہ فرمایا، منذر پر اس خط کا بہت اچھا اثر پڑا، اور وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گیا
 اس کے ساتھ اہل بحرین کی ایک بڑی تعداد بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئی، آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم نے منذر کو اس عہدہ پر چون کا تون باقی رکھا،

سلسلہ میں منذر نے تخریبی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یہاں کے
 یہود کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے، آپ نے جواب میں لکھا کہ جو لوگ تبلیغ اسلام کے بعد بھی
 اسلام نہ قبول کریں، ان سے فی کس ایک دینار سالانہ جریمہ لیا جائے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سعادت کے بعد یہاں کے باشندے عام طور پر مرتد
 ہونے لگے، تو حضرت بشر بن جابر رضی اللہ عنہم کا تذکرہ اس کتاب میں موجود ہے، انھوں نے
 اہل بحرین کو ارتداد سے باز رکھنے کی پوری کوشش کی،

مکہ و طائف | مکہ و طائف میں خالص عرب مشرکین کی آبادی تھی، مگر مکہ کی قدیم تاریخوں میں عربوں
 اور خصوصیت قریش اور یہود میں تجارتی و تمدنی تعلقات کے بیان کے سلسلہ میں یہود کا ذکر بھی
 آتا ہے، جس سے یہ بظاہر ہوتی ہے کہ آیا مکہ و طائف میں بھی عرب مشرکین کے ساتھ یہود آباد تھے
 یا نہیں، بعض مستشرقین نے یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام سے پہلے مکہ میں عربوں کے ساتھ یہود بھی
 آباد تھے، مگر عربی تاریخوں سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، اس لیے اس کی صحت میں ہم کو
 تامل ہے،

۱۔ فتوح البلدان ص ۸۶ ۲۔ ایضاً ص ۹۱ اور سیاسی زندگی ڈاکٹر حمید اللہ ص ۳۵۰ ۳۔ فتوح البلدان
 ص ۹۱ ۴۔ تاریخ الیہود ص ۹

اس سلسلہ میں قابلِ غور بات یہ ہے کہ اگر مکہ میں یہود موجود ہوتے تو قریش کا وفد مکہ کے یہودیوں کو
 چھوڑ کر مدینہ کے یہود کے پاس کیوں جاتا، جیسا کہ ابن ہشام اور دوسرے ارباب سیر نے تصریح
 کی ہے کہ قریش نے نصر بن حارث اور عقیب بن مویط وغیرہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت
 کے بارے میں کچھ باتیں دریافت کرنے کے لئے مدینہ بھیجا تھا، چنانچہ مفسرین نے لکھا ہے کہ
 اصحابِ کتب اور ذوالقرنین کے سلسلہ میں جو آیات نازل ہوئیں ان کا سبب
 نزول یہی واقعہ ہے،

یہ ضرور ہے کہ اہل مکہ اور یہودیوں کو ناگوار تعلقات تھے، مکہ کے عکاظ اور نجد کے بازاروں
 میں یہودی تاجر اور کارکن شریک ہوتے تھے، جہاں کہانت کی شہدہ بازیان زیادہ تر ان ہی
 کے دم سے قائم تھیں، مکہ میں بعض یہودی غلاموں کا تذکرہ بھی ملتا ہے، پھر مکہ کے قریب ہی
 بنو کنانہ آباد تھے جن میں یہودیت موجود تھی، میں سمجھتا ہوں کہ ان ہی وجوہ کی بنا پر یہ خیال قائم
 کر لیا گیا کہ یہاں یہود موجود تھے، حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے،

البتہ طائف کے متعلق یہ کہنا صحیح ہے کہ یہاں قدیم زمانہ سے یہودیوں کی ایک نو آبادی
 موجود تھی، فتوح البلدان میں ہے،

طائف کے ایک حصہ میں یہودیوں کی	کان بھلاحت الطائف قوم من
آبادی تھی جو یمن و یثرب سے نکال دیے	اليهود صلح من الیمن و یثرب
گئے تھے اور بسلسلہ تجارت یہاں آکر آباد ہو گئے	فاقامها بها للتجارة (ص ۶۳)

جبکہ طائف پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا تو وہاں کے یہودیوں پر سزیم لگایا گیا، بلاذری کی
 ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت معاویہ نے یہاں کے بعض یہودیوں کی جائداد خریدی تھی،

اس سے زیادہ بیان کے یہودیوں کے وجود کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہو سکا،

تبار و جرش | تبار و جرش طائف کے جنوب میں واقع ہیں، تاریخیوں میں ہے کہ ان بستیوں میں بھی عربوں کے ساتھ اہل کتاب آباد تھے، یہ بصراحت معلوم نہیں ہو سکا کہ اہل کتاب سے یہود و نصاریٰ دونوں مراد ہیں یا صرف یہود، لیکن ہمارا قیاس ہے کہ دونوں مراد ہیں، اور دونوں آباد ہون گے، اس لیے کہ اکثر مرکزی مقامات میں دونوں کے آباد ہونے کا پتہ چلتا ہے، جیسا کہ مرقا اور بحرین کے سلسلہ میں ذکر آچکا ہے،

یہ بہت ہی قدیم اور زرخیز بستیوں تھیں، اور خصوصیت سے تبار کے بارے میں تو یاقوت نے لکھا ہے "اس کی زرخیزی ضرب المثل ہے"۔

سلسلہ میں بیان کے عرب باشندوں نے تو اسلام قبول کر لیا، لیکن اہل کتاب اپنے دین پر قائم رہے، اور انھوں نے جزیرہ دینا قبول کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی اہل حضرت سفیان کا تقرر فرمایا تھا،

یہودیوں کی ان کچھ آبادیوں کے علاوہ عربی قبائل میں ایک ایک دو درویشوں

ملنے ہیں جنھوں نے یہودیت قبول کر لی تھی، اور بعض ایسے عربی قبائل کا بھی پتہ چلتا ہے جو پورے کے پورے جزیرہ یہودیت میں داخل ہو گئے تھے، مثلاً حمیر، بنو کندیہ، بنو کاندہ، بنو الحارث، قضاعہ، غسان اور ہذام کے بعض خاندانوں میں بھی یہودیت تھی،

یہودی قبائل اور ان کی آبادیوں کا ذکر اس وسعت کیساتھ اس لیے کیا گیا ہے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ جزیرہ عرب کے اندر کتنی بھی تجارتی، زراعتی، سیاسی، مرکزی مقامات تھے، تقریباً ان سب پر یہودیوں کا قبضہ تھا، یا کم از کم وہاں ان کا اثر و سربس تھا، دوسرے آئندہ جو مباحث آئیں گے

معجم البلدان ج ۲ ص ۲۵۶ سے فتوح البلدان ص ۶۶ سے معارف ابن قتیبہ ص ۲۶۶ گے یعقوبی ج ۱ ص ۲۹۸

ہیں ان میں بھی اس تفصیل سے واقعات کے سمجھنے میں بہت کافی مدد ملے گی۔

اسلام سے پہلے عربوں اور یہودیوں	جزیرہ عرب میں یہودیوں کی آمد اور ان کی آبادیوں کی
کے تعلقات اور اس کی نوعیت	جو تفصیل بیان کی گئی ہے، اس سے اجمالاً عربوں اور

یہودیوں کے تعلقات پر بھی روشنی پڑتی ہے، مگر پھر بھی اس سلسلہ میں مزید تفصیل کی ضرورت ہے تاکہ ان کے تعلقات کی تمام جہتیں اور انکی نوعیتیں پورے طور سے سامنے آجائیں۔

اسلام سے پہلے عربوں اور یہودیوں میں گونا گون معاشرتی اور تمدنی تعلقات تھے، مگر ان کے باوجود ذہنی طور پر ان میں ایک طرح کی اجنبیت اور مغایرت بھی موجود تھی، مگر وہ وطنی اور معاشرتی نہیں تھی، بلکہ معاشی اور مذہبی تفوق یا فضیلت منغلویت کی تھی،

یہودیوں الہی کے ماننے والے اور صحت سہادی کے حامل تھے، پھر اسی کے ساتھ انکو پورے جزیرہ میں معاشی غلبہ بھی حاصل تھا، اس لیے وہ عام عربوں کے مقابلہ میں اپنے کو افضل اور بہتر سمجھتے تھے،

غالباً اسی تفوق پسندی ہی کا نتیجہ تھا کہ یہود خالص عرب آبادی میں بہت کم آباد تھے، اور یہاں عربوں کے ساتھ وہ آباد بھی تھے، اور وہ ان انھوں نے اپنا تفوق قائم رکھنے کے لیے کوئی نہ کوئی امتیاز بھی باقی رکھا، یہودی آبادیوں کے نقشے پر آپ نظر ڈالیں گے تو عاجز کے اس خیال کی پوری تائید ہوگی،

مگر چونکہ ان کو پورے جزیرہ میں عدوی اکثریت حاصل نہیں تھی، اور دوسرے ان کے تجارتی اسباب و سامان اور زرعی پیداوار و حاصلات کی منڈی زیادہ تر عربی آبادیوں میں تھی، اس لیے وہ عربوں سے بالکل منقطع اور علیحدہ رہنے پر مجبور نہیں رہ سکتے تھے، یہی وجہ ہے کہ اس تفوق کے باوجود انھوں نے ہمیشہ عربوں سے اپنے تعلقات استوار رکھنے کی کوشش

کی جیسا کہ ہر تجارت پیشہ کار باری قوم کا شیوہ ہوتا ہے، اسی کے مقابلہ میں عام اہل عرب
 مذہبی اور معاشی و ذہنی حیثیت سے اپنے کو یہود سے کمتر سمجھتے تھے، اور وہ شاید سمجھنے پر مجبور
 بھی تھے، اس لیے کہ ان نعمتوں سے جو یہودیوں کو حاصل تھیں، ان کا دامن قریب قریب
 خالی تھا، نہ تو ان کے پاس کوئی کتاب الہی تھی اور نہ معاشی حیثیت سے وہ مطمئن تھے،
 قریش جو تجارت میں معروف و مشہور تھے، اور جن کو کعبہ کے کلید بردار اور نگران ہونے
 کی وجہ سے سارے عرب کی سیادت ہی نہیں بلکہ پورے جزیرہ عرب کی بے تاج کی بادشاہی
 بھی حاصل تھی، وہ بھی یہود کی مذہبی افضلیت و تفوق کے معترف اور ان کی معاشی برتری کے
 ماننے پر مجبور تھے۔

قرآن نے متعدد جگہ اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اگر تم کو (اہل عرب) رسول کی سچائی
 اور دین حق میں شبہ ہو تو اہل کتاب سے پوچھ لو، حدیث و سیر کی کتابوں سے ثابت ہے
 کہ قریش نے متعدد بار اپنے وفود مدینہ کے یہود کے پاس اس لیے بھیجے کہ وہ آپ کی نبوت اور
 آپ کے صفات کتب سابقہ کی روشنی میں ان سے دریافت کریں، اسی تفوق و افضلیت ہی
 کا اثر تھا کہ جب لوگوں کے بچے زندہ نہیں رہتے تھے تو وہ منست مانتے تھے کہ بچہ زندہ
 رہ جائیگا تو اسے یہودی بنا دیں گے، چنانچہ مدینہ میں اس طرح کے بہت سے جدید الیہود
 افراد موجود تھے، تفصیل آگے آئے گی۔

معاشی حیثیت سے بھی یہود کو عربوں پر عام طور سے تفوق حاصل تھا، مدینہ کی بیشتر
 آبادی ان کی مقروض تھی، خیبر کا بھی یہی حال تھا، وہاں وہ عربوں سے مزدوری کرتے تھے،
 جس وقت خیبر فتح ہوا ہے، اس وقت بہت سے عرب خدمت گزار ان کے پاس موجود

۱۔ ابو داؤد ج ۲ ص ۹۰ کتابا بنیاد کے ابن ہشام وغیرہ

قریش جو پورے عرب میں ممتاز اور صاحبِ رحلتہ اشراف و اعلیٰ تھے، وہ بھی شادی بیاہ کے موقع پر خیبر کے یہودیوں سے زیورات کریمہ خریدتے تھے، ایک مرتبہ اسی طرح کے مستعار زیورات گم ہوئے تو قریش نے یہودیوں کو دس ہزار دینار ہرجانہ ادا کیا۔

کہنا یہ ہے کہ اسلام سے پہلے عربوں اور یہودیوں میں باہم معاشی اور معاشرتی تعلقات تھے، اور باوجود تفریق و مذہبی متناہت کے جنگ و غیرہ کے مواقع پر اپنے مروجہ کے ماتحت عربی قبائل سے وہ تحلیف و معاہدہ کرتے تھے، اور اس میں شریک ہوتے تھے۔

مدینہ کے مشہور عربی قبائل اوس و خزرج میں جتنی لڑائیاں ہوئیں، ان میں وہاں کے یہودی قبائل کسی کسی کے حلیف تھے، اسی طرح خیبر کے یہودیوں سے اس پاس کے تمام قبائل سے معاہدہ جنگ تھا، چنانچہ اسلامی عہد و امان کے مواقع پر انھوں نے اس تحلیف و معاہدہ سے لڑا فائدہ اٹھایا،

یہی نہیں بلکہ بعض عربی قبائل اور یہودیوں میں شادی بیاہ کے رشتے بھی شروع ہو گئے تھے، کہیں جو یہودی قبائل کا شمار انھوں نے کیا اور سب سے بڑا دشمن اسلام تھا، اس کا باپ اشراف قبیلہ طے اور بعض روایتوں میں ہے کہ بنو نہمان سے تھا، جس نے مدینہ میں آکر اپنا اثر و رسوخ پیدا کیا، اور سردار بنو نضیر اور ارفع کی لڑائی سے شادی کر لی تھی، اس طرح مدینہ کے یہود اور عربی قبائل میں بھی غالباً اسی قسم کے تعلقات تھے، اور خوبصورت سے وہ قبائل جو جدید الہود کہلاتے تھے،

لے السیر الکبیر جلد ۱ ص ۱۸۶ تقریباً ۲۵ ہزار روپیے ہوئے۔ مثلاً جنگ بخارا اور جنگ بلخ وغیرہ سے مثلاً غزوہ بدر، غزوہ خندق، غزوہ خیبر وغیرہ کے زرقانی ج ۲ ص ۱۷۰ ہے ان قبائل کا ذکر اوپر آچکا ہے،

ظہور اسلام سے پہلے یہود اور عرب کے
ایک دوسرے پر تمدنی اور معاشرتی اثرات

یہ تو اب تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ عرب اسلام سے پہلے دنیا
سے بالکل منقطع نہیں ہو گئے تھے، بلکہ دنیا کے دوسرے

ملکوں سے ان کا ہمیشہ واسطہ رہا، اور دنیا کی مختلف قوموں کے تمدنی اور مذہبی اثرات
بھی ان پر پڑے تھے، اسی طرح ان ملکوں اور قوموں پر بھی انہوں نے اپنے اثرات ڈالے
جن سے ان کا واسطہ رہا یا جو جزیرہ عرب میں آباد تھیں،

یہود ایک قریب قوم تھی، جو دنیا کے ہر خطہ میں آباد تھی، خصوصیت سے عراق، ایران،
مصر، یونان اور شام کے علاقہ میں ان کی کثیر آبادی تھی، لیکن اس قدامت کے باوجود انکی
قسمت میں زیادہ تر ہجرت ہی مقدر تھی، یا ان کی طبیعت ہی ایسی واقع تھی کہ کسی ایک جگہ حکم
نہیں رہ سکتے تھے، جو بات بھی ہو، بہر حال ایسا ضرور ہوا کہ وہ جہاں بھی آباد ہوئے وہاں
سے انہیں ہجرت ضرور کرنی پڑی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو دنیا کی مختلف قوموں اور انکے
تمدنوں اور تہذیبوں سے واسطہ پڑا، کسی کو کچھ دیا اور کسی سے کچھ لیا،

عرب میں جو یہود آباد تھے، جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے کہ ان کی اکثر آبادی باہر
اور خصوصیت سے شام و فلسطین کے علاقوں سے ہجرت کر کے آئی تھی، ظاہر ہے کہ وہ جب
یہاں آئے تو ان ملکوں اور قوموں کے تمدنی اور مذہبی اثرات بھی اپنے ساتھ لائے، جن سے

ان کا واسطہ رہ چکا تھا، اور چونکہ یہ جزیرہ عرب کے ہر خطہ میں آباد تھے، اس لیے انہوں
نے پورے جزیرہ کی عرب آبادی کو اس سے کم و بیش متاثر کیا، لیکن یہ اثرات صرف
ایک ہی طرف سے نہیں، ہر دو طرف سے پڑے تھے، بلکہ بعض حبشیوں سے تو عربوں
کے اثرات ان پر زیادہ معلوم ہوتے ہیں، اسی بنا پر بعض مستشرقین نے یہ رائے قائم کر لی کہ
جزیرہ عرب کے یہود دنیا سے بالکل منقطع ہو چکے تھے، اور ان میں یہودی خصوصیات

باقی نہیں رہ گئی تھیں، اور بعض نے یہ خیال قائم کر لیا کہ جزیرہ عرب کے یہودی باہر سے ہجرت
کے سرے آئے ہی نہیں تھے،

اب ہم مختصر طور سے یہود کے اثرات کا ذکر کرتے ہیں جس کے ضمن میں عربوں کے
بعض بعض اثرات کا ذکر بھی آئے گا، اور ذکر آچکا ہے کہ یہود کو عربوں پر مختلف حیثیتوں
سے تفوق حاصل تھا، جس کا عرب بھی اعتراف کرتے تھے، اور بہت سے معاملات میں انہی
کی اقتدا کرتے تھے، ابن عباسؓ کے اثر سے بھی اس پر روشنی پڑتی ہے، وہ فرماتے ہیں،

کان ہذا الحی من الانصار وہم	یہ انصار کے قبائل اہل کتاب کے
اہل دین مع ہذا الحی وہم اہل	قبائل کے ساتھ آباد تھے، انصار انکو
الکتاب، فکانوا یرون فضلنا علیہم	علم و فضل میں اپنے سے افضل سمجھتے تھے
فی العلم وکانوا یقتدون فی	اور اکثر معاملات زندگی میں ان کی
کثیر من فعلہم (ابوداؤد)	اقتدا کرتے تھے،

یہود کے پیشے | جزیرہ عرب میں جہاں بھی یہود آباد تھے، عموماً ان کے خاص تین پیشے تھے
زراعت، تجارت، اور صنعت و حرفت،

زراعت | بعض مستشرقین کا خیال ہے کہ زراعت میں یہود عربوں کے استاد تھے، اسکا

یہ مطلب نہیں کہ عرب یہود کی آمد سے پہلے زراعت کرنا نہیں جانتے تھے، اور یہود نے اگر
ان کو سکھایا، بلکہ انہوں نے زراعت کے نئے نئے طریقے، اور اس کے لیے جدید قسم کے
آلات عربوں کو بتائے، اور بعض نئے قسم کے پودوں اور درختوں سے ان کو آگاہ کیا،
جن سے پہلے یہاں کے لوگ واقف نہیں تھے، اسی طرح یہودیوں کو پرندوں اور جانوروں

لے تاریخ الیہود ص ۱۵ و ۱۶ ابن ہشام بحوالہ تاریخ الیہود

کے پالنے کا بھی شوق تھا۔

حجاز کے یہود عموماً شام و فلسطین سے آئے تھے، جہاں کی زمین زرخیزی اور زراعت کی موزونیت کے لحاظ سے عرب ایشیا تھی، اس لیے وہاں سے آنے والے یہودیوں نے اگر یون کو نئے طریقہ زراعت سے آگاہ کیا تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے، پھر شام کی سرزمین کو صحفِ قدیم میں ^۱ زمین کی زمین کہا گیا ہے، بہت ممکن ہے کہ یہ اور اسی قسم کے اور دوسرے درخت بھی یہودیوں کے ذریعہ جزیرہ میں آئے ہوں،

لیکن جانوروں کے پالنے کا شوق تو اس میں دونوں شریک ہیں، بلکہ کہنا چاہیے کہ یہودیوں سے کہیں زیادہ عربوں میں تھا، اس لیے کہ جزیرہ عرب کی بیشتر آبادی کا دارزندہ جانوروں کے دودھ ہی پٹھا، دوسرے وہاں کی زیادہ تر آبادی خانہ بدوش تھی، جن کو ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے اور اسباب لیجانے کے لیے بھی جانوروں کی ضرورت ہوتی تھی، یہ بات ضرور ہے کہ عرب زیادہ تر نقل و حرکت اور دودھ اور غذا کے لیے جانوروں کی پرورش کرتے تھے، ہو سکتا ہے کہ زراعت اور اس کی سیرابی وغیرہ کے لیے جانوروں کی پرورش اور ان کا گوناگون استعمال عربوں نے یہود سے سیکھا ہو،

تاریخ انہو کے مصنف نے ابن ہشام کے حوالے سے لکھا ہے کہ بعض یہود مدعیان بھی پالتے تھے، مگر مجھے ابن ہشام میں یہ واقعہ نہیں مل سکا، اگر یہ صحیح ہے تو یہ یہود کی خصوصیت تھی تجارت اظہوا اسلام کے وقت اور اس سے بہت پہلے سے یہود اور عرب دونوں جزیرہ میں اور جزیرہ کے باہر تجارت کرتے نظر آتے ہیں، اور خصوصیت سے قریش تو اس حدیث سے پورے عرب میں متاثر تھے، اس لیے ان میں سے کسی ایک کو مقدم یا مؤخر کرنا بہت

فتوح البلدان ص ۶۸۳ ۶۸۴ ج ۱ اول اوزنہوں قرآن نے بھی سورہ میں ان چیزوں کا ذکر کیا ہے

دشوار ہے۔ تاہم یہ صحیح ہے کہ یہودیوں کو سوریس قبل مسیح کی تجارت کرنے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور جہان بھی وہ رہے، یہ پیشہ ان کے ساتھ رہا، جزیرہ عرب میں آئے تو یہاں بھی انھوں نے یہی پیشہ اختیار کیا، جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں، دوسرے اپنی سکونت و رہائش کے لیے بھی انھوں نے خاص طور سے جزیرہ کے ان ہی خطوں اور علاقوں کو پسند کیا، جن میں پہلے سے کچھ زرعی و کاروباری صلاحیت موجود تھی، بخلاف اس کے عربوں کی عام بستیوں اور آبادیوں کو اس طرح کی کوئی خصوصیت حاصل نہیں تھی، ہاں مکہ کو کعبۃ اللہ اور بیت الحرام کی وجہ سے دینی اہمیت و مرکزیت ضرور حاصل تھی، اور اسی کی کشش ووردور سے لوگوں کو یہاں کھینچ لاتی تھی، اور اس طرح وہ سال کے کچھ مہینوں میں تجارتی منڈی بن جاتا تھا، لیکن بذات خود اس میں کوئی زرعی یا تجارتی صلاحیت نہیں تھی، اور اسی لیے رب کعبہ نے اس کو قرآن پاک میں وادی غیر ذی زرع سے تعبیر کیا ہے،

پورے حجاز میں طائف اور مدینہ دو ایسے مقامات تھے، جنہیں تجارتی اور زرعی اہمیت بھی حاصل تھی، اور جہاں عربوں کی عددی اکثریت بھی تھی، اور یہاں اقلیت میں تھے، مگر وہاں کی تجارت و ذراعت پر یہودی ہی چھاپے ہوئے تھے، ان دونوں مقامات کا تذکرہ اوپر آچکا ہے،

یہ وجہ ہیں، جن کی بنا پر ہمارا قیاس ہے کہ یہ پیشہ عربوں میں یہودیوں ہی کے ذریعہ آیا ہوگا،

تجارتی بازار | عربوں کی ہر مشہور بستی میں چھوٹے بڑے میلے اور بعض جگہ ہفتہ وار بازار لگتے تھے، ان کے علاوہ سال میں بعض اور بھی بڑے بڑے بازار اور میلے لگتے تھے، جہاں

۱۰ نظام حکمرانی ڈاکٹر حمید اللہ ص ۲۳۲

یہود کے شرکت کی تصریح کم ملتی ہے، مگر وہ ان میں شریک ضرور ہونے ہون گے ایسے کہ جزیرہ عرب کے ۲۰ مشہور شہروں میں سے تقریباً دس، گیارہ شہروں میں یہود کا معاشی و اقتصادی غلبہ تھا، محمد بن حبیب نے لکھا ہے کہ بحرین اور دومتہ الجندل میں جہاں یہود آباد تھے، دو مشہور میلے لگتے تھے، یقیناً ان میں ان کی موثر شرکت ہوتی ہوگی، مدینہ میں ایک بازار سوق بنی قینقاع تو یہود کے مشہور قبیلہ قینقاع ہی کے نام سے مشہور تھا جس کا تذکرہ سیر کی کتابوں میں موجود ہے،

سامان تجارت | سامان تجارت میں عموماً قلعے، کچورین، اسلحے اور کپڑے وغیرہ ہوتے تھے جنہیں بیچنے کے لیے باہر لے جاتے تھے، بعض حصوں کے یہود پھلی کی بھی تجارت کرتے تھے، مثلاً مٹنا کے یہودیوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو معاہدہ کیا تھا، اس میں جو چیزیں بطور ٹیکس لینا طے پائی تھیں ان میں پھلیاں بھی تھیں،

ظہور اسلام کے وقت جزیرہ سے باہر یہود سے زیادہ عرب اور ان میں بھی خصوصاً سے اہل مکہ ہم کو تجارتی سفر کرتے نظر آتے ہیں، ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہود جن کا قدیم زمانہ سے عرب کے باہر بھی کاروبار تھا، اور جب تک ایک فرد، اور اس فتح یہودی آخری دور میں بھی، بہت سے زیادہ مشہور تھا، یہاں تک کہ اس کا لقب ہی تاجرا حجاز والشام پر لگایا تھا، ظہور اسلام کے وقت دفعۃً ان کی برآمدی تجارت کیوں کم ہو گئی، اور ان کا کاروبار اندرون ملک تک کیوں محدود ہو کر رہ گیا،

اسی کے ساتھ یہ بھی قابل ذکر امر ہے کہ پورے جزیرہ عرب میں رہنے والی یہودیوں کی بھی روایات تھیں ہیں یہودیوں کی، اور مشرق میں عربوں کے شریک تھے،

لے کتاب المجرس، ۱۵۱۱ء مرقع البلدان ذکر مٹنا سے تاریخ الخلیفہ ص ۱۱۶، صحیح بخاری باب قتل انکم والمشرک

خصوصیت سے اہل طائف سودی کاروبار میں زیادہ مشہور تھے، مجم البہدان میں ہے،
 کا نوا اصحاب رہا
 اہل طائف بڑے سود خوار تھے،

مشہور عرب اگر سودی کاروبار کرتے تھے، تو کچھ زیادہ تعجب خیز نہیں ہے، لیکن یہود
 و نصاریٰ کی سود خواری البتہ ہیرت انگیز ہے کہ وہ صاحب ثروت اور اہل کتاب تھے
 اور قرآن کی تصریح ہے کہ ان کو جہان اور بہت سی باتوں پر ملامت کی گئی تھی، اور ان کو
 ان سے روکا گیا تھا، ان میں ایک سود بھی تھا، مگر وہ باز نہ آئے،

وَ أَكَلِيهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا
 اور ان کے سود لینے کی وجہ ملامت کی گئی،
 حالانکہ وہ اس سے روکے گئے تھے،

البتہ عربوں کا خیال تھا کہ یہ بھی ایک قسم کی تجارت ہے، قرآن میں ہے،

قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا
 ان لوگوں نے کہا کہ بیع مثل ربا کے ہے،

پھر حال یہ تو یہ لعنت یہود کے ذریعہ عربوں میں آئی یا عربوں کے اثر سے یہود اس میں

مبتلا ہوئے، دونوں باتوں کا امکان ہے،

لیکن سورہ مائدہ میں جہان یہود کے ان معائب کا جو بہت قدیم زمانہ سے ان میں موجود

تھے، تذکرہ ہے، ان میں ایک سود خواری بھی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت قدیم زمانہ
 سے وہ اس میں مبتلا تھے، اس کے برخلاف عربوں کی تجارت کی تاریخ بہت زیادہ قدیم
 نہیں ہے، اس لیے غالب گمان یہ ہے کہ اس طریق تجارت کو یہود ہی نے یہاں فروغ
 دیا ہوگا، جس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ ربا کا جتنا عام رواج یہود میں تھا اور اس کی جتنی
 سختی سے سخت شہین وہ متحرک کرتے تھے، عرب اس میں ان سے پیچھے تھے،

میں دار تہان کا طریقہ بھی یہود اور عرب دونوں میں رائج تھا، خصوصیت کے مدینہ

اور خیبر کے یہودیوں میں یہ بہت عام تھا، یہ بھی سود خوار ہی ہی کی ایک شاخ تھی، مگر اس کو بھی وہ ایک قسم کی تجارت سمجھتے تھے،

صنعت و حرفت | صنعت و حرفت کا رواج اگرچہ جزیرہ عرب کے تمام باشندوں میں تھا،

مگر یہود اس میں بہت ممتاز تھے، اور وہ عموماً کپڑے، اسلحے اور سونے اور لوہے کا کام کرتے تھے، اور کتبوں حصوں کے یہودیوں میں لکڑی کی صنعت بھی تھی، رومی کی کتابی اور کپڑے کی بنائی میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی حصہ لیتی تھیں، ایشرب کے یہودیوں میں تو کپڑے

کی صنعت بہت کم تھی، مگر مقنا، دومتہ اجندل اور مین کے یہودی اس میں بڑی تجارت رکھتے

تھے، اسلحہ سازی یہود کا خاص پیشہ تھا، یہود جس جگہ بھی آباد تھے، یہ صنعت ان میں موجود تھی،

مدینہ میں بنو قنیقاع اور خیبر کے یہودی اس میں بہت ممتاز تھے، اس زمانہ کے ہر قسم کے مروج اسلحے

مثلاً تلوار، نیزے، ڈھال، خود اور زرع وہ تیار کرتے تھے، خیبر کے یہود تو شاید منجینق تک

جو اس وقت کا سب سے ترقی یافتہ اسلحہ تھا، تیار کرتے تھے، غزوہ خیبر میں انھوں نے مسلمانوں

کے خلاف اسلحہ استعمال بھی کیا تھا، کیا عجیب ہے کہ مسلمانوں کو منجینق پہن سے ہاتھ لگی ہو، جبکہ

یہودیوں نے اپنے میں زناکف و غیرہ کی جنگ میں استعمال کیا،

اس صنعت کی وجہ سے یہود اپنے کو دفاعی حیثیت سے بہت زیادہ مضبوط اور مامون

نظر کرتے تھے، اور اس کی وجہ سے ان میں ایک قسم کا غرور و تکبر بھی پیدا ہو گیا تھا، چنانچہ


بنو قنیقاع نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور تحدی کے کہا تھا کہ تم سے مقابلہ ہو گا تو معلوم

ہو گا تمہیں بھی عربوں کے مقابلہ میں یہود زیادہ ترقی یافتہ تھے، مدینہ اور خیبر کے یہودیوں

۱۰ ابن سعد ج ۲ ص ۲۸، فتوح البلدان ص ۶۸ و ۶۶

۱۱ فتوح البلدان

کے بعض مکانات اور قلعوں کے نشانات اب بھی باقی ہیں، جو ان کے ذوق تعمیر کی شہادت دیتے ہیں،

عربی ادب میں یہود کا حصہ  یہود کی مادری زبان عبرانی تھی، مگر جزیرہ عرب میں ان کی زبان رفتہ رفتہ بالکل عربی ہو گئی تھی، ان میں عبرانی زبان مذہبی حیثیت سے اب بھی باقی تھی جسکو ان کے علماء و احبار جانتے تھے، اس میں ان کی مذہبی کتابیں تھیں، اور اسی زبان میں وہ ان کی تلاوت کرتے تھے، مگر عوام شاید اس قدر بھی عبرانی نہیں جانتے تھے،

کلیلیوں المکتب الامانی ان میں بعض ہیں جو کتاب کا علم نہیں رکھتے

مگر صرف خواہشات،

مخلاف اس کے ان کی روزمرہ کی زبان اور ان کی شاعری کی زبان عربی تھی اور اسی میں وہ کار و بار اور معاہدہ صلح و جنگ کرتے تھے، یہ ضرور ہے کہ عبرانی زبان کی سیکڑوں ترکیبیں، مذہبی اصطلاحیں اور تمدنی و معاشرتی الفاظ ان کی زبان پر چڑھے ہوئے تھے، جو ان کے ذریعہ عربی زبان میں داخل ہوئے، خود قرآن مجید میں ایسے متعدد الفاظ موجود ہیں جن کے متعلق مفسرین نے لکھا ہے کہ عبرانی زبان سے عربی میں آئے ہیں،

مثلاً جر کا لفظ عربی ادب اور خود قرآن میں مستعمل ہے، عبرانی میں ابتداً اس کے معنی

رفیق (חבר) کے تھے، پھر یہ گروہ اور مذہبی فرقہ کے معنی میں مستعمل ہونے لگا، اس کے بعد عالم کے معنی میں استعمال ہوا، اور اس وقت عربی زبان میں اسی معنی میں مستعمل ہے، اسی طرح نسی کے لفظ کے متعلق بعض مستشرقین نے لکھا ہے کہ عبرانی لفظ ہے، عبرانی میں اناسی (دون N) اس شخص کو کہتے ہیں جو ہینوں

کو مقدم و موثر کرتا تھا، عربی مورخین لکھتے ہیں کہ یون میں نسی کا رواج سب سے پہلے بنو کنانہ میں شروع ہوا، اور ذکر آچکا ہے کہ بنو کنانہ میں یہودیت موجود تھی، اسلئے



اس لیے ممکن ہے کہ یہ طریقہ انھوں نے یہودیوں سے سیکھا ہو، اور پھر عربوں نے اس کو
رواج دیا ہو، اس خیال کی تائید مقررزی اور برودی کے بیان سے بھی ہوتی ہے، انھوں نے
لکھا ہے کہ عمل کبیرہ اہل عرب نے یہود سے دو سو برس قبل اسلام سیکھا تھا،

لفظ آطام کے متعلق بھی بحث ہے کہ یہ خالص عربی لفظ ہے، یا عبرانی، اس لفظ کے
جتنے عربی مشتقات ہیں ان سب میں ارتفاع، بلندی، حفاظت اور بند کرنے کے معنی پائے
جاتے ہیں، جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ عبرانی سے عربی میں آیا ہے، ایسے کہ عبری میں اطم
تقریباً ان ہی مذکورہ معنوں میں مستعمل ہے، ظہور اسلام کے وقت یہ لفظ عام طور پر قلعوں اور
اوپر نیچے ٹیلوں کے معنی میں بولا جاتا تھا، مگر یہ خصوصیت اطم کو قلعہ کے علاوہ ان مقامات
کے لیے بھی استعمال کرتے تھے جن میں وہ جمع ہو کر مشورہ کرتے تھے، یہ لفظ زیادہ تر شمالی
جزیرہ میں مستعمل تھا، عربی کے دوسرے حصوں میں اس کا استعمال شاید نہیں تھا، اور اگر تھا تو
بہت کم جو اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ عربوں کے ذریعہ بیان آیا، ان وجوہ کی بنا پر اسے عبرانی کہنا زیادہ صحیح ہے،

امام سیوطی نے قرآن کے ان جملوں کو عبرانی سے ماخوذ بتایا ہے،

كفنا عنهم سيئاتهم، اس کے معنی عبرانی میں عفا عنهم ہیں، اخذنا انی الارض
کے معنی عبرانی ہیں رکن ہیں، انا هدنا الیک کے معنی شبنا الیک ہیں،
ان الفاظ کو بھی عبرانی الاصل بتایا گیا ہے،

ومن مرقوم، اواقا، یم، حطه، اسباط، راعنا، بعین، لینه، فیسیس

ابلیس جہنم، شیطان،

ان میں بعض لفظ ایسے ہیں جن کے ساتھ ایک دینی اصطلاح اور ایک تاریخ

لہ تاریخ الیہود بحوالہ الآثار الباقیہ لہ دیکھیے لفظ اطم لسان العرب ج ۱۲

والبتہ ہے ظاہر ہے کہ ان اصطلاحوں اور ان واقعات کی تفصیل سے زیادہ تر یہودی واقعے تھے، اس لیے اہل عرب ان کے متعلق سوالات کرتے ہوں گے، اور وہ انکی تشریح کرتے ہوں گے جس کو کتنے نئے واقعات اور کتنے نئے تصورات، کتنے جدید الفاظ سے عربی زبان کا دامن مالا مال ہوتا ہوگا اسی بنا پر اہل عرب یہود کے بارے میں کہتے تھے،

لکم علم لیس ایضا
تم لوگوں کے پاس علم ہے جس سے ہم بے بہرہ ہیں

تخریر کارواج | اس سلسلہ میں یہ بحث بھی آتی ہے کہ عربی تخریر کارواج ربیعہ پہلے کس کے ذریعہ ہوا؟ صاحب فتوح البلدان نے عربی خط پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ربیعہ پہلے قبیلہ طے کے چند افراد نے عربی خط ایجاد کیا، اور اس کے حروف تہجی کی بنیاد انھوں نے سریانی زبان پر رکھی، اس کے بعد ان سے اہل انبار نے اور اہل انبار سے اہل حیرہ نے سیکھا، پھر اہل حیرہ سے دومتہ ابجد کے حکمران بشر بن عبد الملک نصرانی نے سیکھا، اور اسی نے اس کو مکہ میں رواج دیا، پھر آگے لکھا ہے کہ قبیلہ طے کے ان ہی افراد سے بنو کلب اور اہل وادی القری نے بھی عربی تخریر سیکھی۔

اس بیان سے اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ عربوں ہی کی ایجاد ہے، مگر اس کی ایجاد کا جو زمانہ اس میں بیان کیا گیا ہے وہ ظہور اسلام سے کچھ ہی پہلے کا ہے، حالانکہ عربی خط کی تاریخ اس سے قدیم ہے۔

معجم البلدان کا ایک دوسرا بیان یہ ہے

کان الکتاب (الکتابۃ) بالعربیۃ قبیلہ ادس اور خزرج کے لوگ عربی میں

فی الاوس والخنزراج قدیداً لکھنا پڑھنا بہت کم جانتے تھے، مدینہ کے

ابن ہشام جو تاریخ ایہود میں، ۲۷۰ فتح البلدان میں، ۲۷۱ میں ایضاً

وكان بعض اليهود قد علم
بعض يهود نے بہت قدیم زمانہ سے عربی میں
كتاب العربية وكان تعلمه
لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا، اور اپنے بچوں کو
الصبيان بالمدینة فی الزمان
بھی اس کی تعلیم دیتے تھے،
اکاول

اسی بیان کو سامنے رکھ کر تاریخ الیہود کے مصنف نے لکھا ہے کہ

ان يهود يثرب كانوا اساتذة
یثرب کے یہود عربی تحریر میں عربوں کے
العرب فی تعلم الكتابة العربية (م) استاذ تھے،

بلا ذری کے بیان سے یہ تو نہیں معلوم ہوتا کہ پورے جزیرہ عرب میں یہود کے ذریعہ عربی
تحریر کا رواج ہوا، مگر اتنی بات ضرور ثابت ہوتی ہے کہ شمالی حجاز میں یہود ہی کے ذریعہ اسے
فروغ ہوا، یہ قرین قیاس بھی ہے، اس لیے کہ تحریر کی ترویج و ترقی تمدن و حضارت
کے سایہ میں ہوتی ہے، اور وہ اہل عرب میں مفقود تھی، بخلاف یہود کے کہ وہ عربوں کے مقابلہ
زیادہ تمدن تھے، پھر ان کو تجارتی کاروبار میں بھی اس کی ضرورت پڑتی رہی ہوگی، ظہور اسلام
کے وقت مکہ اور مدینہ میں جو چند پڑھے لکھے لوگ ملتے ہیں وہ خود اس بات کا ثبوت ہے کہ تمدنی
ضروریات نے انہیں لکھنے پڑھنے پر مجبور کیا، ورنہ اس سے پہلے یہ چیز ان میں ناپید تھی،

شعرو شاعری | شعرو شاعری اہل عرب کے خمیر میں تھی، اس کا چرچا ہر مغل اور ہر گھر میں تھا، اس کے
ذریعہ بڑے بڑے شعر کے سر ہوتے تھے، اور اسی کے سہارے قبیلوں اور خاندانوں کی سیاہ
و قیادت ملتی تھی۔ جزیرہ میں جتنی قومیں آباد تھیں، یہودی، نصرانی یا مجوسی، وہ سب عربوں کے

لے فتوح البلدان ۳، ۹، ۱۰ اس کی تفصیل کا موقع نہیں، ورنہ اس کے دلائل
پیش کیے جاتے،

شعر و شاعری سے متاثر ہوئیں اور انھوں نے خود بھی اس میں حصہ لیا، اور اس طرح عربوں کے بہت سے اخلاق و عادات اور تصورات غیر محسوس طور پر ان میں رواج پائے گئے،

جزیرہ عرب کے یہود میں متعدد خطباء و شعراء پیدا ہوئے، ابن سلام نے طبقات الشعراء میں ان کا تذکرہ کیا ہے، مگر ان میں کسی قدیم شاعر کا نام نہیں ہے، ان میں بیشتر ظہور اسلام کے وقت موجود تھے، یا اس سے کچھ پہلے گزر چکے تھے، ان کے نام یہ ہیں:

(۱) سمول بن عادیا، یہ یہود کے صاحب دیوان اور فحول شعراء میں تھا، اس کا دیوان الالب شیخو صاحب المنجد نے بڑے اہتمام سے چھپوایا ہے، اس کا زمانہ ظہور اسلام سے کچھ پہلے ہے، اسی کے لڑکے حضرت رفاعہ صحابی ہیں، جن کا تذکرہ اس کتاب میں موجود ہے۔

(۲) رافع بن الحقیق قبیلہ بنو نضیر سے اس کا تعلق تھا، اس نے اسلام کے خلاف اپنے اشعار میں بہت زہر افشانی کی ہے، سیرت اور طبقات کی کتابوں میں اس کے بہت سے اشعار موجود ہیں۔

(۳) کوپ بن اشرف۔ یہود بدینہ کا سب سے مشہور شاعر اور ان کا سرگروہ تھا، اسکو شاعری پر پوری قدرت تھی، اسلام سے اس کو طبعی بغض تھا، اس لیے وہ اپنے اشعار کے ذریعہ اسلام کے خلاف خوب زہر اگلاتا تھا، مقتولین بدر کا مرثیہ لکھ کر اس نے قریش سے خراج تحسین وصول کیا، ادب و سیرت کی کتابوں میں اس کے مرثی اور دوسرے اشعار کثرت سے ملتے ہیں۔

ان کے علاوہ شریح بن عمران، شعبہ بن غریض، ابو قیس بن رفاعہ، ابو الذیال، ورمکم بن زید وغیرہ یہودی شعرا کا تذکرہ بھی ابن سلام نے کیا ہے، بعض یہودی شعراء کا تذکرہ اس کتاب میں بھی موجود ہے، اغانی میں ایک یہودی شاعر کا تذکرہ موجود ہے جس نے یہودی مقتولین کا

لے اسکے یہودی یا نصرانی ہونے کی بحث کتاب میں موجود ہے ایسے ہم بیان نظر انداز کرتے ہیں لہ طبقات الشعراء ص ۱۰۹ و ۱۱۰

مرتبہ کیا تھا، اسی طرح صاحب تاریخ انجیل نے ایک خاتون شاعرہ خصما کا تذکرہ کیا ہے،
طوالت کے خیال سے ان شعراء کے اشعار نقل نہیں کیے گئے، لیکن ان کے اشعار کے
مطالعہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ عربی شاعری کی عام خصوصیات ان کی شاعری میں بھی بڑی حد تک
پائی جاتی ہیں، خصوصیت سمول اور کوب اس حیثیت سے بہت زیادہ ممتاز ہیں،

شعراء یہودی شاعری اس حیثیت سے عام عرب شعرا سے ممتاز ہے کہ ان کے اشعار میں
نزدہی اصطلاحیں، مذہبی تصورات، انبیاء اور کتب مقدسہ کے نام، خدا و آخرت کے تذکرے کثرتاً
سے ملتے ہیں، جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کے بہت تمدنی اور مذہبی تصورات شاعری
کے ذریعہ بھی عربوں میں آگئے ہوں گے،

اجتماعی ادارے | عربی تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ بعض مقامات پر یہود کے اجتماعی ادارے بھی
قائم تھے، خود مدینہ میں بیت المدارس کے نام سے ان کا ایک ادارہ تھا جس میں ان کے اہل
اور صاحب امر کیجا ہو کر آپس میں صلاح و مشورہ کرتے تھے، ممکن ہے کہ مراسم عبادت بھی وہ
یہیں ادا کرتے ہوں اور یہیں پر ان کی مذہبی کتابیں بھی محفوظ رہتی ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اور صحابہ کرام کئی بار بغرض تبلیغ یہاں تشریف لے گئے تھے، خصوصیت سے حضرت عمرؓ کے بارے
میں مذکور ہے کہ وہ اکثر ان کے مدارس میں جاتے رہتے تھے، جس کی بنا پر یہود ان سے کہتے تھے کہ
ہم کو آپ سے بہت انس ہے۔

اس کے علاوہ ان کے قلعے بھی اجتماعی کاموں میں استعمال کیے جاتے تھے، خیبر میں ان کے
نوجی اور مالی دونوں الگ الگ ادارے تھے، اور ان کے علیحدہ علیحدہ ذمہ دار تھے،
نزدہی اثرات | اوپر ذکر آچکا ہے کہ اہل عرب یہود کو علمی اور مذہبی حیثیت سے ممتاز سمجھتے تھے، اور

بہت سے امور میں ان کی اقتدا بھی کرتے تھے، یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ ادیب و شاعر ہی کے ذریعہ ان کی بہت سی مذہبی اصطلاحیں، الفاظ اور تصورات عربی زبان میں داخل ہو گئے تھے، اس سلسلہ میں حضرت سلمہؓ نے ظہور اسلام سے قبل کا ایک واقعہ جو قابل ذکر ہے، بیان کیا ہے فرماتے ہیں،

”میرے پڑوس میں قبیلہ بنو اشمل کا ایک یہودی رہتا تھا، اس نے ایک دن تمام بنو اشمل کو جمع کیا اور ان کے سامنے قیامت، بعثت بعد الموت، حساب کتاب، میزان، جنت اور دوزخ وغیرہ کے متعلق ایک وعظ کیا، اور آخرین کہا کہ یہ اہل شرک اور بہت پرست لوگ موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کے قائل نہیں ہیں، اس پر حاضرین نے کہا کہ تم کیا بک رہے ہو کیا مرنے کے بعد ہم لوگ پھر زندہ کیے جائیں گے، اور ہمارے اعمال کا محاسبہ ہوگا؟ یہودی نے پھر جمع کو اس کے بارے میں سمجھایا، مجمع نے اس سے دوبارہ مطالبہ کیا کہ وہ اس کی کوئی دلیل اور نشانی بتائے، اس نے کہا کہ اس سر زمین سے ایک بنی پیدا ہوں گے، اور وہ اسکے بارے میں بتائیں گے۔“

قرآن سے پتہ چلتا ہے کہ اہل عرب عام طور پر آخرت اور بعثت بعد الموت کے قائل نہیں تھے، اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ وہ اس کے قائل تو نہیں تھے، لیکن یہودی ذریعہ ان سے آگاہ ضرور ہو گئے تھے،

سیر کی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہود میں وقت کی نماز بھی پڑھتے تھے، ابن ابیہان یہودی عالم جس کا تذکرہ اس کتاب میں آیا ہے، اس کے متعلق کتابوں میں ہے کہ وہ پانچ وقت کی

۱۰ ابن ہشام بحوالہ تاریخ ایہود ۱۰۰ ریفر

نماز پڑھتا تھا۔

نماز کے اعلان کے لیے وہ بوق بجاتے تھے، وہ روزے بھی رکھتے تھے،

ظاہر ہے کہ یہود کے ان مذہبی مراسم کو عرب اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے ہوں گے، ان میں اس کا چرچا رہتا ہوگا، اور اس کا اثر بھی ان پر پڑتا رہا ہوگا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جہاں جتنے زیادہ یہود آباد تھے وہاں اسی قدر ان کے اثرات بھی عربوں پر نمایاں تھے، مثلاً مدینہ کے عرب یہود کے رسم و رواج اور مذہبی امور سے سب سے زیادہ واقف اور متاثر نظر آتے ہیں، اور غالباً اسی تاثر کا نتیجہ تھا کہ انصار نے بہت آسانی سے اسلام قبول کر لیا، اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور اسلام کی بنیادی تعلیمات کی حقانیت سے وہ پہلے سے آگاہ ہو چکے تھے، سوال یہ ہے کہ عقائد کے لحاظ سے اسلام سے اس درجہ قریب ہونے کے باوجود خود یہودیوں نے اسلام کے قبول کرنے میں کیوں تاخیر کی اور کیوں لیت و لعل سے کام لیا، واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ یہود کا صالح طبقہ آپ کی نبوت اور اسلام کی حقانیت کا قائل اور اس کی قبولیت کی طرف مائل ضرور تھا، لیکن ان کے لیے کچھ موانع تھے، جن کی وجہ سے وہ اس سعادت ابدی سے محروم رہے، پھر بھی ان میں جو صاحبِ غم اور صاحبِ ہمت تھے، اور ان موانع کا مقابلہ طے کر سکتے تھے، وہ قبولِ حق سے باز بھی نہیں رہے، تفصیل آگے آئے گی۔

قبائلی نظام | اوپر یہودیوں کے علمی و تمدنی اثرات کی جو تفصیل پیش کی گئی ہے، اس سے یہ اندازہ ہو گیا ہوگا کہ یہود عربوں کے مقابلہ میں زیادہ تمدن اور صاحبِ علم تھے، مگر اس کے ساتھ ہی ہم ان کی معاشرتی زندگی پر غور کرتے ہیں تو وہ عربوں سے کچھ مختلف نظر نہیں آتے، عربوں کی طرح وہ بھی مختلف قبائل میں بٹے ہوئے تھے، ہر قبیلہ کا ایک جدا سردار اور علیحدہ نظام

لہ تاریخ یہود ص ۷۰، ۷۱ سینک کی طرح کی کوئی چیز ہوتی تھی، عام کتبِ حدیث

نظام تھا، اور صلح و جنگ کے مواقع پر وہ اپنی قبائلی مصلحتوں کے تحت ایک دوسرے سے معاملہ کرتے تھے، اسی کا اثر تھا کہ متعدد درجہ بندی اور اسلامی لڑائیوں میں وہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں یا ایک دوسرے کے خلاف مدد کرتے نظر آتے ہیں، تفصیل آگے آئے گی، اسی طرح یہود کا بہن سہن، معاشرت اور وضع و لباس وغیرہ بھی تقریباً وہی تھا جو عربوں کا تھا، ان باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ عربوں کی قبائلی زندگی کا ان پر اچھا خاصا اثر پڑا تھا،

یہود کی دینی اور اخلاقی حالت | قرآن نے یہود کی دینی حالت اور اخلاقی معائب کا جو نقشہ کھینچا

ہے اس میں دنیا کے تقریباً تمام یہود مبتلا تھے، مگر ہمارے موضوع بحث صرف جزیرہ عرب کے یہود ہیں، اس لیے قرآن نے ان کے جن معائب کی نشاندہی کی ہے، ہم اس کی تفصیل پیش کرتے ہیں،

دینی گمراہیاں | تمام انبیاء کرام کی تعلیم میں یہ بات مشترک رہی ہے کہ عزت و شرافت اور آخرت کی فلاح و سعادت کا مدار اور خدا کے نزدیک محبوبیت اور مقبولیت کا معیار ایمان و عمل ہے، نہ کہ نسل و ذات، مگر یہودیوں کی ایک بنیادی غلطی اور گمراہی یہ تھی کہ ان کے شرافت و نجات کا معیار ہی سر سے بدل دیا، اس کا مدار ایمان و عمل کے بجائے نسل و ذات پر رکھا، ان کے نزدیک یہودی گھرانے میں پیدا ہونا ہی دنیا کا سب سے بڑا شرف اور نجات آخرت کے لیے کافی تھا، کہتے تھے کہ

فَخَنُّوا بَنَاءَ اللَّهِ وَاجْتَبَوْا مَا كَانُوا

ہم اللہ کے لڑکے اور اسکے محبوب ہیں

اور سمجھتے تھے کہ

اے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے اس سلسلہ میں متعدد یہود مدینہ کا نام بھی لیا ہے، طبری میں انکا قول ہے کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہود میں عام طور پر یہ خیال تھا،

لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَةً (بقرة) ہم روزِخ میں چند دن کے لیے ڈالے جائیں گے،

ان کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا گیا،

قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمْ الدَّارُ الْآخِرَةُ (آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے لیے (سے یہود))

عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِنْ دُونِ (آخرت کی فلاح مخصوص ہے تو پھر موت کی

النَّاسِ فَتَمَنَّوْا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ (تمنا کر کے دکھلاؤ اگر تم سچے ہو۔

صَادِقِينَ (بقرة)

دوسری جگہ قرآن نے ان کو خطاب کر کے فرمایا ہے،

قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا لَنْ زَا (آپ فرمادیجئے کہ اے یہود! اگر تم کو زعم ہے کہ

أَنْتُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ فَتَمَنَّوْا الْمَوْتَ (تم اللہ کے محبوب ہو، تو موت کی تمنا کرو

إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (جمعہ) اگر تم سچے ہو،

اسی غلط تصور کا نتیجہ تھا کہ ان کے نزدیک کسی بد عقیدگی، بد معا ملگی اور بد اخلاقی کی کوئی

اہمیت باقی نہیں رہ گئی تھی، یہودیت کی سہل جانے کے بعد وہ سمجھتے تھے کہ ان کی کوئی برائی

برائی نہیں رہ جاتی، یہی وجہ تھی کہ ان میں وہ تمام برائیاں گھس آئیں جن کا کم از کم ایک شریعت

قوم میں تصور تک نہیں کیا جاسکتا، عقائد میں سبک اہم اور اساسی چیز عقیدہ توحید ہے، اسی

کی صحت اور اسی میں اخلاص کی بنیاد پر سارے دین کی عمارت تعمیر ہوتی ہے، اگر اس میں کہیں

سے کوئی نقص اور کمی آجاتی ہے تو پھر دین کمزور اور اس کے دوسرے اقدار بالکل بے رُوح

ہو کر رہ جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ تمام اینیاری کی بنیادی تعلیم یہی رہی کہ

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ (میرے سوا کوئی معبود نہیں تو تم میری ہی عبادت کرو)

یہود ایک صاحب شریعت قوم تھی جس کو حضرت موسیٰ کے ذریعہ پہلے ہی دن یہ سبق

دیا گیا تھا کہ

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي

میرے سوا کوئی معبود نہیں تو تم میری ہی عبادت کرو

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي (طہ)

اور میری ہی پاؤں کے لیے نماز پڑھا کر وہ

مگر یہودی تاریخ بتاتی ہے کہ انھوں نے ہمیشہ عقیدہ توحید میں رخصت اندازی کی اور اس

چشمہ صافی کو کفر و شرک اور فسق و فجور سے گدلا کرنے کی براہ کوشش کی، جزیرہ عرب کے یہود

بھی اس جرم میں دنیا کے دوسرے یہود سے پیچھے نہیں تھے، قرآن کو واضح طور پر ان پر کفر و

شرک کے ارتکاب کا الزام عائد کرتا ہے،

لَعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ (سبأ)

ان کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان پر لعنت کی،

سورہ سبأ کے آخروں میں ان کے بارے میں و بکفر ہم کے الفاظ بار بار دہرائے گئے

ہیں، گو یہ کفر، کفر باللہ ہو، مگر کفر باحکام اللہ تو ضرور تھا، جیسا کہ ایک جگہ قرآن نے ان کے

بارے میں وَ أَكْثَرَهُمُ الْفَاسِقُونَ اور ان میں اکثر فاسق ہیں، اسی بنا پر قرآن ان سے کہتا

تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ لِّبَيْنِنَا

(اے اہل کتاب) آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارا اور

بَيْنَكُمْ أَنْ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ (آل عمران)

تمہارے درمیان برابر ہو، یہ کہ بجز اللہ کے کسی کی عبادت

وہ شرک میں بھی مبتلا تھے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ وہ عزیز کو خدا کا بیٹا کہتے تھے،

۱۔ اس سلسلہ میں بعض یہودیوں مثلاً رفاع بن زید وغیرہ کا واقعہ تفسیر ولین درج ہے، ۲۔ آل عمران

۳۔ بعض مستشرقین نے لکھا ہے کہ صحف قدیم میں اسکا کوئی تذکرہ نہیں ہے اور اس وقت یہود کا عقیدہ یہ تھا کہ یہ بچہ طویل ہے

اس لیے ہم نظر انداز کرتے ہیں، مختصر آتنا لکھ دینا کافی ہے کہ یہودیوں میں یہ خیال عیسائیوں کے اثر اور انکی ضد سے پیدا ہوا، اور عرب کے

یہودیوں میں ظہور اسلام کے وقت یہ عقیدہ تھا، چنانچہ ظہری وغیرہ نے متعدد روایات میں یہ عقیدہ مذکور ہے، سلام بن مشکم وغیرہ پر

اس قول سخن انباء اللہ واجواء کا اور انھیں واجبار ہم وغیرہ کو سامنے رکھا جائے تو اس میں کوئی تعجب باقی نہیں رہ جاتا۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عَزِيزُ بْنُ اللَّهِ
اور یہود نے کہا کہ عزیر خدا کے بیٹے ہیں۔

انہوں نے اپنے علماء، اجبار کو وہ مرتبہ اور درجہ دیدیا تھا جو حضرت اللہ ہی کے لیے مخصوص ہے
اسْتَحْنُوْا وَاَحْبَابَهُمْ وَاَحْبَابَهُمْ
انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے علماء و مشائخ
اَرَبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (توبہ)
کو اپنا رب بنا رکھا ہے۔

یہ آیت یہود اور نصاریٰ دونوں کے بارے میں ہے، نصاریٰ کے سوا اعتقاد کے بارے
میں حضرت سعدی بن حاتم کی روایت حدیث کی تمام کتابوں میں مذکور ہے، یہود سے متعلق اس
آیت کی تفسیر میں طبری میں یہ روایت ہے کہ

قَالَ الرَّبِيعُ قُلْتُ لَاجِ الْعَالِيَةِ
ربیع نے اہل عالیہ سے پوچھا کہ ہوا اسرائیل نے
كَيْفَ كَانَتْ الرَّبِيعِيَّةُ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ
کس طرح سے اپنے اجبار کو ارباب بنا لیا تھا، انہوں
قَالَ مَا امْرُونَا اَنْتُمْ نَادَا نَهْوْنَا عَنِ
نے فرمایا کہ جس چیز کا وہ اجبار حکم دیتے تھے اس کو ہم
اَنْتُمْ هِدَانَا لِقَوْلِهِمْ وَهُمْ يَجْمَعُونَ
کرتے تھے، اور جس بات کو وہ روکتے تھے ہم رک
فِي كِتَابِ اللّٰهِ مَا امْرُوَابِهِ و
جانتے تھے، یہ سب ان کے کہنے کی وجہ سے کرتے تھے،
مَا نَهَوْنَا عَنْهُ فَاَسْتَنْهَى الرَّجَالُ
حالانکہ وہ باتیں کتاب میں موجود ہوتی تھیں، چنانچہ
اس طرح انہوں نے اجبار و علماء کے اقوال و افعال کو

(طبری ج. ۱ ص. ۵۰)

اس کفر و طغیان سے ان کے قلوب کو اتنا سخت اور ان کے ذہن و دماغ کو اس قدر ماؤ
کر دیا تھا کہ وہ خدا سے قدوس کے بارے میں گستاخانہ اور طعن آمیز الفاظ استعمال کرنے لگے تھے۔

۱۱۔ اس آیت میں بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل عالیہ بھی اہل کتاب میں تھے، یہ ظاہر ہے، اس لیے ان کے
اہل کتاب ہونے کا اور بھی قوی امکان ہے۔ (طبری ج. ۱ ص. ۵۰)

وَقَالَتِ الْيَهُودُ نَبِيُّ اللَّهِ مَغْلُوبٌ
یہود کہتے تھے کہ اللہ کا ہاتھ تنگ ہو گیا ہے۔

یہی نہیں بلکہ وہ کہتے تھے،

إِنَّ اللَّهَ فَاقٍ وَنَحْنُ أَخْسَاءُ
اللہ فقیر اور ہم غنی ہیں،

کتاب الہی (توراة) کے بارے میں بھی ان کا عقیدہ کچھ اچھا نہیں تھا، وہ کتاب کی تاویل

و تفسیر اپنی خواہشات اور دنیاوی اغراض کے تحت کرتے تھے، قرآن میں ہے

يُحَرِّفُونَ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوا
پھر اسکو بدل ڈالتے تھے اسکے سمجھنے کے بعد،

يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ
اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيُشْتَرَوْا بِهِ
اللہ کی طرف سے ہے، اس سے غرض یہ ہوتی

ثَمَّ قَلِيلًا (بقرہ)

جب اس منہوی تحریف سے کام نہ چلتا تو کلام الہی کو چھپا دیتے (مائدہ) اگر ضرورت پڑتی
تو لفظی تحریف بھی کر ڈالتے،

يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَدَائِعِ مَوَاضِعِهِ (مائدہ) کلام الہی کو اسکے موقع و محل سے بدل دیتی ہیں،

يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ (مائدہ) وہ کلام الہی کو اسکے موقع بدلتے رہتے ہیں۔

یہ تو پڑھے لکھے یہودیوں کا حال تھا، جو اپنی ہر خواہش اور غرض کی تکمیل کے لیے کتاب اللہ

کو آلہ کار بناتے تھے، اور اس کی من مانی تفسیریں کرتے تھے، لیکن ان کے عوام جو ان اسلحہ

کا استعمال نہیں جانتے تھے، وہ صرف اپنی خواہشوں اور تمناؤں ہی کو آخری سند سمجھتے تھے،

وَمِنْهُمْ أُمِّيُونَ لَا يَتْلُونَ
اور ان میں بہت ناخواندہ ہیں جو کتابی ظلم

الْكِتَابِ إِلَّا أَمَانِيًّا (بقرہ - ۱۰) نہیں رکھتے، لیکن دل خوش کن باتیں،

حضرت زید بن مسعود کے حالات میں تحریف کی ایک مثال آئے گی جس سے آپ کو اندازہ

ہوگا کہ وہ اس میں کس درجہ بے ہوش تھے،

ختمِ رسلِ علیٰ اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بارے میں تو رات میں جو پیشین گوئیاں اور
بشارتیں تھیں، اور جن کو پڑھ کر متعدد صالح الفطرت یہود و علقہ گمشدہ اسلام ہوئے ان کو انھوں
نے چھپانے کی کوشش کی، اسی طرح احادیث میں آتا ہے کہ رجم سے متعلق، تو رات کے حکم کو بھی انھوں
نے پوشیدہ رکھنا چاہا، مگر بفضلِ حق پروردگار نے اسے آپ پر ظاہر کر دیا، اور آپ نے
اس کے مطابق عمل کیا، (بخاری و مسلم)

انبیاء و رسل کے ساتھ بھی انھوں نے ہمیشہ طغیان و سرکشی ہی کی روش اختیار کی یہاں تک کہ
ان نفوسِ قدسیہ میں سے بعض کو انھوں نے قتل تک کر ڈالا، اسی وجہ سے حضرت داؤد اور
حضرت عیسیٰ نے ان پر لعنت کی (مائدہ)

جزیرہ عرب کے یہود بھی اس بارے میں اپنی پیشروں کو کچھ مختلف نہیں تھے، وہ حضرت ابراہیم کے بارے
میں کہتے تھے کہ وہ یہودی تھے، (آل عمران) قرآن نے ان کے اس خیال کی تردید کی (آل عمران)
نبوت و رسالت صرف یہود کے لیے مخصوص سمجھتے تھے (جمعہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
بھی انھوں نے وہ سب کچھ کیا جو ان کے پیش روں نے اپنے وقت کے انبیاء کرام علیہم السلام
کے ساتھ کیا، تفصیل آگے آتی ہے،

فرشتوں کے متعلق ان کے خیالات عربوں سے بالکل مختلف تھے، عرب ان کو خدا

کا شریک ٹھہراتے تھے، اور یہ ان سے دشمنی و عداوت رکھتے تھے، خصوصیت حضرت جبریل
کے بارے میں وہ کہتے تھے کہ یہ ان کا قدیم دشمن ہے، قرآن نے ان کے اس خیال کی شدت
سے تردید کی،

۱۵ اس سلسلہ میں طبری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر سے یہودی گفتگو کو نقل کیا ہے، ص ۲۷۳، ۱۲

مشرکانہ اوہام و خرافات، جادو، گنڈا، اور عملیات وغیرہ پر ان کا اعتقاد تھا، البتہ، عام
 وغیرہ ایسے سے یہودی عامل تھے، جو گنگھیوں اور بالوں میں منتر پڑھ کر پھرتے تھے، یہ ان کے
 دینی معائب کا ایک مختصر خاکہ ہے، جن میں وہ دور رسالت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا تھے،
 اب ان کے اخلاق و معاملات پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

اخلاق و معاملات | اخلاق و معاملات کے اعتبار سے جہیزہ عرب کے یہود نہایت ہی گرے ہوئے
 تھے، یہ اخلاقی گراؤ ان ہی تک محدود نہیں تھی، بلکہ اس میں ہر جگہ کے یہود برابر کے شریک تھے،
 ان کے اخلاق و اعمال حد درجہ مبتذل، رکب اور قابل نفرت تھے، جن کا انہیں شرافت
 اور فضائل اخلاق سے کوئی درد بھی تعلق باقی نہیں رہ گیا تھا، سورہ بقرہ اور آل عمران میں خاص طور
 سے ان کے ایک ایک عیب کی نشاندہی کی گئی ہے، ذیل کی سطروں میں ان کے چند عیبوں کا
 عیوب کا ذکر کیا جاتا ہے،

نفاق | یہود حجاز میں اخلاقی کمزوریوں کا شکار تھے، ان میں سب سے اہم منافقت، کفر و شرک
 انسانی کے لیے ایسا روگ ہے جو انسان کی تمام اخلاقی خوبیوں اور فطری صلاحیتوں کو ختم کر دیتا
 ہے، جس پر دیا جماعت میں یہ مرض پیدا ہو جائے اس سے کسی خیر کی امید نہیں کی جاسکتی، حجاز
 یہود حجاز کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ان میں بھی نفاق نے اچھی طرح گھر کر لیا تھا، انھوں نے اسلام
 کے بارے میں مسلسل نفاق کا ثبوت دیا، اور ان کی وجہ سے دینہ منورہ میں ایک ایسا گروہ پیدا
 ہو گیا تھا، جو ہر نئے دم تک اس روگ میں مبتلا رہا، اور اسلام اور مسلمانوں کو نقصان اور آفت
 پہنچاتا رہا، قرآن کہتا ہے۔

وَإِذَا الْفُكْرُ قَالَ لَوْ أَنَّنَا إِذَا أَخْلَوْنَا
 وہ لوگ جب تم سے ملے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم

لے صحیح بخاری ج ۴ کتاب التلذیب

عَصَوْا عَلَيْكُمْ اَلَا نَاْمِلُ مِنَ الْعِظِ

ایمان لائے، اور جب تم سے جدا ہوتے ہیں

قُلْ مَوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ

تو تم پر اپنی انگلیاں کاٹ کاٹ کھلتے ہیں، اے

(ال عمران)

غصے، آپ کہہ دیجئے کہ مر رہو اپنی غصہ میں،

سورہ بقرہ (ع - ۸) میں اسی طرح کی ایک آیت موجود ہے،

دوسروں کو بھی اس نفاق پر ابھارتے تھے،

وَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِنَابِ

بعض اہل کتاب نے کہا کہ ایمان لے آؤ اس

اٰمَنُوْا لِدِيْنِيْ اُنزِلْ عَلٰی الَّذِيْنَ

پر جو مسلمانوں پر نازل ہوا (یعنی قرآن) اور

اٰمَنُوْا وَجِهَ النَّهَارِ وَالْغُرُوْبِ وَاٰخِرُ

صبح کے وقت اور شام تک اس سے انکار

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (آل عمران)

کر دو، شاید کہ وہ پھر جائیں،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے ساتھ انھوں نے مستقلاً جو منافقانہ طرز عمل

اختیار کر رکھا تھا، اس کی پوری تصویر ان آیتوں میں آگئی ہے، وہ مسلمانوں ہی کے ساتھ نفاق

نہیں بستے تھے، بلکہ اس عادت پر کیونکہ سے اپنوں تک سے منافقانہ پیش آتے تھے، اور

ایک دوسرے کو دھوکا اور فریب دیتے تھے، غزوات کے سلسلہ میں متعدد مواقع پر انھوں نے

خود ایک دوسرے کو دھوکا دیا،

حرام خوری | حرام خوری بھی ان کا شاید قومی خاصہ ہو گیا تھا، قرآن میں ہے،

اٰكَلُوْنَ لَيْسَاتٍ (مائدہ) یہ بڑے حرام کھانے والے ہیں،

سورہ مائدہ میں ان کی حرام خوری کو متعدد بار دہرایا گیا ہے،

ان کے سودی کاروبار کا ذکر آچکا ہے، ثبوت سنی اور ناجائز طریقہ پر شکم پری کے بھی

لہذا مثلاً غزوہٗ بصریہ اور غزوہٗ خندق وغیرہ کے مواقع پر،

یہ عادی ہو گئے تھے،

وَأَكَلَهُمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ اور ان کے ناحق طریقے سے مال کھانے کی

دوست،

(نساء)

دوسروں کا ناحق مارنے کے لیے جھوٹی تاقبین کھا جاتے تھے،

إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ

یقیناً جو لوگ بیعت رقم لے لیتے ہیں بمقابلہ اس عہد کے

جو انھوں نے اللہ سے کیا ہے اور بمقابلہ اپنی قسموں کے

اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا

اس سلسلہ میں حضرت اشعث اور ایک یہودی کا واقعہ تفسیر و ن میں ملتا ہے،

ان کے علماء و احباب بھی دوسروں کا مال ہڑپ کر لیتے تھے، (تو بر)

حوص و طمع | یہ مالدار اور خوش حال تھے، مگر ان کی حرص و طمع کا یہ حال تھا کہ دو دو چار چار روپے

کے لیے معصوم بچوں کو ہلاک کر ڈالتے تھے، سودی قرضوں میں بچوں اور عورتوں کو رہن

رکھ لیتے تھے، ان کے پاس سوئے چاندی کا ڈھیر تھا، مگر راہ حق میں ایک پیسہ بھی نہیں

خرچ کر سکتے تھے،

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ

(حوص کی وجہ سے) جو لوگ سونا چاندی جمع

وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي

کر رکھتے ہیں، اور ان کو اللہ کی راہ میں

سَبِيلِ اللَّهِ (تو بر)

خرچ نہیں کرتے،

أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِنَ الْمَالِ

کیا ان کے پاس سلطنت کا کوئی حصہ ہے، اگر ہوتا تو

فَإِذَا رَأَوْا تَرَفًا وَالنَّاسَ نَفِيرًا (نساء)

وہ ایک آذرہ برابر اس میں سے دوسروں کو زد

خیانت | خیانت حوص و طمع ہی کا نتیجہ ہے، چنانچہ ان میں پیغمبر بھی موجود تھا،

لہ صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۶۱ کتاب البیات، لہ ایضاً قتال کوثر بن اشرف

ان میں بعض ہیں کہ اگر تم ان کے پاس اپنے بنا

بھی امانت رکھو تو تم کو وہ ادا نہ کریں گے،

جب تک کہ تم ان کے سر پر سوار نہ ہو جاؤ،

وَمِنْهُمْ مَّنْ اِتَّامَنَّا بِدِينِنَا

لَا يُؤَدُّوْا اِلَيْكَ اَكْمَالًا مَّا دُمَّتْ

عَلَيْهِ قَائِمًا (آل عمران)

پھر اس خیانت کو اپنے لیے جائز اور اپنا پیدائشی حق سمجھتے تھے،

یہ خیانت، ایسے ہرگز وہ کہتی ہیں کہ غیر اہل کتاب

قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاٰمِيْنِ

(کے مال) کے بارے میں ہم پر کوئی جرم نہیں،

مَسِيْبِيْنَ (آل عمران)

بغض و حسد | بغض و حسد کا جذبہ ایک بدترین جذبہ ہے، اسکی موجودگی میں کبھی حق و انصاف کا

جذبہ آدھی کے دل میں پرورش نہیں پاتا جس کے اندر یہ جذبہ موجود ہوتا ہے اس کو دوسروں کی

خوبیاں اور بھلائیوں نظر ہی نہیں آتیں، یا اگر نظر آتی ہیں تو وہ ان کی طرف سے صرف نظر

کر لیتا ہے، اگر کسی کو کوئی شرف اور فضل حاصل ہو جاتا ہے تو ایسے شخص کو انتہائی تکلیف ہوتی ہے

یہ وہی زندگی اس پر سے جذبہ کا مکمل نمونہ تھی،

کیا دوسرے آدمیوں سے ان چیزوں پر جلتے ہیں

جہنم اللہ نے ان کو اپنی فضل سے عطا کی ہیں،

ہاں تم ایسے ہو کہ ان لوگوں سے محبت رکھتے ہو

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنَّ النَّاسَ عَلٰى مَا

اٰتٰهُمْ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ رٰسًا

هَآ اَنْتُمْ اَوْلٰءُ يُحِبُّوْنَ نَصْرَ وَاٰ

يُحِبُّوْنَكُمْ (آل عمران)

اور یہ لوگ تم سے قطعاً محبت نہیں رکھتے۔

قرآن نے ان کے اسی بغض و حسد کی بنا پر فرمایا کہ

اپنے غصہ سے مر رہو،

مَوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ

دروغ گوئی اور بد عہدی | دروغ گوئی، بد عہدی اور جھوٹی قسمیں کھانا ان کا شیوہ تھا،

یہ لوگ غلط باتوں کے سننے کے عادی ہیں،

سَمِعُوْنَ لَكِن لَّا يَلْمِزُوْنَ (مائدہ)

اتخذوا ایما یضم بجنۃ (مجادلہ) انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا ہے۔

عہد نبوی میں ان کی دودوغ گوئی اور بد عہدی کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں، معاہدہ کے ذکر میں اس کی تفصیل آئے گی،

اسی طرح وہ فواجش اور بے حیائیوں سے بھی باز نہیں رہتے تھے، عرب عورتوں کو چھیڑا کرتے تھے، اور ان سے کھلا ہوا مذاق کرتے تھے، کعب بن اشرف ان کا مشہور شاعر اس میں بجد بد نام تھا، ایک مرتبہ ایک انصاری بزرگ نے اس سے قرض مانگا تو اس نے ان سے پرستہ کہا کہ اس کے بدلے اپنی بیوی کو میرے یہاں گرو رکھ دو، اس کی دناؤت اور اس کا سفلہ پن اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ ازواج مطہرات اور صحابیات کا نام لیکر تہیب لے کرتا تھا،

ایک برائی ان میں یہ بھی تھی کہ اگر کوئی شریف و معزز آدمی زنا کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور اگر کوئی معمولی اور کم رتبہ آدمی اس کا ارتکاب کرتا تو اس کو سزا دیتے،

ان میں خود غرضی اور قسارت قلبی بھی حد درجہ تھی، جس کا مظاہرہ دن رات ہوتا رہتا تھا، حتیٰ کہ وہ اپنے بیوی بھائیوں کو گھر سے نکال دیتے، اسی خود غرضی کی وجہ سے وہ آپس میں برابر لڑتے بھڑتے رہتے تھے، یہی نہیں بلکہ ایک دوسرے کے خلاف اپنے دشمنوں تک کو بد دیتے تھے،

قرآن نے ان کے ان معائب کی تصویر ان الفاظ میں کھینچی ہے،

تَقْتُلُونَ انْفُسَكُمْ وَتُحِبُّونَ
تَمَّ اَیْکَ دُوسرے سے قتل و قتل بھی کرتے ہو

۱۰۔ وہ اشعار میں سن و عشق کے جذبات ظاہر کیے جا رہے ہیں ۱۱۔ طبقات الشعراء ص ۱۱۰
۱۲۔ صحیح مسلم باب رجم یہود لکھا اور ذکر اچکا ہے،

اور ایک دوسرے کو گھروں سے نکال دیتی ہو

فَرِيقًا مِّنْكُمْ مِّن دِيَارِهِمْ (بقراءت)

تم انکو متفق خیال کرتے ہو حالانکہ ان کے دل

تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقَلُوبُهُمْ

آپس میں متفق نہیں ہیں،

شَتَّى (حشر)

اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عباس کی یہ روایت مسند احمد میں ہے، آپ نے فرمایا کہ

جاہلیت میں یہود دو گروہ میں بٹ گئے تھے، ان میں ایک غالب تھا اور دوسرا مغلوب،

جب غالب گروہ کا کوئی آدمی قتل کیا جاتا تو اس کی دیت مغلوب کو زیادہ دینی پڑتی، اور اگر

مغلوب کا کوئی آدمی قتل ہو جاتا، تو اس کی دیت کم ملتی، جاہلیت میں تو مغلوب گروہ اس ظلم کو

برداشت کرتا رہا، مگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد، ایک بار جب ایسا واقعہ

پیش آیا تو اس نے زیادہ دیت دینے سے انکار کر دیا، اور غالب گروہ کے پاس کہلا بھیجا کہ

اب نبی موعود صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بعد ہم یہ ظلم و ستم سہنے کے لیے تیار نہیں ہے

پھر ان تمام اخلاقی جرائم پر وہ خوش ہوتے اور چاہتے تھے کہ جو خوبیاں ان میں نہیں ہیں

ان پر بھی ان کی تعریف و تحسین کی جائے،

یہ لوگ اپنی اخلاق و کردار پر خوش ہیں اور جو کام انھوں نے

الَّذِينَ يَفْتَخِرُونَ بِالْمَالِ وَالْبَنَاتِ

نہیں کیا اس پر چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف ہو،

أَنْ يَّحْمَدُوا وَإِنَّمَا تَرَفَعُوا آلَ عِمْرَانَ

انہی کے دینی اور اخلاقی انحطاط کا یہ بہت محلِ خاکہ ہے، اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جس قوم

میں اتنا زیادہ دینی انحطاط، اور اتنے زیادہ ذمائم اخلاق ہوں اس کی موجودگی میں کوئی صلح معاشرہ

اور پرسکون ماحول کیسے پیدا ہو سکتا ہے، چنانچہ جب تک یہودیوں کا معاشی، اقتصادی، سیاسی

تغلب اور ان کا زور باقی رہا، پورے حجاز اور خصوصیتاً مدینہ میں سکون و اطمینان کی فضا پیدا

نہ ہو سکی، مگر چون چون ان کا زور ختم ہوتا گیا، امن و سلامتی کی فضا پیدا ہوتی گئی، تا آنکہ پورا حجاز انکی
رشتہ دو اینوں اور فتنہ انگیزوں سے پاک و صاف ہوا گیا۔

ایسے معائب، مثالب اور ذمائم اخلاقی میں گھرے ہوئے پر بھی اس بدبا
اوج فطرت قوم کے جتنے افراد بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے، وہ اسلام کی بڑی کامیابی ہے،
ورنہ ایسا دین جس کے قبول کرنے میں کوئی جبر دستی نہ ہو، اس میں ایسی تیرہ بخت اور دون فطرت قوم
کے ایک دوسرے کا داخل ہونا بھی درحقیقت اسلام کا ایک معجزہ ہے،

بعثت نبوی کے بعد یوں اور مسلمانوں	بعثت نبوی سے قبل یہودیوں کے سیاسی، تمدنی اثرات کا
کے اجتماعی اور سیاسی تعلقات کی نوعیت	جائزہ لینے اور ان کی اخلاقی اور دینی حالت کا تذکرہ کرنے

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ظہور اسلام کے بعد، ان میں اور مسلمانوں میں باہم جو سیاسی و اجتماعی تعلقات
پیدا ہوئے، اور اس سے جو فوائد اور مضامین نسیج ہوئے اس پر بھی ایک نظر ڈال لی جائے،
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت، مکہ میں ہوئی، اور ذکر آچکا ہے کہ مکہ میں یہود نہیں تھے،
اس لیے مکی زندگی میں براہ راست ان سے کوئی سیاسی و اجتماعی تعلق نہیں پیدا ہوا، لیکن دعوت
و تبلیغ کے سلسلہ میں جو ابتدائی سورتیں نازل ہوئیں ان میں حسب ضرورت، اگلے انبیاء خصوصاً
حضرت موسیٰ کا ذکر ملتا ہے، مثلاً سورہ مرآئ میں، جو بالکل ابتدائی سورتوں میں ہے، حضرت
موسیٰ اور فرعون کا ذکر ملتا ہے، پھر سورہ اعلیٰ میں صحف موسیٰ کا تذکرہ بھی آتا ہے، اسی طرح اسکے
بعد نازل ہونے والی سورتوں مثلاً سورہ قمر، سورہ ق اور سورہ بروج وغیرہ میں بھی حضرت

لے کا اکراہ فی الدین دین میں کوئی جبر نہیں ہے، چنانچہ یہودی قبائل کے اخراج کے بعد متعدد یہودی قبائل
جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا، لیکن ان سے کوئی تعارض نہیں کیا گیا بعض کا تذکرہ اس کتاب میں آیا ہے کہ حضرت
صفیہؓ نے اپنی ایک جائداد کے متعلق اپنے یہودی رشتہ داروں کو بھیت کی تھی،

کی کامیابی اور فرعون کے برے انجام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے،

غرض مکہ کے ابتدائی سالوں میں براہ راست یہود سے قرآن نے خطاب نہیں کیا،
مخض دعوت و تبلیغ کے نقطہ نظر سے اس نے ان مشہور واقعات کی طرف اشارہ کر دیا جس سے
اہل مکہ واقف تھے، تاکہ وہ عبرت حاصل کریں،

مکی سورتوں میں سب سے پہلے سورہ اعراف میں ذرا تفصیل سے "بنی اسرائیل" کے نام سے ان کا
تذکرہ ملتا ہے، جس میں متعدد انعامات الہی کو گنا یا گیا ہے، اور ان کی بار بار کی ناشکری و احسان
ناشناسی کا ذکر کیا گیا ہے، اس سورہ میں یہ بھی ذکر آیا ہے کہ تورات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی
موجود ہے، ان واقعات کی تفصیل اس سورہ کے رکوع ۱۲ سے ۱۸ تک میں موجود ہے، اگر
ان میں سے ان آیتوں کو نکال دیا جائے جن کو مفسرین مدنی بتاتے ہیں، تب بھی
یہود کی ابتدائی تاریخ کا خلاصہ مکہ میں نازل ہو چکا تھا، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ قرآن
میں بنی اسرائیل کا تذکرہ وسیع ہوتا جا رہا تھا،

ابا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور دعوت کو کئی برس گذر چکے تھے، لیکن معلوم
ہوتا ہے کہ ابتداءً اہل مکہ نے قرآن کے بیان کردہ واقعات خصوصاً وہ جو یہود سے متعلق تھے،
ان کی طرف کچھ زیادہ دھیان نہیں دیا، لیکن جب قرآن نے بار بار ان کا اعادہ کیا تو ان کو

۱۔ ابن جریر کے فتاویٰ وغیرہ سے مروی ہے کہ اس سورہ میں یہ آیت الذین یسمعون الرسول الاصلی الذی
یجدونہ مکنت بالایمان یہود کے بارے میں نازل ہوئی، جنہوں نے اس کو پہلی والی آیت کے بارے میں جس میں
تقویٰ اور زکوٰۃ کا ذکر ہے کہا تھا کہ ہم بھی تو تقویٰ کے حامل ہیں اور زکوٰۃ نکالتے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب
براہ راست بھی یہود بخت و مباحثہ کرنے لگے تھے، مگر اس کے علاوہ دوسری کوئی شہادت ہم کو نہیں ملی جس سے کہ
میں براہ راست ان سے سوال و جواب کی تائید ہوتی ہو، اس لیے حاشیہ میں اس کا ذکر کیا گیا۔

ان کی تردید کا خیال پیدا ہوا ہوگا، مدینہ اور خیبر کے یہودیوں سے ان کے قدیم تعلقات تھے، اس لیے انہوں نے ان سے یا طائف اور بنو کنانہ کے یہود سے جو ان کے قریبی رہتے تھے، ان واقعات کی صداقت اور عدم صداقت اور آپ کی نبوت کے بارے میں سوالات کرتے رہے ہوں گے، جیسا کہ مفسرین اور بعض محدثین نے لکھا ہے کہ روح، اصحاب کفہ اور ذوالقرنین وغیرہ کے بارے میں جو آیات نازل ہوئیں، وہ درحقیقت کفار عرب کے ان سوالات کے جوابات ہیں، جو انہوں نے یہود سے پوچھا تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے متعلق یہ تھے، اصحاب کفہ کے متعلق تو حضرت عبد اللہ بن عباس کی روایت ہے کہ خود یہود مدینہ نے اہل مکہ سے کہا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ان کے بارے میں سوال کرو، اگر وہ نبی ہوں گے، تو جواب دین گے،

لیکن اب تک یعنی سورہ اسرائیل کے نزول تک جو کچھ ان کے بارے میں کہا گیا، یا تو اہل عرب کو براہ راست خطاب کر کے کہا گیا، یا پھر غائب صیغہ سے کہا گیا، خود یہودیوں کو براہ راست خطاب نہیں کیا گیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ معراج سے پہلے تک یہود سے براہ راست تعلق نہیں

لے روح کے سلسلہ میں عبد اللہ بن مسعود کی روایت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوال مدینہ میں کیا گیا تھا، مگر نزد میں ابن عباس سے مروی ہے کہ اہل مکہ نے یہود سے کہا کہ ہم کو کچھ ایسی باتیں بتاؤ جن کے متعلق ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سوال کریں، اس کے جواب میں یہود نے ان سے کہا کہ روح کے بارے میں ان سے سوال کرو! فتح الباری ج ۸ ص ۳۳۳۔ اصحاب کفہ کے سلسلہ میں طبری میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ خود یہود نے اہل مکہ سے ان چیزوں کے بارے میں سوالات کرنے کے لیے کہا تھا، ہر نوع دونوں باتیں بیک وقت ممکن ہیں اس میں کوئی تضاد نہیں، سیر کی کتابوں میں تذکرہ آتا ہے کہ قریش نے ایک دفعہ بھی یہود مدینہ کے پاس آپ کی نبوت کے بارے میں دریافت کرنے کے لیے بھیجا تھا، مگر یہ اسی وقت کا واقعہ ہو،

پیدا ہوا تھا، سورہ اسراء کے بعد سورہ یونس کا نزول ہوتا ہے، اس میں بھی یہودی کچھلی تاریخ کو دہرایا گیا اور مزید بتایا گیا کہ انھوں نے دین کے بارے میں علم الہی آجانے بعد بھی اختلاف کیا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ان قرآنی تصحیحات میں شک کرنے والوں کو خطاب کر کے ارشاد ہوا،

فَسْأَلُ الَّذِينَ يُقْرُونَ الْكُتُبَ

تو آپ ان لوگوں سے دریافت کیجے جو آپ سے پہلے نازل

من قبلک (یونس)

ہونے والی کتابوں کو پڑھتے ہیں (یعنی تورات و انجیل)

اس آیت دو باتیں معلوم ہوتی ہیں، ایک تو یہ کہ یہود میں اس وقت ایسے صالح لفظوں کو

موجود تھے، جو اظہار حق کر سکتے تھے، اور دوسری یہ کہ اب ان میں اور مسلمانوں میں براہ راست

سوال و جواب کے امکانات پیدا ہو گئے تھے، لیکن ان امکانات کے لیے قرآن کی اندرونی شہادت

تاریخ نزول قرآن، اور بعض واقعات کی ترتیب کے علاوہ کوئی خارجی ثبوت نہیں ملتا، اس لیے اس

سلسلہ میں جو کچھ بھی لکھا جائے گا، اس میں غلطی کا امکان ہے، مگر عاجز قرآن و سیرت کے مطالعہ سے

اپنی حد تک جو کچھ بھی اخذ کر سکا ہے، اس پر اسے وثوق ہے، اس لیے اسے پیش کرنے کی جرأت

کر رہا ہے، واللہ اعلم بالصواب،

صحیح روایتوں کے مطابق معراج کا واقعہ ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے پیش آیا، ظاہر ہے کہ

سورہ اسراء (یعنی سورہ بنی اسرائیل) اس کے بعد ہی نازل ہوئی، اور سورہ یونس جس میں اوپر دیا

آیت مذکورہ ہے، سورہ اسراء کے بعد نازل ہوئی،

اہل مدینہ کے متعلق تمام ادبائے سیر لکھتے ہیں کہ ہجرت سے تین سال پہلے یعنی سن ۶۱۰ء میں

ان کے چھ آدمیوں نے اسلام قبول کیا، جو نزول سورہ اسراء سے پہلے کا واقعہ ہے، ظاہر ہے کہ

یہ بعض مفسرین نے اس سلسلہ میں عبد اللہ بن سلام وغیرہ کا نام لیا ہے، ضارح المعانی نے اس کی تردید کی ہے،

یہ لوگ اسلام قبول کرنے کے بعد مدینہ میں جا کر خاموش نہیں بیٹھے ہوں گے، اسلام کا پیغام دوسروں تک پہنچایا ہوگا، عام طور سے ان کے اسلام کا چرچا ہوا ہوگا، عام اہل مدینہ نے جس میں یہودی بھی تھے اسے جانا بھی ہوگا، ہمارے نزدیک اسی کا اثر تھا کہ دوسرے سال یعنی ۱۱ھ نبوی میں یہ تعداد گنی ہوگئی، اور ۱۲ آدمیوں نے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی، اور خواہش ظاہر کی کہ ہمارے ساتھ کسی کو کر دیا جائے جو وہاں رہ کر ہم کو اسلام کی تعلیم دے، چنانچہ آپ نے مصعب بن عمیرؓ کو ان کے ساتھ کر دیا، حضرت مصعب بن عمیرؓ مدینہ پہنچے تو گھر گھر جا کر اسلام کا پیغام پہنچایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جلد ہی مسلمانوں کی تعداد پہلے سے کسی گنا زیادہ ہوگئی۔

یہود جو مدینہ میں ہر طرف پھیلے ہوئے تھے جن سے انصار کا دن رات کا تعلق تھا، خود بھی ایک عرب اور شریعت کے حامل تھے، ان کی اس حیثیت کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اہل مکہ بعض تحقیق ان کے پاس بھی چکے تھے، انہوں نے اس سبب دین کے بارے میں اگر انصار سے سوال و جواب اور بحث و مباحثہ شروع کر دیا ہو تو کوئی تعجب نہیں، اور بعض روایتوں سے یہ پتہ چلتا بھی ہے کہ وہ آپ کی نبوت کے فطر تھے، جیسا کہ کتب سیر میں ہے کہ آپ نے اہل مدینہ کے سامنے عقیدہ میں رسیدے پہلے اسلام پیش کیا تو وہ یہ کہہ کر اسلام لائے کہ ایسا نہ ہو کہ یہود ہم سے اس فضل میں سبقت لیجائیں۔

ان وجوہ کی بنا پر عاجزہ کا خیال ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں بعض مفسرین نے جو مومنین اہل کتاب کا نام لیا وہ صحیح نہیں ہے، اور نہ یہ صحیح ہے کہ مکہ میں بھی یہود تھے، بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ

۱۔ اس کتاب میں متعدد جگہ اسکا ثبوت ملے گا، سیر النبی ص ۱۶۲ بحوالہ زرکانی اور ابن سعد تھے جیسا کہ اس سلسلہ میں مفسرین نے بعد ازاں سلام اور ہم داری کا نام لیا ہے، مگر ظاہر ہے کہ یہ سورت اور پھر یہ آیت کی ہے، اس لیے اس انکو مراد لینا صحیح نہیں ہو سکتا، بعض مستشرقین کا یہی خیال ہے، اس کی تفصیل اوپر آچکی ہے۔

ہجرت سے پہلے ہی انصار مدینہ اور یہود کے درمیان اسلام کے بارے میں گفتگو اور بحث و مباحثہ کا آغاز ہو چکا تھا اور انھوں نے ان کی کچھ نہ کچھ مخالفت بھی شروع کر دی تھی، جیسا کہ آیت کے سیاق و سباق سے بھی پتہ چلتا ہے، ان ہی تعلقات کی بنا پر آیت میں کہا جا رہا ہے کہ آپ ان لوگوں سے مسلمانوں کے ذریعہ تحقیق کر لیجئے جو کتاب کے عالم ہیں،

بیان مذکورہ بالا سے واضح ہوا ہو گا کہ ابتداءً اسلام کے مقابلہ میں یہود کا رویہ معاندانہ نہیں

تھا، بلکہ یہی حد تک وہ اسلام کی صداقت کے معترف بھی تھے، مگر چون چون اسلام کی تعلیمات سے واقف ہوتے گئے، ان کی مخالفت اور دشمنی بڑھتی گئی، سورہ یونس کے بعد ہود اور حم سورہ

وغیرہ سورہ نازل ہوئیں جن میں ان کے متعلق بار بار یہ بات دہرائی گئی کہ یہ جان بوجھ کر

قرآن کا انکار کر رہے ہیں، ان سورتوں کے بعد سورہ غاشیہ کا نزول ہوا، اس میں بھی قریب

قریب وہی بات دہرائی گئی، پھر سورہ صافات نازل ہوئی جس میں ان کی کتاب تورات کو

امام اور حجتہ کے الفاظ سے یاد کیا گیا، اور قرآن کو اس کا حریف نہیں بلکہ مؤید قرار دیا گیا،

پھر سورہ انبیاء اتری، اس میں اس کو الفرقان اور ضیا کہا گیا، لیکن اس تہمیت زعب کے

باوجود یہود کی روش میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا ہوئی، بلکہ اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت میں

وہ اور زیادہ سخت ہو گئے، اور اہل مکہ کو جیسا کہ قرآن میں ہے، پہلے سے زیادہ اسلام کے

خلافت اکسائے، اور اعتراض کے لیے ابھارنے لگے، چنانچہ سورہ انفام میں کھانے پینے سے

متعلق محرمات کے سلسلہ میں ان کے اعتراضات کا جواب ذرا سخت انداز سے اور خاص طور

سے ان کی طرف اشارہ کیے دیا گیا ہے، ارشاد ہوتا ہے،

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظَهْرٍ
اور یہودیوں پر ہم نے تمام ناخن والے جانوروں کو حرام کر دیا

سورہ نحل میں گمراہی کا ہے

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حُرْمًا مِمَّا نَهَى اللَّهُ

اور یہودیوں پر ہم نے وہ چیزیں حرام کر دی ہیں جن کا

عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ

بیان ہم اس سے قبل آپ سے کر چکے ہیں۔

ان دونوں آیتوں میں "الَّذِينَ هَادُوا" کے الفاظ خاص طور سے قابل غور ہیں اس

پہلے ان الفاظ کے ساتھ ان کو یاد نہیں کیا گیا تھا، پھر دونوں آیتوں کے آخر میں کہا گیا:

ذَلِكَ جَزَاءُ الَّذِينَ يَبْغِيوْنَنَا

انکی ثمرات کے سبب ہم نے انکو یہ سزا دی تھی،

وَمَا نُلَاقِيهِمْ إِلَّا كَأَن لَّمْ يَحْسَبُوا

ہم نے ان پر کوئی زیادتی نہیں کی لیکن وہ

يُظَاهِمُونَ (نحل)

خود اپنے اوپر زیادتی کرتے تھے،

یہود اور مسلمانوں کے درمیان تعلقات کا جو ارتقاء قرآن کی آیات سے دکھایا گیا ہے اس

سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت سے پہلے ہی چند ہی پسند اور صالح الفطرت افراد کے علاوہ پوری

قوم یہود میں رفتہ رفتہ اسلام و شارع اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی مخالفت کا جذبہ پیدا

ہونا شروع ہو گیا تھا، اور اس مخالفت کا اظہار بھی کبھی اہل مکہ کے ذریعہ ہوتا تھا، اور کبھی اہل مدینہ

کے ذریعہ، جن سے ان کا دن رات کا ساتھ تھا، مگر ابھی تک یہ مخالفت صرف ذہنی اور زبانی

ہجرت کے بعد | یہود کا یہ حال تھا کہ آفتاب اسلام کی کرنیں افق مدینہ پر چمکیں یعنی ختم رس صلی اللہ علیہ وسلم

مکہ سے ہجرت کر کے تشریف فرما ہوئے، یہود کے بعض صالح اور سلیم الفطرت افراد مثلاً

عبداللہ بن سلام اور عمر بن ابی سفیان وغیرہ جن کو تو راست کی پیشین گوئی، علماء و احبار یہود کی بار بار

کی یاد دہانی، اور انصار کی مکہ میں آمد و رفت کے ذریعہ آپ کی بعثت کا علم ہو چکا تھا، بڑی بھینسی

آپ کی ہجرت اور مدینہ میں آپ کی آمد کا انتظار کر رہے تھے، جو نہی آپ جلوہ فرما سے مدینہ

لے اس پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے،

ہوئے، وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے، ان کے ساتھ بعض اور افراد نے بھی آپ کی نبوت کی صداقت کو تسلیم کیا، مگر ان کی تیرہ بختی نے نوزحی کو ان کے تار یک قلب تک پہنچے نہیں دیا، اور وہ مسلمان نہ ہو سکے،

عبداللہ بن سلام اور ابن یامینؓ کے اسلام لانے کا یہودی پریچائے اچھا اثر پڑنے کے اور الٹا اثر پڑا، اور انھوں نے اس اقدام حق پران کو حد درجہ مطعون اور لعنت بلاست کی، سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت سے پہلے مکہ ہی میں یہود کی مخالفت اور دشمنی کا علم ہو چکا تھا، مدینہ آنے کے بعد اس کا غیثی مشاہدہ بھی ہوا، اس لیے آپ کے مسجد نبوی و کا شانہ نبوت کی تعمیر کے بعد ہی پہلا جو کام کیا وہ انصار اور یہود مدینہ کے ایک ایک قبیلہ سے معاہدہ امن و صلح تھا، تاکہ یہود کی مخالفت اور زیادہ آگے بڑھنے نہ پائے، اور آپ کے اور مسلمانوں کے بائے ان کو جو غلط فہمی ہو گئی ہے، اس کا ازالہ ہو جائے، چنانچہ آپ کے قبائل یہود سے صرف معاہدہ

ابن ابیہان نے خاص طور پر ان کو جمع کر کے اس پیشین گوئی کو یاد دلایا تھا، کتاب میں حضرت اید کے حالات میں یہ پورا قصہ مذکور ہے، انصار کے سامنے آپ نے پہلی بار اسلام پیش کیا، تو انھوں نے آپس میں مشورہ کیا، اور کہا ایسا نہ ہو کہ اس فضل میں بیڑ ہم سے سعادت لیجائیں، اور ہم رہ جائیں، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہود جانتے تھے کہ خاک بطحا سے وہ نبی عنقریب مبعوث ہونے والا ہے، جس کی بشارت حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو دی تھی، ابھی اوپر حضرت سلمہؓ کی روایت گزری ہے، جس میں ہے کہ ایک یہودی عالم نے یہود کے ایک پورے مجمع میں آپ کے مبعوث ہونے کا اعلان کیا تھا، لہذا ابویا سر بنی اسحاق نے جب قرآن کی آیتیں سنیں تو اپنے قبیلہ کے پاس آیا اور کہا کہ ہم جس نبی کا انتظار کر رہے تھے وہ آگئے ہیں، انکی اطاعت کرو، مگر اسکے بھائی بنی اسحاق نے اسکی مخالفت کی، چونکہ یہ قبیلہ کا سرور تھا، اس لیے پوری قوم اس کی ہم آہنگ ہو گئی، فتح الباری ج ۸ ص ۷۱۲

اس سلسلہ میں بعض واقعات کا ذکر آگے آئے گا۔

اسن و صلح ہی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ آپ کے ساتھ صحابہ کرام نے ان کے ساتھ اپنا رویہ نہایت
مصالحانہ، خیر خواہانہ اور روادارانہ رکھا،

اب نفس نفیس ان کے مرصنون کی عبادت کرتے تھے، ان کے جنازے جاتے تھے تو آپ
احتراماً کھڑے ہو جاتے تھے، آپ کی مجلس میں ان کو چھینک آتی تو آپ دعائیہ کلمات ارشاد فرماتے،
جب تک کسی مسئلہ میں قرآن کا صریح حکم نازل نہ ہو جاتا، آپ تورات کے حکم پر عمل کرتے، اور اس میں
خود یہود سے مشورہ کرتے تھے، آپ خود اور صحابہ ان ہی کی اتباع میں عاشورا کا روزہ رکھتے تھے،
یہود آپ کے اور مسلمانوں سے بحث و مباحثہ کرتے، مگر آپ کبھی ناگواری کا اظہار نہ فرماتے، ایک مرتبہ
حضرت سلمان فارسی اور چند یہودیوں میں باہم اس بات پر کہ حضرت موسیٰ افضل ہیں یا حضور انور
صلی اللہ علیہ وسلم سخت گفتگو ہو گئی، یہود حضرت بنوی میں شکایت لے کر آئے، آپ نے صحابہ سے
مخاطب ہو کر فرمایا، مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو، اسی طرح ایک مرتبہ حضرت یونس کا ذکر آیا، تو اس
وقت بھی آپ نے یہی فرمایا کہ مجھے ان پر فضیلت نہ دو۔

ایک طرف یہ لطف و کرم اور اخلاق و محبت کی بارش تھی کہ بچہ بچہ اس سے سیراب تھا،
دوسری طرف یہود کا طرز عمل یہ تھا کہ آپ کی مجلسوں میں آتے تو السلام علیکم کے بجائے السلام
(تم پر موت آئے) کہتے، آپ کی توہین کے لیے راعنا کا لفظ استعمال کرتے، آپ کے اور مسلمانوں سے
خواہ مخواہ بحث و مباحثہ کرتے، آپ کی شان میں گستاخان اور آپ کی نبوت کی تکذیب کرتے،
مسلمانوں کو طرح طرح سے ستانے کی کوشش کرتے، ان سے بد کلامیاں کرتے، لیکن ان کی

۱۔ ترمذی شریفین باب اذا عطف الیہود راعنا کے معنی ہیں میری رعایت کیجئے، مگر یہود اسکو زبان دبا کر راعنا کہتے
جس کے معنی عربی میں ہے چرواہے کے ہیں، انکی اس روش کو دیکھ کر مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی کہ تم راعنا کے بجائے
”انظنا“ کا لفظ استعمال کرو۔ تاکہ ان کو آپ کی اہانت کا موقع نہ ملے،

مسلسل ایذا رسیدیوں، گستاخوں، شہرتوں، ریشہ دو ایندین، فتنہ آراہوں اور شہر انگیزیوں کے باوجود مسلمانوں کے ہاتھ سے صبر و تحمل کا دامن کبھی نہیں چھوٹا، اور ہمیشہ ان کے مقابلہ میں وہ علم و بردباری اور صبر و ضبط اور اسلام کے اعلیٰ اخلاق کا اظہار کرتے رہے، اور انھوں نے اس کا خاص طور سے خیال رکھا کہ ان کی طرف سے کوئی ایسی بات نہ ہو، جو صلح و امن کے لیے مضر اور اس معاہدہ کے خلاف ہو، جو ان کے اور مسلمانوں کے درمیان ہو چکا تھا، چنانچہ قرآن یہود کے اس طرز عمل کے بارے میں مسلمانوں کو ہدایت دیتا ہے،

اور تم بہت سی دل آزاری کی باتیں اپنی کتاب	وَلَيْسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا
یہود اور مشرکین سے سنو گے، تو تم اگر ان پر	الْكِتَابَ وَمِنَ الَّذِينَ آتَمَّكُوا
صبر کرو گے اور تقویٰ کا طرز عمل اختیار	أَذَى كَثِيرَةً وَإِن تَصْبِرُوا
کرو گے تو یہ عزیمت کا کام ہوگا۔۔۔	وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَلِكَ مِّنْ عَزْمِ
.....	الْأُمُورِ دَالِ عَمَلِنَ»

شروع سے یہود کے ساتھ مسلمانوں کا جو محبت آمیز برتاؤ تھا، اور جس رفیق و لذت اور حسن سلوک کے ساتھ وہ ان سے پیش آ رہے تھے، اس کا تو تقاضا یہ تھا کہ وہ مسلمانوں سے قریب ہوتے، ان کی دعوت کو قبول کرتے، ان کے معاون و مددگار بننے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ان سب کے باوجود وہ اسلام سے بیزار اور مسلمانوں سے دن بدن دور ہوتے جا رہے تھے، اس کے اسباب اور موانع کیا تھے، اس کو ہم ذرا تفصیل سے یہاں لکھتے ہیں،

(۱) یہودین متعصب تھے اور ان میں کوہم ایک کابشت نبوی کے متعلق الگ الگ نظریہ اور خیال تھا،
 (۲) ایک طبقہ تو یہ سمجھتا تھا کہ حضرت موسیٰ کی نبوت اور تورات کے نزول کے بعد اب کسی اور نبی کی نبوت یا کسی اور کتاب الہی کا نزول نہیں ہوگا۔ لیکن یہ بہت محدود تھا، اس خیال کے

یہود عرب میں زیادہ نہ تھے،

(ب) دوسرے کا خیال یہ تھا کہ ایک اور نبی کی بعثت تو ہونے والی ہے، مگر وہ بنی اسرائیل سے ہوگا اور اگر بنی اسرائیل سے نہ بھی ہو تو ہر معاملہ میں کم از کم ان کی تائید ضرور کر لیا چنانچہ انہوں نے بارہا آپ کے سامنے اس کا اظہار کیا۔

حدیث کی کتابوں میں ہے کہ ایک بار دو یہودی آپ کی خدمت میں آئے اور آپ کے چند سوالات کیے، آپ نے جواب دیا، تو کہا کہ بیشک آپ نبی ہیں، ارشاد ہوا کہ پھر میرے اتباع سے کیوں گمراہ کرتے ہو۔ کہا حضرت داؤد نے دعا کی تھی کہ نبوت ان ہی کی اولاد (بنی اسرائیل) میں رہے گی، اگر ہم آپ کا اتباع کریں گے تو یہود ہم کو قتل کر دیں گے،
اس خیال کے یہود بکثرت تھے، اور یہی مخالفت میں پیش پیش تھے،

(ج) تیسرا گروہ وہ تھا جو نہ نبوت کو حضرت موسیٰ پر ختم سمجھتا تھا اور نہ اس کو بنی اسرائیل میں محدود، بلکہ وہ انبیاء کی اصل پیشین گوئی اور تورات کے بیان کے مطابق یہ سمجھتا تھا کہ ایک نبی آنے والا ہے، خواہ وہ عرب میں یا عجم میں، یہی یہود کا اعتدال پسند گروہ تھا، اور یہی آپ کی بعثت کا منتظر تھا، اور اسی کے بعض افراد نے اسلام قبول کیا، مگر بعض ذاتی مصالح کے تحت بیشتر افراد نے دوسرے گروہ کا راستہ اختیار کیا۔ اور ان کے ساتھ رہے، اور دولت ایمان سے محروم رہے۔

(۲) عام طور پر یہود یہ سمجھتے تھے کہ جو نبی بھی آئے گا، ان کے ہر خیال اور ان کی زندگی کے ہر معاملہ میں ان کی تائید کرے گا، لیکن جب ان کی یہ توقع پوری ہوتی ہوئی نظر نہیں آئی۔

لے مند طیالسی ص ۶۷ جزء ۱، نسائی باب تحریم الدم لہ تفسیر دسیرت میں یہود کے بارے میں بظاہر خلفاء متفادری میں لینی ہیں، سلیطہ مطالعہ کرنے والوں کے لیے پریشانی اور انتشار خیال کا باعث بنیاتی ہیں لیکن اگر یہ تقسیم پیش نظر رہی تو انشا اللہ ان دو باتوں میں کوئی تشاد نظر نہ آسکے گا۔

تو انھوں نے مخالفت شروع کر دی،

حضرت عیسیٰ کے بارے میں یہود جو غلط اور فاسد عقیدہ رکھتے تھے، قرآن نے ابتداء سے نزول ہی میں اس کا ابطال کیا، اور حضرت عیسیٰ کو راست باز اور ان کو مجرم ٹھہرایا،

دوسرے انبیاء کے کرام علیہم السلام کے متعلق بھی ان کی دینی کتابوں میں ایسی بے سرو پا

باتیں اور ان کے درمیان ایسے قصے عام طور پر مشہور تھے جن سے ان کے دامنِ عفت پر نفوذ یافتہ من ذالک واضح ہی نہیں آتا تھا بلکہ ان کے فسادِ عقیدہ کا بھی پتہ چلتا تھا، قرآن نے اس

طرح کے قصوں اور افسانوں کی بھی تردید کی، اور انبیاء کی عصمت و عفت کی شہادتیں پیش کیں سورہ انعام، سورہ مریم، سورہ صافات میں ایک ایک نام لیکر کسی کو صِدِّیقًا نَبِیًّا، کسی کو

کَانَ مِنَ الْمَخْلُوعِیْنَ وَغَیْرَہَا کہا، اور سورہ انعام میں تمام مشہور انبیاء کے ذکر کے بعد کہا کہلِ مِنَ الصَّالِحِیْنَ، سب کے سب صالح اور نیکو کار تھے، حضرت سلیمان علیہ السلام کو خصوصیت کے ساتھ

انھوں نے بہت زیادہ مہتمم کیا تھا، اور عجیب و غریب واقعات بلکہ کفر و شرک تک کو ان کی طرف منسوب کر دیا تھا، قرآن نے سورہ نحل، پھر سورہ بقرہ میں اس کی تردید کی، اور ان کو ان

چیزوں سے منزہ قرار دیا، اسی طرح دوسرے واقعات و قصص و حکایات کا بھی قرآن نے رد کیا، ظاہر ہے کہ یہ ساری باتیں یہود کے توہمات کے خلاف تھیں، اس لیے ان کا برا فروختہ

ہونا بالکل طبعی تھا، اور وہ برا فروختہ ہوئے،

(۳) یہود، جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں، ہر طرح کے اخلاقِ ذمہ اور معائبِ سیئہ میں مبتلا تھے، مگر اس کے باوجود اہل عرب میں عنوت و شرف کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، اس لیے

وہ اپنی موجودہ اخلاقی حالت و روش پر مطمئن ہی نہیں تھے بلکہ دینی حیثیت سے اس کو اپنے لیے جائز بھی سمجھتے تھے جیسا کہ اہل کتاب کے اموال کے بارے میں انھوں نے اپنے خیال کا اظہار

کیا تھا، (آل عمران)

اسلام اس کے برخلاف مکارم اخلاقی، فضائل و محاسن کی تعلیم دیتا تھا جس کے فروغ کا لازمی نتیجہ یہودیوں کی موجودہ حالت کا زوال تھا، خصوصیت کے ان کی اقتصادی زندگی کی ترقی موت تھی، اور چونکہ وہ اپنی روش کو بدل نہیں سکتے تھے، اس لیے انہوں نے مہر ہدایت ہی پر خاک ڈالنی شروع کر دی، چنانچہ یہود کے جس طبقہ اور قبیلہ میں عیسیٰ ہی اخلاقی کمزوریوں زیادہ تھیں، اتنا ہی وہ اسلام کی دشمنی میں پیش پیش تھا۔

(۴) یہود نے شرف و نجات کا مدار ایمان و عمل کے بجائے نسل و ذات پر رکھا تھا، اسلام آیا تو اس نے شرف و عزت، نجات و نجاتیہ کا مدار ایمان و عمل قرار دیا، اس نے یہ اصول بتایا۔

اور جو نیک عمل اپنے لیے اُگے بھجود گے

اس کو اللہ کے پاس پہنچا کر اس سے اچھا

اور ثواب میں بڑا پاؤ گے۔

وَمَا تَفْتَنُ مَوَّا كَآلَافِنَسِ كُم مِّنْ

خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ

خَيْرٌ وَّاَعْظَمُ اَجْرًا (مزل-۲)

شرف و عزت کا یہ معیار قرار دیا،

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ

تم سب میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے

زیادہ پرہیزگار ہو۔

(ہجرات-۲)

چونکہ قرآن کے ان اعلیٰ اخلاقی اصولوں سے ان کے مزعومہ شرف و عزت کے فلسفہ کی دیواریں مسمار ہو رہی تھیں، اس لیے وہ چراغ پا ہو گئے،

(۵) اسلام سے پہلے اہل عرب عام طور سے علمی اور دینی اعتبار سے بالکل بے ماہر تھے،

اور یہودیوں میں علم بھی تھا اور مذہب بھی، اس لیے وہ قدرتی طور پر عربوں کو اپنے سے کم تر،

یہ آیت سورہ مزل کی ہے جو ابتدائی سورہ تون میں ہے۔

حقیر اور بے مایہ سمجھتے تھے، خود عربوں کو بھی ان کی برتری کا اعتراف تھا، ان میں اسلام آیا اور انہوں نے اس کی تعلیمات کو قبول کیا، تو ان کی دینی اور علمی سبے باہمی دور ہونے لگی، اور ان کا احساس برتری خود بخود بیدار ہونے لگا، قاعدہ ہے کہ جب کوئی قوم کسی شرف و فضل کی حامل ہوتی ہے، تو طبیعتاً کسی دوسری قوم کو اس کا شریک بنا پسند نہیں کرتی، چاہے اس شرف و عزت کی خصوصیات کا کوئی ادنیٰ شائبہ بھی اس میں باقی نہ رہ گیا ہو، اس بنا پر یہود اپنے فضل و شرف میں عربوں کو شریک اور اپنے او عداوت و خصوصیات ان کی طرف منتقل ہوتے ہوئے کیسے دیکھ سکتے تھے۔

(۶) ظہور اسلام سے پہلے عربوں میں آپس میں نہ کوئی وحدت تھی، نہ اخوت، بلکہ ہر طرف اختلاف انتشار، اور ظلم و ستم کا دور دورہ تھا، وہ بے شمار قبیلوں اور خاندانوں میں بٹے ہوئے تھے، جب اسلام آیا تو اس نے ان چیزوں کو مٹایا، اس نے اختلاف کو اتحاد سے، انتشار کو وحدت سے بدلا، ظلم و ستم کے بجائے اخوت و مساوات کی تعلیم دی، جس کی وجہ سے عربوں میں اخوت و مساوات اور اتحاد و اتفاق کی نئی روح دوڑنے لگی، پھر مدینہ پہنچ کر آپ نے اس کا عملی نمونہ یہ پیش کیا کہ انصار کے ان قبائل کو جو یروشلم سے آپس میں لڑتے آ رہے تھے، ان کو شیر و شکر کر دیا، پھر اس سے بھی بڑھ کر ہاجرین اور انصار میں آپ نے موافقت یعنی بھائی چارہ کر دیا، انصار کے قبائل خصوصیت اہل مکہ اور اہل مدینہ میں عربوں سے اختلاف چلا آ رہا تھا، اور یہود اس سے برابر فائدہ اٹھاتے رہتے تھے، اس لیے ان کو متحد و متفق ہونے اور گلے ملتے ہوئے کیسے دیکھ سکتے تھے۔ پھر اسی اخوت و مساوات کی فضا سے عربوں ہی کو فائدہ نہیں پہنچا، بلکہ خود یہود مدینہ میں ضعیف اور کمزور طبقہ تھا، اس کے دونوں میں بھی نئے عرصے اور انقلابی عزائم گھومتے رہنے لگے، حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ یہود مدینہ دو طبقوں میں بٹ گئے تھے،

ایک غالب اور مضبوط تھا، دوسرا مغلوب اور مقہور، غالب طبقہ ان غریب یودیوں پر ہمیشہ ظلم و ستم کرتا رہتا تھا، حتیٰ کہ اگر غالب گروہ کا کوئی آدمی مغلوب گروہ کے ہاتھوں مارا جاتا، تو ان کو سب و سبقت دیت دینی پڑتی، اور اگر اس کے برعکس ہوتا تو وہ ان کو صرف پچاس سبق دیت دیتے، یہ ظلم و ستم کا بازو اسی طرح گرم تھا کہ آپ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے، آپ کی آمد کے بعد ایک بار اسی طرح کا ایک معاہدہ پیش آیا، تو مغلوب گروہ نے دیت دینے سے انکار کیا، اور غالب گروہ کے پاس کہلا بھیجا کہ

انا انما اعطينا کم هذا حنیماً
منکم لنا و فرقا منکم فما اذا قدم
محمد فلا نعطيکم ذالک
(مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۶)

ہم اب تک زیادہ دیت صرف تمہارے ظلم اور خوف
کیوجہ سے دیتے رہے ہیں، اب جبکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
کے آنے کے بعد ظلم و زیادتی کا خوف نہیں ہے، تو ہم
زیادہ دیت نہیں دے سکتے۔

ظاہر ہے کہ یہ چیزیں یہود کے لیے کس قدر سوہان روح ہوئی ہوں گی،

(۷) یہود کی مخالفت کے اسباب میں ایک سبب تحویل قبلہ بھی ہے، جب تک مسلمانوں

کا قبلہ بیت المقدس تھا، عام عربوں اور مسلمانوں میں اس کی وجہ سے ان کی ایک عظمت باقی تھی،

مگر جب تحویل قبلہ ہوا تو ان کی اس عظمت کو ایک اور دھکا لگا، ان کی مخالفت پہلے ہی سے کیا کچھ کم

تھی، اب اس میں اور اضافہ ہو گیا، پہلے وہ یہ کہہ کر لوگوں کے سامنے اسلام کی اہمیت کم کرتے تھے،

کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ہمارے ہی قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں، اب وہ یہ کہہ کر مخالفت کرنے لگے

کہ یہ نبی عجیب دین لیکر آئے ہیں کہ جن کا قبلہ بھی بدلتا رہتا ہے، اور پھر یہ کہتے کہ پھر لوگ اس سے

پہلے والے قبلہ کی طرف رخ کر کے عبادت کر چکے ہیں، خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ ان کی تمام عبادتیں

اکارت گئیں، چنانچہ ان کے اس کہنے سننے کا اثر مسلمانوں پر بھی پڑا، اس لیے قرآن سننے ان کے

تمام اعتراضات کا جواب دیا، سورہ بقرہ رکوع ۱۷ و ۱۸ میں اس کی پوری تفصیل موجود ہے،
اس تحویل قبلہ کا اثر ان پر اس قدر پڑا کہ جو اسلام کے سب سے بڑے دشمن تھے، مثلاً کنز بن عوف
رفاعہ بن قیس اور قروم بن عکر وغیرہ آپ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
یہ کیا بات ہے کہ تم نے قبلہ تبدیل کر دیا، اگر پہلے قبلہ کی طرف پھر لوٹ جاؤ تو ہم تمہاری تصدیق اور
اتباع کریں گے،

ظاہر ہے کہ یہ بات انھوں نے کسی اخلاص کی بنا پر نہیں کہی تھی، نہ یہ منشا تھا کہ وہ دین اسلام
کو قبول ہی کر لیں گے، بلکہ اس تحویل قبلہ سے ان کے وقار اور ان کی دینی عظمت کو جو دھکا لگا
چاہتے تھے کہ اس طرح اس کو سنبھال لیں اور پھر ان کو یہ بھی خیال تھا کہ اگر وہ دوبارہ بیت المقدس
کو قبلہ بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے تو عام عربوں اور کمزور مسلمانوں کو گشتہ کرنے کا ان کو
موقع مل جائے گا،

(۸) ان موافق کے باوجود جو نیک فطرت اور حق پسند افراد تھے، وہ اسلام کی حقانیت
کے قائل بلکہ اس کے قبول کر لینے کی طرف ہی مائل تھے، مگر چونکہ عام یہود آبادی اس کی مخالفت
تھی، اس لیے وہ ان کے خوف سے قدم اگے نہیں پڑھا سکے، اس سلسلہ میں احادیث و سیر میں
شعور و واقعات ملتے ہیں،

مسند طیالسی اور نسائی میں ہے کہ کچھ یہود آپ کے پاس آئے، اور انھوں نے آپ سے تسبیح
بیتات کے متعلق سوال کیا، ارشاد ہوا کہ تم کس نہ کرو، آپس میں قتل و خونریزی نہ کرو، چوری اور
زنا سے پرہیز کرو، جادوگری اور سود خواری سے باز آؤ، پاکیزہ عورتوں پر تہمت نہ لگاؤ، نزدیکی

لے ظہری میں اس کی پوری تفصیل موجود ہے۔ سہ قرآن میں ہے کہ وَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ تِسْعَ آيَاتٍ مُّبِينَاتٍ اس
روایت میں اسی طرف اشارہ ہے، تسع آیات کیا ہیں اس میں اختلاف ہے،

نہ دکھاؤ، کسی کمزور و بے قصور کو ناحق کوئی الزام رکھ کر قتل کرنے یا اس کے مال کے لینے کی کوشش نہ کرو۔
 آپ جب یہ سب کچھ ارشاد فرما چکے تو انھوں نے آپ کے ہاتھوں اور پیروں کا بوسہ دیا، اور پکارا
 نَشَّهْدُ اِنَّكَ نَبِيٌّ
 ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بے شک نبی ہیں۔

آپ نے فرمایا جب تمہیں میری نبوت تسلیم ہے تو میرا اتباع کرنے میں کیا چیز مانع ہے، انھوں
 نے کہا،

اِنَّا نَخْشَى تَبَعْنَاكَ اِنْ يَمْتَلِنَا
 ہم کو ڈر ہے کہ اگر ہم نے آپ کا اتباع کیا
 الیہود (سنہ طبری ص ۱۶۰، جز ۵ و نسائی)
 تو ہمیں یہودی مار ڈالیں گے،

اسی طرح کعب بن اشرف جو بڑا مالدار یہودی تھا، اس کے متعلق زرقانی مین ہے کہ اسکے
 یہاں سے تمام یہودی علماء و احبار کو وظیفے ملتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے
 کے بعد جب وہ ایک بار اس کے پاس اپنے وظائف لینے آئے تو اس نے کہا کہ اس شخص
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے، انھوں نے کہا کہ
 هُوَ الَّذِي كُنَّا نَنْتَظِرُ
 یہ وہی ہیں جن کا ہم انتظار کر رہے تھے،

چونکہ یہ جواب اس کی توقع کے خلاف تھا، اس لیے یہ کہہ کر کہ میرے مال میں اور بہت سے
 لوگوں کے حقوق ہیں، وظیفہ دینے سے انکار کر دیا، علماء و احبار اس کے یہاں سے لوٹے تو
 ان کو اپنے اظہار حق پر پورا رنج ہوا، دوبارہ واپس آئے اور کعب سے عرض کیا کہ ہم نے مجلس
 میں جواب دیا تھا، بعد میں جب ہم نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ ہم نے جواب میں غلطی کی، یہ محمد
 صلی اللہ علیہ وسلم وہ منتظر نبی نہیں ہیں، اس کے بعد کعب نے ان کے وظائف جاری کر دیے اور
 یہ اعلان کر دیا کہ

كُلُّ مَنْ تَابَعَهُ مِنْ الْاَحْبَارِ شَيْئًا
 جو علماء یہود (آپ کی نبوت کی تکذیب میں) ان احبار کا

یہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ تمام عیوب ان میں موجود تھے،

من صالحہ (ج ۲ ص ۹-۱۰) اتباع کریں انکو بھی کچھ نہ کچھ وظیفہ ملے گا۔

اور جو اسباب و موافق بیان کیے گئے ہیں ان سے یہ اندازہ ہو گیا ہو گا کہ یہود کی مخالفت اور اسلام دشمنی کسی حقانیت یا کسی ٹھوس بنیاد پر نہیں تھی بلکہ اس میں صرف ان کی نفسانیت، خود غرضی اور دنیاوی مصلحتیں کام کر رہی تھیں، اور اس کو چھپانے کے لیے وہ مذہب کی اڑلے رہے تھے۔

یہود سے معاہدہ | اوپر ان کے اور مسلمانوں کے تعلقات کے سلسلہ میں ہم معاہدہ کا ذکر کر رہے تھے کہ ضمناً ان اسباب و موافق کا ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوا، جن کی وجہ سے یہود اسلام کی طرف بڑھنے کے بجائے اس سے دور ہوتے جا رہے تھے، اب پھر اس سلسلہ بحث کو ہم شروع کرتے ہیں، معاہدہ انصار اور یہود دونوں سے ہوا تھا، جو حصہ یہود سے متعلق ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) یہود کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی اور ان کے مذہبی امور سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔

(۲) یہود اور مسلمان باہم دوستانہ برتاؤ رکھیں گے۔

(۳) یہود یا مسلمانوں کو کسی سے لڑائی پیش آئے گی تو ایک فریق دوسرے کی مدد کرے گا۔

(۴) قریش اور ان کے حلیف قبائل کو کوئی امان نہ دے گا۔

(۵) کسی دشمن سے اگر ایک فریق صلح کرے گا تو دوسرا بھی شریک صلح ہوگا لیکن مذہبی

لڑائی اس سے مستثنیٰ ہوگی۔

(۶) مدینہ پر کوئی حملہ کرے گا تو دونوں فریق ملکر مقابلہ کریں گے۔

(۷) خونہما اور فدیہ کا جو طریقہ پہلے سے چلا آ رہا تھا، وہ بدستور قائم رہے گا۔

(۸) یہود اور انصار میں اگر کوئی اختلاف ہوگا تو اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

یہ آخری دفعہ انصار اور یہود دونوں کے معاہدات میں موجود ہے، یہ معاہدہ ہم دفعات پر مشتمل ہے جن میں تقریباً بائیس دفعات یہود سے متعلق ہیں، جس کا خلاصہ بیان بیان کر دیا گیا ہے۔ یہود کے معاہدہ میں یہ بات بھی کہی بار دہرائی گئی ہے کہ جو کوئی شخص یا قبیلہ عمدہ شکرانی یا ظلم کرے گا، اس کو اس کا وبال اٹھانا پڑے گا۔

اس معاہدہ کے سلسلہ میں دو باتیں قابل غور ہیں، ایک یہ کہ یہ کس سن میں ہوا، اور دوسری یہ کہ اس میں یہود کے مشہور قبائل مثلاً بنو قریظہ، بنو نضیر اور بنو قینقاع کا ذکر کیوں نہیں ہے؟ تمام ارباب سیر معاہدہ کا ذکر ہجرت کے پہلے سال کے سلسلہ واقعات میں کرتے ہیں، لیکن ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے اپنی کتاب "عہد نبوی میں نظام حکمرانی" کے صفحہ ۸۵-۸۶ میں یہود کے معاہدہ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ غزوہ بدر کے بعد یعنی ۳ سن میں ہوا اس پر انھوں نے علمی طور پر کچھ دلائل بھی دیئے ہیں، مگر عاجز کو ڈاکٹر صاحب موصوفت کی رائے سے اختلاف ہے، اور اس کے لئے اس کے پاس دلائل بھی ہیں، جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے، اس سلسلہ میں صرف اتنا اشارہ کافی ہے کہ معاہدہ کا انعقاد اگر غزوہ بدر کے بعد تسلیم کیا جائے تو پھر بنو قینقاع کے زمانہ اخراج کو کچھ آگے بڑھانا پڑے گا، اس لیے کہ سنہ کے رمضان میں غزوہ بدر پیش آتا ہے اور شوال کے مہینہ میں بنو قینقاع کا اخراج عمل میں آتا ہے، ظاہر ہے کہ ان سے معاہدہ کرنے اور ان کے اخراج میں اتنا کم فاصلہ کسی طرح قرین قیاس نہیں ہو سکتا۔

اس معاہدہ میں یہود کے کسی مشہور قبیلہ کا ذکر نہیں ہے، بلکہ زیادہ تر ان ذیلی قبائل کا ذکر ہے جو جدید الیہودیت تھے، اس لیے خیال ہوتا ہے کہ یا تو ان سے اس سے الگ کوئی دوسرا معاہدہ ہوا، یا پھر ان قبائل میں سے ہر ایک سے علیحدہ علیحدہ معاہدہ ہوا۔

یہ بات اسی لیے اور بھی قرین قیاس ہے کہ اس معاہدہ میں جس یہودی قبائل کا الگ الگ ذکر کیا گیا ہے،

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود کا ہر قبیلہ اپنی ایک علیحدہ وحدت اور جداگانہ حیثیت کے ساتھ اس میں شریک ہوا تھا، یہی وجہ ہے کہ جب ان میں سے کسی قبیلہ نے مسلمانوں سے جنگ کی تو دوسرے خاموش رہے، بلکہ بعض مواقع پر تو انھوں نے اپنے ہم مذہبوں کے علی الرغم مسلمانوں کی مدد بھی کی، اگر یہ تمام یہودی قبائل کا یہ متحدہ معاہدہ ہوتا تو کسی ایک سے جنگ چھڑ جانے پر دوسرے خاموش نہ رہتے۔

یہود مدینہ کا نقض معاہدہ
جنگ اور ان کا خاتمہ

اب تک ان کی جو روش تھی، اس سے مسلمانوں کو ہر وقت یہ خطرہ لاحق تھا کہ معلوم نہیں کس وقت وہ نقض عہد کر کے ان پر حملہ کر دیں

اسی خطرہ کی وجہ سے جب تک یہود مدینہ میں رہے، آپ جب کسی غزوہ میں مدینہ سے باہر تشریف لے جاتے تو مدینہ کی حفاظت کا پورا انتظام فرما جاتے، یہی نہیں، بلکہ آہستہ آہستہ وہ معاہدہ کی ان رعایتوں کو بھی ختم کرنے جارہے تھے، جب کامرعی رکھنا ان کے لیے ضروری تھا، غزوہ بدر میں معاہدہ کی رو سے ان کو مسلمانوں کی مدد کرنی چاہیے تھی، مگر انھوں نے کوئی مدد نہیں کی پھر بھی ان کو اس پر نہ کوئی شرمندگی ہوئی، اور نہ ان کے طرز عمل میں کوئی فرق آیا بلکہ بنو قینقاع نے تو غزوہ بدر کے فوراً بعد ہی نقض معاہدہ کا اعلان کر دیا، اور اس کا مظاہرہ بھی شروع کر دیا یعنی یہ کہ ایک مسلمان عورت کی کھلے بازار انھوں نے بے حرمتی کی، لیکن آپ نے نقض معاہدہ اور اس واقعہ کے بعد بھی ان کے خلاف جارحانہ اقدام نہیں کیا، بلکہ تمام حجت کے طور پر ان کو جمع کر کے سمجھانے کی کوشش کی، اور ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی، لیکن وہ کسی طرح نہ مانے اور انکار و جھوٹ پر قائم رہے، تو آخر میں آپ نے فرمایا کہ خدا سے ڈرو، کہیں ایسا

لے غزوہ بدر کے بعد فوراً نقض معاہدہ کا وجہ بجز اس کے کچھ سمجھ میں نہیں آئی کہ انھوں نے سمجھا کہ مسلمان اس وقت کمزور ہیں، اگر ان پر حملہ کر دیا جائے تو باسانی ختم ہو سکتے ہیں۔ لہذا وہ اس وقت

یہ ہو کہ قریش کی طرح عذاب الہی تم کو بھی پالے، انھوں نے کہا، ہم قریش نہیں ہیں، ہم سے جنگ ہوگی تو معلوم ہوگا، چونکہ اس افہام و تفہیم کے بعد اب فرید جملت کا موقع باقی نہیں رہ گیا تھا، اس لیے مسلمانوں نے ان کے مکانوں کا محاصرہ کر لیا، آخر کار انھوں نے مدینہ چھوڑ دینے پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا، اور وہ ان سے وادی القریٰ، پھر کچھ دنوں کے بعد شام چلے گئے،

اس قبیلہ کے بعض افراد کا اس کے بعد بھی مدینہ میں پتہ چلتا ہے، ممکن ہے جن لوگوں نے معافی مانگ لی ہو، ان کو رہنے کی اجازت ملی گئی ہو۔

بنو قینقاع کے اخراج کے بعد بھی یہود کے دوسرے قبائل کو، کوئی عبرت حاصل نہیں ہوئی، اور نہ انھوں نے اپنی روش میں کوئی تبدیلی پیدا کی، بلکہ اب پہلے بھی زیادہ انھوں نے اسلام کے خلاف ریشہ دوایان شروع کر دیں، خفیہ ساز باز کی، قریش کو درپردہ مدد دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش کی، غرض معاہدہ کی ایک ایک دفعہ کو انھوں نے عملاً توڑ ڈالا، تو ان کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا گیا، اور ان کو اس کی سزا بھگتنی پڑی، اس لیے کہ معاہدہ میں بار بار یہ بات دہرائی گئی تھی کہ جو ظلم یا نقص معاہدہ کرے گا اس کو اس کا وبال اٹھانا پڑے گا، یعنی سکنہ بنو نضیر کا مدینہ سے اخراج ہوا، اور سکنہ بنو قریظہ کا استیصال کیا گیا،

ہم نے یہاں قصداً بہت اختصار سے کام لیا ہے، اس لیے کہ اس مختصر مقدمہ میں ان واقعات کی پوری تفصیل کی گنجائش نہیں ہے، حالانکہ اس سلسلہ میں عابرجنس کے مطالعہ میں بعض ایسی چیزیں بھی آئی ہیں جو سیرت کی متداول کتابوں میں نہیں ملتیں، مگر یہاں ان کے تذکرہ کا بھی موقع نہیں ہے،

سے میں بنو نضیر کے اخراج کے بعد مدینہ کی داخلی فضا بڑی حد تک پرسکون ہو گئی اور
 مدینہ کے باہر کی فضا مسلمانوں کے حتیٰ میں پہلے سے بھی زیادہ خراب ہو گئی، یہود مدینہ سے نکلے تو بنو قنیقہ
 تو وادی القریٰ ہوتے ہوئے شام چلے گئے، مگر بنو نضیر خیبر میں قیام پذیر ہو گئے، خیبر مدینہ کے بعد
 یہود کا دوسرا بڑا مرکز تھا، یہاں پہنچ کر وہ خاموش نہیں بیٹھے بلکہ اپنی ریشہ دو انیان برابر جاری رکھیں،
 انھوں نے خیبر کے یہود اور اس پاس کے تمام عرب قبائل کو مدینہ پر حملہ کے لیے تیار کیا، ان کا
 ایک وفد قریش کے پاس بھی گیا، اس وفد کا سرگروہ حنی بن اخطاب تھا، اس سے اور قریش سے
 جو گفتگو ہوئی اسے ہم بیان نقل کرتے ہیں، تاکہ ان کی ریشہ دو انیوں کا پورا اندازہ ہو جائے،
 قریش: بنو نضیر کے لوگ کہاں ہیں، اور کیا کر رہے ہیں؟

حنی بن اخطاب: ترکتم بین خیبر و

میں نے بنو نضیر اور مدینہ کے درمیان چھوڑ دیا ہے،

المدینۃ تقریباً حنی تا توہم

وہ گشت کر رہے ہیں اور تمھاری آمد کا انتظار کر رہے ہیں

فتسیر و معصرا لى محمد و اصحابہ

تم انکو محمد اور انکے اصحابت حملہ میں اپنا ساتھ پاؤ گے،

قریش: بنی قریظہ کا کیا حال ہے،

حنی بن اخطاب: اقاموا بالمدینۃ

بنو قریظہ مدینہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دھوکا

مکر ایچھا حنی تا توہم

دیرینے کی غرض سے مقیم ہیں، جب تم مدینہ پہنچو گے

فیہا و امعک

تو وہ تمھارے ساتھ حملہ کر دیا گے،

اس سے دو باتوں کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، ایک یہ کہ ان کی سازش کا جال کتنی دور تک

پھیلا ہوا تھا، دوسری یہ کہ بنو نضیر کے اخراج کے وقت بنو قریظہ جو خاموش تھے، تو درحقیقت اس

میں ان کی ایک سیاسی چال اور سازش پوشیدہ تھی، جو غزوہ خندق کی صورت میں ظاہر ہوئی، یہیں

حجاز کے تمام مشہور قبائل شریک تھے، لیکن نصرت تھا۔ و ذی اور مسلمانوں کے حسن تدبیر سے انکو زبردستی شکست ہوئی،

بنو قریظہ جس مقصد سے اب تک مدینہ میں رکھے ہوئے تھے، اس کا اس موقع پر انھوں نے درپردہ اظہار بھی کیا، مگر ناکامیابی کے آثار دکھ کر وہ کھل کر سامنے نہیں آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی درپردہ کبا دیوں اور فساد انگیز یوں کا چونکہ علم ہو چکا تھا، اس لیے غزوہ خندق کے فوراً بعد ہی مدینہ سے ان کا بالکل استیصال کر دیا گیا،

یہودی خیر سے جنگ | غزوہ خندق کی عبرتناک شکست اور بنو قریظہ کی شدید ناکامیابی کے بعد بھی

یہود کو تنہا نہیں ہوا، اور وہ دوبارہ خیر اور اس کے آس پاس کے قبائل میں جنگ کی آگ بھڑکانے کی فکر میں لگ گئے، اس وقت یہودی خیر کا سردار اسیر بن رزام تھا، اس نے تمام عرب قبائل میں دورہ کیا، اور مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے ان کو ابھارا، یہود کے سامنے تقریر کی کہ ہمارے پیشرووں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقابلہ کے لیے جو تدبیریں اختیار کیں، وہ غلط تھیں، صحیح تدبیر یہ ہے کہ خود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مرکز حکومت پر حملہ کیا جائے، اور میں ہی طریقہ اختیار کروں گا،

امام سرخسی کے ایک بیان سے پتہ چلتا ہے کہ یہودی خیر اور اہل مکہ کے درمیان بھی ایک

خفیہ معاہدہ ہوا تھا، ان کے الفاظ یہ ہیں،

اہل مکہ اور اہل خیر (یہود) کے درمیان یہ معاہدہ

لما کان بین اہل مکة و اہل خیبر

تھا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں

من المواخاة علی ان رسول اللہ

میں سے کسی فریق پر حملہ کریں تو دوسرا فریق

صلی اللہ علیہ وسلم اذا توجه الی

احد الفریقین اغار الفریق الاخرین
اس کی جنگی تدویر سے۔

ایک طرف یہودیوں کو فریب کا یہ جال بچھا ہوا تھا، دوسری طرف خود اہل مکہ غزوہ خندق کی ذلت انگیز شکست کے بعد انتقام کی تیاریاں کر رہے تھے، جس کی اطلاع میں برابر بارگاہ رسالت میں پہنچتی تھیں، ظاہر ہے کہ مسلمانوں کیلئے نیک وقت دونوں دشمنوں سے مقابلہ کرنا آسان نہ تھا، دوسرے اس وقت اہل مکہ سے کہیں زیادہ اہل خیبر کی طرف سے حملہ کا خطرہ تھا، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اہل مکہ سے حدیبیہ میں صلح کر لی تاکہ دشمن کا ایک بازو بیکار ہو جائے، امام سہری لکھتے ہیں

فواد ع اهل مكة حتى يامن
جانہدہ
اہل مکہ سے اپنے معاہدہ صلح کر لیا، جس سے آپ کو
غنیمت کے ایک گروہ کی طرف سے اطمینان ہو گیا

اور اہل خیبر کے خلاف جارحانہ اقدام کر دیا، چونکہ یہ مورخ مختلف حیثیتوں سے بہت سخت تھا، اس لیے آپ نے مدینہ میں یہ اعلان کر دیا کہ

لا یخون معنا الا اذنبا لجهاد
صرف وہی لوگ ساتھ چلیں جن کی نیت ہمارے لیے
اس کے وہ مقصود تھے، ایک یہ کہ بزدلی، غنیمت کے حرص اور منافقین نہ جانے پائیں، اور دوسرا
یہ کہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ اقدام ملک گیری کے لیے نہیں، بلکہ اعلاء کلمۃ اللہ اور حفاظت
خود اختیاری کے لیے ہے،

مسلمان مدینہ سے خیبر کے لیے روانہ ہوئے، تو یہودیوں کے بعض حلیف قبیلوں نے راستہ میں ان سے کچھ چھڑ چھاڑ کر فی جاہی، مگر مسلمان ان تمام موانع سے بچتے ہوئے خیبر پہنچ گئے، اور یہ ہم لکھ چکے ہیں کہ خیبر کے یہودی نہایت مالدار اور جنگی حیثیت سے نہایت مضبوط تھے،

۱۰ شرح السیر الکبیر ج ۱ ص ۲۰۱ ۱۱ مہ بسوط ج ۲ ص ۹

ان کے پاس متعدد نہایت مضبوط اور مستحکم قلعے تھے، جن میں یعقوبی کے بیان کے مطابق بیس ہزار مسلح سپاہی موجود تھے، اس سے پہلے مسلمانوں کو اتنا سخت کوئی معرکہ پیش نہیں آیا تھا، تقریباً تین ہفتہ تک مسلسل جنگ ہوتی رہی، مسلمانوں کو بہت سخت مقابلہ کرنا پڑا، یہود قلعہ بند ہو کر لڑ رہے تھے، پھر ان کے پاس منجیفین تھیں، جنہیں وہ اس موقع پر استعمال کر رہے تھے، لیکن آخر کار یہود کے یہ تمام قلعے جن پر ان کو ناز تھا، یکے بعد دیگرے فتح ہو گئے، اور ان کو شکست فاش اٹھانی پڑی۔

خیبر کے یہود کی گذشتہ ریشہ و دواہان تو ایسی تھیں کہ وہ کسی رعایت اور مروت کے مستحق نہیں تھے، مگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ ان کے ساتھ کوئی سختی نہیں کی بلکہ ان کے ساتھ بہت خیر خواہانہ اور فیاضانہ سلوک کیا، ان کے قلعے، مکانات، باغات سب واپس کر دیے، ان کی زمینیں ان کے پاس رہنے دیں، اور طے کیا کہ ان میں جو پیداوار ہوگی اس کا نصف حصہ وہ برابر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے رہیں گے،

اس ضمن میں دو ایک واقعے قابل ذکر ہیں، اثنائے جنگ میں یہودیوں کا ایک چرواہا جس کے ساتھ جانوروں کا بوز بھی تھا، آکر مسلمان ہو گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ جاؤ، جانوروں کو ان کے مالک کے پاس پہنچاؤ،

دوران جنگ میں ثورات کے کچھ نسخے مسلمانوں کے ہاتھ آ گئے تھے، وہ ان کو واپس کر دیے گئے،

یہاں تک رعایت کی گئی کہ خیبر میں کوئی مسلمان امیر تک نہیں مقرر کیا گیا، بلکہ مسلمان تھیں ہی سال بسال یہاں جاتے تھے اور غلہ وصول کرتے تھے، وہ غلہ کی وصولی میں اس قدر عدل و انصاف

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی ص ۳۴۱

برستے تھے کہ غلہ کو دو حصوں میں برابر تقسیم کر دیتے تھے، اور یہودیوں سے کہتے کہ ان میں سے جو چاہے
 لے لو، یہ دیکھ کر یہود کہتے تھے کہ اسی عدل و انصاف کی وجہ سے یہ زمین و آسمان قائم ہیں،
 اس موقع پر ایک طویل بحث یہود کے خیمہ چھوڑنے کی بھی ہے، مگر ہم اس کو بخوف
 طوالت نظر انداز کرتے ہیں،

حجاز کے دوسرے حصوں کے یہود جنگ خیمہ کے نتیجہ کا انتظار کر رہے تھے، جو ان کے
 ہم ندموں کی شکست کی صورت میں برآمد ہوا، ان کی شکست اور سقوط خیمہ کے بعد ہمیشہ کیلئے
 حجاز سے یہود کا سیاسی اور جنگی زور ختم ہو گیا، امام سرخسی لکھتے ہیں،

ان اليهود با لحجاز كانوا ينظرون
 حجاز کے تمام یہود اہل خیمہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ما يؤمل اليه حال النبى صلى الله عليه وسلم
 کے درمیان جو جنگ تھی، اس کے نتیجہ کا انتظار

مع اهل خيمه فقد كانوا عن اليهود
 کر رہے تھے، اسلئے کہ خیمہ کے یہود حجاز کے یہودیوں

بالحجاز فلها صارا واقفون
 ہیں سب سے زیادہ غالب، مغرور اور عاصیان

ذلت سائر اليهود والنقاد
 جب وہ مغلوب ہو گئے تو سارے یہودی منقاد و مطیع ہو گئے

چنانچہ اس کے بعد ہی مذکور، تیمار، واد القریٰ اور بنو عذرہ کے یہودیوں نے یکے بعد دیگرے
 اطاعت قبول کر کے صلح کر لی،

حجاز سے باہر مشرقاً، بحر باء، اودح وغیرہ میں جو یہود تھے، ان میں سے بیشتر نے مشرک
 سہ کے درمیان اطاعت قبول کی، غرض یہ ہے کہ خیمہ کی شکست کے بعد یہود کی قوت
 و عزت کا خاتمہ ہو گیا، اور پھر ان کے اور مسلمانوں کے درمیان کوئی جنگ نہیں ہوئی،
 ابھی یہود بعد از اسلام کی تاریخ کے بہت سے گوشے، مثلاً اسلامی علوم و فنون کی

ترقی و خدمت میں انھوں نے کیا حصہ لیا، اس کے کیا مفید و مضر اثرات مترتب ہوئے، مسلمانوں کے تمدن و معاشرت پر انھوں نے کیا اثر ڈالا، اور اسلامی تمدن و معاشرت کے انھوں نے کیا اثرات قبول کیے، وغیرہ تشہ، تفصیل میں، لیکن ہم کو ناظرین کتاب کی واما زندگی نظر کا احساس ہے، اس لیے اس موضوع کو کسی اور فرصت کے لیے اٹھارہ کھتے ہیں، اور رضامندی کی تاریخ کی طرف توجہ کرتے ہیں، جو اس مقدمہ کا وہ سہرا اہم حصہ ہے،

نضاری

اور پر ہم لکھ چکے ہیں کہ عربوں سے دوسری قوموں کے تعلقات کے جو تین بڑے ذریعے تھے ان میں ایک عیسائیت بھی تھی، جزیرہ عرب میں اس کی ابتدا کب اور کس طرح ہوئی، اسکو سب سے پہلے عرب کے کن قبائل نے قبول کیا، صحیح طور سے ان کی نشاندہی مشکل ہے، تاہم عرب کے نضاری کی تاریخ سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ یہود کے برخلاف جزیرہ میں ان کی آمد اور عیسائیت کی ترویج و ترقی کے اسباب زیادہ تر سیاسی اور کسی حد تک تبلیغی اور تجارتی تھے، یہود یا تو یہاں ہجرت کر کے آئے تھے، یا تجارت کی غرض سے آئے، اور پھر یہاں آباد ہو گئے، جس کی وجہ سے یہودیت کو فروغ ہوا، اس کے برعکس یہاں عیسائیت کی ابتدا اور اس کی اشاعت زیادہ تر حکومت کے سایہ میں ہوئی، تجارتی آمد و رفت سے بھی کسی قدر اس میں مدد ملی، اور عیسائی مشنریوں اور پادریوں نے بھی اس کی اشاعت میں حصہ لیا، مگر یہ سب حکومت کے کارندے تھے، تاریخ سے یہ بالکل پتہ نہیں چلتا کہ خود عیسائیوں کا کوئی طبقہ یا قبیلہ کہیں باہر سے ہجرت کر کے جزیرہ میں آیا ہو اور یہاں بس گیا ہو، اس لیے یہ سمجھنا چاہیے کہ عرب میں جو عیسائی تھے وہ سب خالص عربی النسل تھے عرب کے پڑوس میں روم و حبشہ دو عیسائی حکومتیں قائم تھیں، جن کے اثر سے

۱۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کو عیسائی اور نصرانی دونوں کہتے ہیں، نضاری اسی نصرانی کا پہلا ہی لقب ہے حضرت عیسیٰ کے نام کی طرف انکی نسبت ہوتی ہے، اور جب اسکی پہلی ماہرہ کی طرف نسبت ہوتی ہے تو نصرانی کہلائے ہیں،

یہاں عیسائیت کو فروغ ہوا، اس لیے پہلے ان کے اور عربوں کے تعلقات پر ایک سرسری نظر ڈال لینی چاہیے،

قدیم زمانہ سے عربوں کی تجارت تقریباً تمام قریب بید ملکوں میں تھی، چین	رومیوں اور عربوں
ہندوستان، افریقہ اور یورپ تک عرب اپنا مال تجارت	کے قدیم تعلقات

یہ جانتے تھے، خصوصیت ایشیا کے کوچک اور رومیوں کے تعلقات کا ذریعہ تو عرب تاجروں ہی تھے، لیکن ان نے لکھا ہے کہ گیارہ صدی قبل مسیح سے پہلے سے رومیوں اور عربوں کے تعلقات کا پتہ چلتا ہے، مگر رومی و یونانی مورخین اس سے بہت کم واقف تھے، یہی وجہ ہے کہ مسالے، عطریات، ملبوسات اور جواہرات وغیرہ کی قسم کی چیزیں جو ہندوستان و چین سے آتی تھیں، اور عربوں کے ذریعہ دوسرے ممالک کو جاتی تھیں، وہ عرب ہی کی پیداوار اور حاصلات سمجھتے تھے، اسی لاپچہ میں رومیوں نے کئی بار جزیرہ عرب کو فتح کرنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہیں ہوئے،

عربوں اور رومیوں کے یہ تعلقات اس وقت تھے، جب رومی صرف رومی تھے، عیسائی نہیں ہوئے تھے، لیکن ان کے عیسائی ہو جانے کے بعد ان میں اور عربوں میں جو تعلقات پیدا ہوئے، اس کی تفصیل یہ ہے،

قدیم زمانہ میں سین کے متعدد عربی قبیلے، ترک وطن کر کے دمشق و کوفہ	رومی عیسائیوں سے تعلقات
میں آباد ہو گئے تھے، عیسوی کی ابتدائی صدیوں میں ان قبائل نے یہاں اپنی تہذیب	
تو آبادیان اور قبائلی ریاستیں قائم کر لی تھیں، ایک طرف اگر ایرانی سرحد کے قریب حیرہ	
(کوفہ) میں ان کی ایک ریاست تھی تو دوسری طرف دمشق میں رومی اور عربی سرحد پر قبیلہ سلجوق	

لے تمدن عربی ص ۸۵ لے ایضاً ص ۳۰

ضجائعمہ اور ضجائعم بھی کہتے ہیں، ان کی نو آبادی قائم تھی، ان کے علاوہ سرحدی علاقہ میں اور بھی متعدد قبائل آباد تھے،

عربوں کو ایرانیوں اور رومیوں دونوں سے نفرت تھی، اور پھر وہ مغاشی حیثیت سے بھی مطمئن نہیں تھے، اس لیے اپنے ملحقہ رومی اور ایرانی علاقوں میں برابر لوٹ مار کرتے رہتے تھے، رومیوں اور ایرانیوں میں صدیوں سے سیاسی چشمک تھی، اس لیے دونوں کچھ تو اپنے سیاسی مصالح اور دوسرے عربوں کی آئے دن کی غارتگری اور لوٹ مار کی وجہ سے ان کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتے رہے، جس میں دونوں کو کامیابی ہوئی، ایک طرف اگر ایرانیوں نے آہستہ آہستہ حیرہ کے عربوں کو اپنا ہم نوا بنا لیا، تو دوسری طرف رومی دمشق کے عربی قبائل کی حمایت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے، اور وہ ان اپنی ایک باجگزار ریاست دمشق میں پہلے قبیلہ ضجعم کی جو یہاں کا سب سے طاقتور قبیلہ تھا، باجگزار حکومت قائم ہوئی۔ سد مارپ کے ٹوٹنے کے بعد قبیلہ غسان جب یمن سے ہجرت کر کے دمشق آیا تو ضجعمیوں نے رومی سلطنت کی طرف سے ان پر فی کس ڈیڑھ دینار سالانہ ٹیکس مقرر کیا، پہلے تو اس کے ادا کرنے میں انھوں نے پس و پیش کیا، مگر پھر راضی ہو گئے، اور کچھ دنوں تک ٹیکس دیتے رہے، پھر اس کے دینے سے انکار کر دیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں میں جنگ ہوئی، جس میں ضجعمیوں کو شکست ہوئی اور غسانیوں نے یہاں اپنی حکومت قائم کر لی، جس کا سردار اور یا حکمران ثعلبہ تھا۔

غسانی چونکہ رومیوں کے ٹیکس سے عاجز آکر لڑائی پر اتر آئے تھے، اس لیے غالباً رومی حکومت

کو خطرہ پیدا ہوا ہو گا کہ کہیں یہ ایرانیوں سے نزل جائیں، اس لیے انھوں نے غسانی سردار ثعلبہ

کے پاس پیام بھیجا کہ تم بڑے بہادر لوگ ہو، تم نے عرب کے سب سے طاقتور قبیلہ کو شکست دیدی، اس لیے صحابیوں کی جگہ تمہیں حاکم مقرر کیا جاتا ہے، تم پر کوئی حملہ آور ہوگا تو رومی حکومت چالیس ہزار فوج سے تمہاری مدد کرے گی، اور اگر ہم پر کوئی حملہ آور ہوا تو تم لوگ بیس ہزار مسلح فوج سے ہماری مدد کرو گے، اسی کے ساتھ ہمارے اور ایرانیوں کے باہمی معاملات میں تمہیں کوئی دخل نہ ہوگا، چنانچہ طرفین میں یہ معاہدہ ہو گیا، اور عسائیوں کی حکومت یہاں قائم ہو گئی،

عسائی حکومت کس صدی میں قائم ہوئی؟ مختلف قیہ ہے، عام مورخین اور انسائیکلو پیڈیا

آف اسلام کے مرتبین کے بیان کے مطابق یہ چھٹی صدی عیسوی کی ابتدا کا واقعہ ہے، مگر حسب کتاب الحجرت کا بیان ہے کہ عسائی حکومت کی ابتدا تیسری صدی کے ابتدائی سالوں میں ہوئی،

محمد بن عبد بن لکھا ہے کہ عسائیوں سے جس رومی شہنشاہ نے معاہدہ کیا تھا اس کا نام

وی فیوس (Decius) تھا، جس کی وفات ۲۵۱ء میں ہوئی، اس سے ظاہر ہے

کہ عسائیوں کی آمد اس سے پہلے ہوئی ہوگی، غرض عسائیوں نے ہمیشہ عربی حمایت و وفاداری

کی لاج رکھی، اور سخت سے سخت وقت میں بھی رومیوں کا ساتھ نہیں چھوڑا اور ان کے

دوساز رہے، یہاں تک کہ ان کے اثر سے خود بھی عیسائی ہو گئے۔

عربوں کی یہی سرحدی ریاست جزیرہ عرب میں عیسائیت کی سوغات لائی، اور

پورے جزیرہ میں اس کو لپکا کر تقسیم کیا، اس کے بعد رومیوں کے اثرات بتدریج بڑھتے گئے،

یہ کتاب البحر ص ۱۱، حیرہ کی تاریخ جتنی اجاگر ہے، اتنی ہی عسائیوں کی تاریخ بھی ہونی ہے، یہ بیان ہم نے ڈاکٹر

حمید اللہ کے اتباع میں کتاب البحر سے لیا ہے، جو بہت واضح ہے، اور جس سے عسائیوں کی تاریخ پر پوری روشنی

پڑتی ہے، ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ محمد بن عبد کے اس بیان کو تبری اہمیت حاصل ہے، اب تک یہ خیال تھا کہ

کا واقعہ ہے، سیاسی زندگی ص ۲۵۶۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام، ج ۱، سیاسی زندگی،

یعنی ان کی اسی حکمرانوں کے سایہ میں ان کا تمدن، ان کا علم اور مذہب بھی آیا، جس سے عربوں کے
 دل و دماغ اثر پذیر ہونے لگے، چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں سرحدی عربوں کی متعدد چھوٹی چھوٹی
 قبائلی ریاستیں پورے طور پر رومیوں کے سیاسی اثر کے ماتحت آگئیں، اور متعدد قبائل نے عیسائیت
 قبول کر لی، ان کے یہ تمدنی اور علمی اور مذہبی اثرات صرف سرحدی مقامات و قبائل ہی تک محدود
 نہیں رہے، بلکہ انہوں نے اس کو شمالی حجاز کے مرکزی شہروں مکہ، یثرب اور وادی القریٰ
 تک پھیلانے کی کوشش کی،

کتبہ کی وجہ سے مکہ کو مذہبی تقدس حاصل تھا، اور اس کی تولیت پورے عرب کی
 سیادت کے ہم معنی تھی، اس لیے ہر زمانہ میں ہر طاقتور قبیلہ نے اس پر قبضہ کرنے کی کوشش
 کی، پہلے جرہم اس پر قابض تھے، اس کے بعد خزاعہ قابض ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کے پردادا کے دادا قحس نے خزاعی سردار حلیل جو اس وقت کعبہ کا متولی تھا، اس کی لڑکی سے
 شادی کر لی، قحس نہایت ہوشمند اور صاحبِ صلاحیت تھے، اس لیے حلیل جب مرنے لگا،
 تو کعبہ کی تولیت کے لیے ان کو وصیت کر گیا، لیکن بنو خزاعہ نے اس کے مرنے کے بڑھی کو
 متولی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، اور جنگ تک فوجت پہنچ گئی، اور قحس کامیاب ہو گئے، ابن قتیبہ
 نے لکھا ہے کہ

واعانہ قیصر علیہا (۲۹) قیصر روم نے اس اقتدار کے حصول میں قحس کو مدد دی

بعثت نبوی سے دو سو برس پہلے یثرب میں ایک مرتبہ یہودیوں اور اوس و خزرج میں
 جنگ ہوئی تو غسانی عیسائیوں نے ان قبیلوں کی مدد کی تھی، ظاہر ہے کہ رومیوں اور غسانیوں
 کی قحس اور اوس و خزرج کے ساتھ یہ ہمدردی اور امداد و اعانت پونہی نہیں تھی، بلکہ

اس میں ان کی ایک سیاسی غرض بھی پوشیدہ تھی، یعنی وہ چاہتے تھے کہ سرحدی مقامات کی طرح جزیرہ کے اندرونی مقامات خصوصیت سے مجازین بھی ان کا کچھ نہ کچھ عمل دخل ہو جائے اور وہ اس میں کسی حد تک کامیاب بھی ہوئے۔ تفصیل آگے آتی ہے،

اہل حبشہ اور عربوں کے تعلقات | سرحدی مقامات اور شمالی مجازین عیسائی اثرات رومی حکومت

یا اس کے زیر اثر سرحدی ریاستوں کے ذریعہ پھیلے، مگر جزیرہ کے جنوبی حصہ یعنی یمن اور اس سے ملحقہ علاقوں میں عیسائیت کے فروغ کا سب سے بڑا ذریعہ حبشہ کی عیسائی حکومت تھی، اس لیے اسکے اور عربوں کے قدیم تعلقات پر بھی ایک نظر ڈال لینی چاہیے،

بعض مستشرقین حبشہ (ابی سینا) کے صحابہ اہل عربہ کا تعلق یمن کے قدیم قبیلہ ہرہ سے ثابت کیا ہے،

ابن خلدون نے ہرہ کے متعلق تو نہیں، مگر اس سلسلہ کی دوسری شاخوں کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ مصر و حبشہ تک پھیل گئے تھے، ممکن ہے اسی تعلق کی بنا پر مستشرقین نے ہرہ کے قائم کر لی ہو۔

اگر ابن خلدون اور مستشرقین کے بیان کو تسلیم کر لیا جائے تو تیسری صدی عیسوی سے پہلے عربوں اور اہل حبشہ میں تعلقات قائم ہو چکے تھے،

یمن میں عیسائیت کا سب سے بڑا مرکز حیران تھا، پانچویں صدی عیسوی پہلے یہاں عیسائیت

آچکی تھی، اس وقت یہاں حمیری حکومت تھی، جس کے زمانے روم و عجم یا یہودی تھے، آخری فرمانروا ڈونو اس توغالی یہودی تھا، یمن کی اس حمیری حکومت اور حبشہ کی عیسائی حکومت میں برسوں سے کشمکش تھی، یمن میں عیسائیت کے فروغ سے حمیری حکومت اپنے لیے خطرہ محسوس کر رہی تھی، اس لیے وہ اس ملک میں اس کے خاتمہ کی فکر میں تھی، اسی اثنا میں ایک اتفاقی واقعہ پیش آگیا کہ جو یہودی

۱۳۹ ص ۲۴۹ ابن خلدون ج ۲ ص ۲۴۹ سے اس لیے کہ جن قبائل کا ذکر ابن خلدون نے کیا ہے وہ عرب

ٹوٹنے سے پہلے یمن کے رہنے والے تھے، اور سدنا کے تعلق اور ثابت ہو چکا ہے، یہ واقعہ تیسری صدی کا ابتدا میں پیش آیا،

نجران میں قتل کر دیے گئے، ذونواس کو اس کی اطلاع ہوئی، تو اس کو ایک بہانہ ہاتھ آگیا، پوری ایک فوج کے ساتھ نجران گیا، اور عیسائیوں کا قتل عام شروع کر دیا، مفسرین لکھتے ہیں کہ قرآن کی اس آیت قَتَلَ اَصْحَابَ الْاَكْحَدِ وَ دَرَسَ میں ذونواس کے اسی حملہ اور قتل عام کی طرف اشارہ ہے،

جو نجرانی عیسائی قتل ہونے سے بچ گئے، وہ حبشہ کے عیسائی بادشاہ کے دربار میں فریاد لیکر پہنچے، اور اس کے سامنے انجیل مقدس کی جعلی ہوئی جلدیں پیش کیں، غالباً وہ تنہا یہی حکومت کے ان مظالم کا انتقام نہیں لے سکتا تھا، اس لیے اس نے قیصر روم سے مدد چاہی بعض مورخین کا بیان ہے کہ خود نجران کے فریاد ہی قیصر روم کے پاس گئے تھے، بہت ممکن ہے کہ ان میں سے کچھ حبشہ گئے ہوں، اور کچھ روم اور مدد کے خواستگار ہوئے ہوں،

بہر حال قیصر متاثر ہوا، اور کئی سو کشتیاں تیار کر کے حبشہ روانہ کیں، خود نجاشی شاہ حبشہ نے بھی سات سو کشتیاں تیار کرائیں، اور ان پر ایک لاکھ یا اس سے زیادہ فوج سوار ہوئی، اور یہ فوج ان ہی کشتیوں کے ذریعہ آبنائے باب المندب کو عبور کر کے یمن کے ساحل پر اتر گئی، اور یمن پر حملہ کر دیا، جس میں ابتداءً ان کو شکست اٹھانی پڑی، مگر فوراً ہی حبشہ سے مزید کمک آگئی، اور اس نے جمہیری حکومت کو شکست دیدی، ان کے فرماؤ اور ذونواس نے خود کشی کر لی، یہ واقعہ ۶۲۶ء کا ہے، ذونواس کی شکست و خود کشی کے بعد پورا یمن حبشہ کی عیسائی حکومت کے تحت آگیا، اور اس کے زیر سایہ عیسائیت کو یہاں بڑا فروغ ہوا، اور تقریباً سو برس تک اس کا زور پائی رہا، اس کے بعد یمن پر ایرانیوں کا قبضہ ہوا، جس سے عیسائیت کا زور تو گھٹا ضرور گیا، مگر ختم نہیں ہوا۔

اس آیت کی تفسیر و تشریح یہود کے ذکر میں اچھی ہے،

ہم نے اوپر یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ جزیرہ عرب میں عیسائیت کو فروغ ہمیشہ حکومت کے زیر سایہ یا عیسائیوں کے سیاسی تغلب کے ماتحت ہوا ہے، ان واقعات سے ہمارے اس خیال کی تائید ہوتی ہے۔

یمن پر حبشہ کے تسلط کے بعد اس کی طرف سے برابر گورنر مقرر ہو کر وہاں جاتے تھے یمن میں حبشہ کی حکومت کا ایک عیسائی گورنر ابرہہ گزرا ہے، جو بڑا مذہبی تھا، اور جس نے وہاں بہت سے تاریخی و تمدنی کارنامے انجام دیے ہیں، جن کی وجہ سے اس کا نام اب تک زندہ ہے، مثلاً سد مارب کی مرمت اور متعدد گرجوں کی تعمیر وغیرہ۔

اصحابِ نبیل | اسی ابرہہ کے زمانہ کا ایک واقعہ کعبہ کے انہدام کی غرض سے خود اس کی سرکردگی میں اصحابِ نبیل کی مکہ پر چڑھائی کا بھی ہے، جس کا عربوں سے بڑا گہرا تعلق ہے، اور قرآن میں اس کا ذکر آجانے کی وجہ سے اس کو بڑی اہمیت حاصل ہو گئی ہے، اس حوالہ کے مفسرین نے متعدد اسباب بیان کیے ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ

ابرہہ نے یمن کے دارالسلطنہ صناین میں ایک کلیسا تعمیر کرایا، اور شاہ حبشہ کو لکھا کہ اس کلیسا کی تعمیر سے میرا مقصد یہ ہے کہ کعبہ کے بجائے لوگ یہاں آئیں، اور اس کو کعبہ بنائیں، کسی طرح عربوں کو اس کا علم ہو گیا، اور اس کا خط ان کے ہاتھ لگ گیا، جس سے ان کو بڑا اشتعال پیدا ہوا، اور ایک شخص نے صنعا جا کر کلیسا کو گندہ کر دیا، ابرہہ نے اس پر کعبہ کے انہدام کا فیصلہ کر لیا اور مکہ پر حملہ کر دیا، دوسرا یہ کہ کچھ عربوں کی غلطی کی وجہ سے کلبا میں آگ لگ گئی، جس سے مشتعل ہو کر ابرہہ نے مکہ پر چڑھائی کر دی،

امام طبری نے لکھا ہے کہ ابرہہ کے یہاں سے بہت سے عربوں کو وظیفہ اور روزینہ ملتا تھا،

ایک مرتبہ خزاعہ کے چند افراد اس کے دربار میں آئے، جن میں محمد بن الحزاعی اور اس کا بھائی تھیں

بھی تھا، ایرہہ نے ان سے کہا کہ میں نے یہاں ایک کلیسا بنوایا ہے، اور چاہتا ہوں کہ تم تمام قبائل میں گھوم گھوم کر اعلان کر دو کہ وہ بین کے اس کہنہ کے حج کے لیے آئیں، یہ دونوں اس ہم پر روانہ ہو گئے، جب یہ قیدیہ بنو کنانہ میں پہنچے، تو اس کے چند افراد نے انہیں قتل کر دیا، اس پر ایرہہ نے حملہ کی تیاری شروع کر دی،

عموماً ان عجمی باتوں کو جو اصلی سبب کے ضمن میں پیش آئیں حملہ کا سبب بنا دیا جاتا ہے، جسکی وجہ سے ان واقعات کے پڑھنے والے کو تشویش ہوتی ہے، لیکن اگر غائر نظر سے دیکھا جائے تو کلیسا میں گندگی کرنے، آگ لگ جانے یا خرابی سردار کے قتل کے واقعات و حقیقت حملہ کا سبب نہیں، بلکہ اس کا بہانہ بن گئے، اصلی سبب سیاسی اور مذہبی تغلب تھا، جیسا کہ بحران پر حملہ کرنے کے لیے زونو اس نے یودیون کے قتل کو بہانہ بنا لیا تھا، حالانکہ اپنے سیاسی مصالحوں کے ماتحت وہ پہلے سے اس پر حملہ کرنا چاہتا تھا،

بات یہ ہے کہ کہنہ کی وجہ سے رومیون کو قدیم زمانے سے حجاز اور خصوصیت سے اس کے مرکزی شہر مکہ پر قبضہ کرنے کی خواہش تھی، اور اس کے لیے انہوں نے کئی بار کوشش بھی کی، مگر ناکام رہے، اس کے بعد انہوں نے غیر جنگی طریقہ اختیار کیا، یعنی اقتصادی و سیاسی مراعات و فوائد کے نام سے انہوں نے عربوں کی استمالت شروع کی، اور یہ آچکا ہے کہ قصی کو قیصر نے مکہ پر قبضہ کرنے میں مدد دی، اور ان کے حوصلہ مند پوتوں کو رومیون اور حبشیوں نے اپنے اپنے ملکوں میں تجارت اور آمد و رفت کی سہولتیں فراہم کیں، ہاشم کے چار لڑکے تھے، ہاشم، عبد شمس، نوفل، المطلب، ان میں ہر ایک نے جزیرہ عرب کے قریب کے ملکوں سے تعلقات پیدا کئے، اور ان ممالک میں تجارتی سہولتیں حاصل کیں،

لے پوری تفصیل طبری تفسیر سورہ قیل میں موجود ہے،

عبدالشمس نے قیصر روم اور شاہ عثمان سے، نوحل نے شاہ ایران سے، مطلب نے یمن کے حمیری بادشاہ سے اور ہاشم نے نجاشی شاہ حبشہ سے ملاقات کی، ابن سعد میں ہے کہ قیصر روم نے توان کے لیے نجاشی کے نام ایک سفارشی خط بھی لکھا تھا، اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر سختی اور ہجر سے ان پر قابو پایا نہیں جاسکتا تو اسی ذریعہ سے ان پر اپنا سیاسی و مذہبی اقتدار قائم کیا جائے اور سرحدوں پر اس کا کامیاب تجربہ ان کو ہو بھی چکا تھا، مگر حجازی عرب ان سے کہیں زیادہ ہوشمند نکلے اور انکی ہوس اقتدار پوری نہ ہو سکی، جب حبشہ پر زومیوں کا اقتدار ہوا اور حبشہ کے ذریعہ یمن قبضہ میں آیا تو ان کے دل میں حجاز کو سر کر لینے کی پھر خواہش پیدا ہوئی ہوتی تو تعجب نہیں، اور کیا عجب ہے کہ اپنی اسی دیرینہ آرزو کی تکمیل ہی کی غرض سے انھوں نے یمن کو فتح کرنے میں حبشہ کی مدد کی ہو۔

لیکن اس راہ میں بڑے بڑے بوجھ و پیڑھیں حاصل تھی وہ کعبہ کا تقدس اور اسکی وجہ سے مکہ اور اہل مکہ کی مرکزیت تھی، اس کو ختم کرنے کے لیے ابرہہ نے دو کلیسے بنوائے، ایک صنعاء میں اور دوسرا بحر ان میں، اور سارے عرب قبائل میں ان کی زیارت کے لیے دفر و پیچھے، مگر اس کو ان تمام کوششوں میں سخت ناکامیابی ہوئی، نہ کعبہ کی تقدیس کو وہ صدمہ پہنچا سکا، اور نہ وہ مکہ کی مرکزیت و اہل مکہ کی مرجعیت کا خاتمہ کر سکا، اس بنا پر اس کی آتش غضب بھڑک اٹھی ہوگی، اسی اثنا میں کلیسا میں نجاست ڈالنے اور آگ لگنے کے واقعات پیش آگئے ہوں گے، جن کو اس نے اپنے حملہ کا بہانہ بنا لیا، جیسا کہ آجکل کی حکومتیں ایک دوسرے پر حملہ کرنے کے لیے اس طرح کے بہانوں کی تلاش میں رہتی ہیں۔

اس حملہ میں ابرہہ کو سخت ناکامیابی ہوئی، یہ واقعہ ۶۰۰ء میں ہوا، اسی سال رحمت عالم

صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی،

حبشہ اور عربوں کے تعلقات میں تجارتی کاروبار، اور ایک دوسرے کے ملک میں آمد و رفت

ابن محمد بن عبد بن ایلاف کے معنی اللہ یعنی پروردگار نے لکھے ہیں، کتاب البحر ص ۱۶۲، اس واقعہ کی تفصیل کے لیے دیکھیے یعقوبی ج ۱ ص ۲۰۸، ابن سعد ج ۱ ص ۲۲ و ۲۵ بعض مفسرین نے سورہ ایلات کی تفسیر میں اسی طرف اشارہ کیا ہے،

کو بھی دخل تھا جس کا سلسلہ قدیم زمانہ سے قائم تھا، عرب تاجر اپنے ملک سے چمڑے، گوند، لوبان اور
اونی کپڑے حبشہ لے جاتے تھے، اور وہاں سے غلہ لاتے تھے،

بعثت نبویؐ کے وقت رومیوں اور حجازی عربوں کے تعلقات کثیدہ نظر آتے ہیں اور ان
کا میلان رومیوں سے زیادہ ایرانیوں کی طرف معلوم ہوتا ہے، چنانچہ قریشی تاجروں کو رومیوں کے
مقبوضات میں جو پہلے سہولتیں حاصل تھیں، وہ غالباً ختم ہو گئی تھیں بلکہ رومی ان پر بڑے سخت ٹیکس
عائد کرنے لگے تھے، ہمارا قیاس ہے کہ رومیوں کی کشیدگی کا سبب تو حجاز میں ان کی سیاسی ناکامی ہو
اور ان کی طرف سے عربوں کی رنجش اور کدورت کا سبب ابراہیم کا حملہ ہوگا، یہی وجہ ہے کہ حجاز کے
علاوہ دوسرے حصہ کے عربوں اور رومیوں میں اب بھی تعلقات ویسے ہی قائم تھے، ایرانیوں کی
طرف ان کے میلان کی کوئی وجہ بظاہر سمجھ میں نہیں آئی، بجز اس کے کہ وہ بھی بت پرست تھے
اور عرب بھی، غرض ظہور اسلام کے وقت عام طور پر مشرکین حجاز رومیوں کو ناپسند اور ایرانیوں
کو پسند کرتے تھے، چنانچہ بعثت نبویؐ کے کسی سال بعد رومیوں اور ایرانیوں میں ایک زبردست
جنگ ہوئی، جس میں رومیوں کو بڑی سخت شکست ہوئی تھی، اس شکست سے اہل مکہ بہت
خوش ہوئے، مگر مسلمانوں کو اس سے بہت رنج ہوا، جس کی وجہ سے سورہ روم کی یہ آیتیں
نازل ہوئیں،

اہل روم مغلوب ہو گئے، ایک قریب ملک

الم غلبت الروم فی ارض

میں اور اس کے بعد عنقریب چند برسوں

وہم من بعد غلبہم سیخلوبت فی

میں وہ پھر غالب ہوں گے،

بضع سنین

لہ عام مفسرین یہی وجہ بتاتے ہیں، لیکن اگر یہی وجہ تسلیم کر لی جائے تو حبشہ سے بھی ان کے تعلقات کثیدہ ہوئے چاہئیں، مگر
اس نہیں تھا بلکہ حبشہ کی حکومت اہل مکہ کے تعلقات ظہور اسلام کے وقت بالکل استوار تھے، ممکن ہے کہ اس میں نجاشی کی طبیعت کی دشمنی
کو بھی دخل ہو،

چنانچہ قرآن کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی، یعنی یہ کہ چند برس کے بعد پھر رومیوں اور ایرانیوں
کو شکست ہوئی، آپ اس وقت مدینہ میں جلوہ فرماتے، اور عین عذوہ بدر کے روز یہ خوشخبری
مسلمانوں کو ملی،

مختصر یہ کہ ان ہی قدیم و جدید تعلقات کی بنا پر جزیرہ عرب کے تقریباً ہر حصہ میں عیسائیت
پھیل گئی، اب ہم ان مقامات اور قبائل کا نام بنام ذکر کرتے ہیں جن میں ظہور اسلام کے
وقت عیسائیت موجود تھی،

بخران | بخران مین مین ایک مشہور مقام تھا، یہ اپنی زر خیزی و شادابی اور صندت و حرفت
اور تجارت کی وجہ سے پورے مین مین مشہور تھا، سب سے پہلے یہاں کون لوگ آباد ہوئے
اس میں اختلاف ہے، تاہم یہ مسلم ہے کہ بنو اسماعیل یہاں قدیم زمانے سے آباد تھے، اس کے
بعد یہاں یہودیت اور پھر عیسائیت پھیلی، عیسائیت کی ابتدا کب ہوئی، اس کی صحیح تعیین
مشکل ہے، محکم البلدان میں ہے کہ فیمیون ایک نصرانی عابد تھا، اسی کے ذریعہ یہاں عیسائیت

لے پور میں مورخین متفقہ لکھتے ہیں روم زوال و انحطاط کی آخری حد تک پہنچ چکا تھا، اور ایرانیوں سے شکست کھانے
کے بعد اس کی رہی رہی قوت بھی ختم ہو گئی تھی ایسی حالت میں قرآن کا چند سال میں ان کے دوبارہ غالب آنے
کی پیشین گوئی کرنا اور پھر اس کا پورا ہونا قرآن کا کھلا ہوا معجزہ ہے،

اس سلسلہ میں مفسرین نے لکھا ہے کہ جب ایرانیوں کو فتح ہوتی تو اہل مکہ خوش ہوتے، مگر مسلمانوں کو اس بنا پر
اہل کتاب ہیں اس سے رنج ہوتا ہے ۱۱۱۱ء میں بعثت نبوی کے چھ برس بعد رومیوں کو سخت ہرکت ہوئی اور قیصر روم کو قسطنطنیہ
میں پناہ لینی پڑی، مشرکین عرب کو ایرانیوں کے اس فتح کی اطلاع ہوئی تو وہ بہت خوش ہوئے، بعض مشرکین نے حضرت ابو بکر
صدیق کو کہا کہ آج ہمارے بھائی ایرانیوں نے تمھارے بھائی رومیوں پر فتح بھائی ہے، کل ہم بھی تمھیں اسی طرح مٹا دیں گے، قرآن
نے اسباب ظاہری کے خلاف یہ پیشین گوئی کی، حضرت ابو بکر نے اس بنا پر مشرکین مکہ سے یہ شرط لگائی کہ اگر نو برس کے اندر روم
دوبارہ ایرانیوں پر فتح یاب نہ ہوئے تو میں تم کو سواونٹ دون گا، اور اگر کامیاب ہوئے تو تم لوگ مجھے اتنے ہی اونٹ
دو گے، چنانچہ برس کے اندر رومیوں نے فتح پائی اور حضرت ابو بکر نے ان سے سواونٹ لیے،

(طبری تفسیر سورہ روم)

کی ابتدا ہوئی، لیکن اس سے سنہ کی تعیین نہیں ہوتی، البتہ اوپر مین کے سلسلہ میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے سنہ کی تو نہیں مگر زمانہ کی تعیین کی جاسکتی ہے، یعنی یہ کہ اس کی ابتدا بعثت نبوی سے ایک صدی پہلے ہو چکی تھی،

سیاسی اور اقتصادی اہمیت کی بنا پر مین ہمیشہ سیاسی تغیرات و انقلابات کا آماجگاہ

رہا، بحران چونکہ اس کا ایک حصہ تھا، اس لیے لازمی طور پر اس کا اثر اس پر بھی پڑتا تھا، چیر

حکومتوں کے زمانہ میں یہاں یہودیت کو فروغ ہوا، مین میں عیسائی حکومت قائم ہوئی، تو

بحران عیسائیت کا سب سے بڑا مرکز بن گیا، یہاں ایک بہت بڑا کلیسا تھا، جسکو عبدالمدان

نے بنوایا تھا، اور جو کہ "کلیسہ بحران" کے نام سے مشہور تھا، اس کی تعمیر کا بھی وہی مقصد تھا،

جو صغایین ابراہم کے تعمیر کردہ کلیسا کا تھا،

اسلام کے ظہور کے وقت بحران میں ایک چھوٹی سی عیسائی ریاست قائم تھی، جس کا

یہن کی مرکزی حکومت سے کوئی تعلق نہیں تھا، بلکہ وہ براہ راست قیصر روم کے ماتحت تھی،

اس کا نظم تین شعبوں میں منقسم تھا، اور ان میں سے ہر ایک کا ایک علیحدہ ذمہ دار تھا، خارجی

اور جنگی امور جس سے متعلق ہوتے اس کو سید کہتے تھے، دنیاوی داخلی امور جس کے سپرد ہوتے

اس کو عاقب، اور وہی امور کا جو ذمہ دار ہوتا اس کو اسقف کہتے تھے، ان تین ذمہ داروں

کا تقرر خود قیصر کرتا تھا، اس وقت سید کے عہدہ پر ابو حارثہ نامی ایک شخص تھا جس کا

نسب تعلق بکر بن وائل سے تھا، زرقانی نے لکھا ہے کہ عربوں میں سے جب کوئی آدمی

نصرانیت قبول کر لیتا تھا تو قیصر کو اس سے بڑی خوشی ہوتی تھی، چنانچہ جب ابو حارثہ نے نصرانیت

قبول کی تو وہ اس قدر خوش ہوا کہ اسکے سامنے مال دولت کا ایک ڈھیر لگا دیا اور غالباً اسی وقت

لے معجم البلدان ج ۸ ص ۲۶۲ جز الاسلام ص ۳۰ لے جز الاسلام ص ۳۰

اس عہدہ پر سر فراز کیا گیا،

سٹہ میں ساٹھ آدمیوں پر مشتمل ایک وفد بحران سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں آیا، جس میں اس ریاست کے قیون ذمہ دار عہدہ دار بھی تھے، آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت ان کے سامنے پیش کی، مگر انہوں نے قبول نہیں کیا، سالانہ ٹیکس

کی ادائیگی کے وعدہ پر آپ نے ان سے مصالحت کرنی، اور ان سے ایک معاہدہ ہو گیا،

مگر وہ آپس میں اس وفد کے دو اہل کار ابو حارثہ اسقف بحران اور اس کے بھائی کرز بن علقمہ

میں کچھ ایسی باتیں ہو گئیں کہ راستہ ہی سے ابن علقمہ مدینہ واپس آئے اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے،

ان کا ذکر اس کتاب میں موجود ہے، ان کے علاوہ بحران کے اور افراد نے بھی اسلام

قبول کر لیا، ان کا بھی ذکر اس کتاب میں ہے،

بحران کی اہمیت کی وجہ سے اس کا ذکر ذرا تفصیل سے کیا گیا ہے، اس کے علاوہ

دوسرا بجزل، بحرین، عمان، ایلہ، اڈرج، ہربا، اٹھا، عمان وغیرہ میں بھی عیسائیت موجود

تھی، جن میں سے اکثر کی جغرافی اور تاریخی حیثیت کا ذکر یہاں کے سلسلہ میں آچکا ہے، ان میں

سے بعض میں، تحت عیسائی حکومتیں بھی قائم تھیں، ان مقامات کے علاوہ جزیرہ عرب کی

تقریباً تمام مشہور بستوں میں عیسائی موجود تھے، مثلاً مکہ، طائف، مدینہ اور وادی القر

وغیرہ، وادی القریٰ میں تو ان کے مشرک گرجے بھی تھے، (فخر الاسلام ص ۲۹)

جن قبائل میں عیسائیت فروغ پائی تھی یا پڑھی تھی ان کے نام یہ ہیں:

قبیلہ عساک، یہ یمنی قبیلہ ہے، سد عرب کے ٹوٹنے کے بعد جزیرہ عرب کے شمال

مغربی سرحدی مقام پر آباد ہو گیا تھا، مزید تفصیل ابھی ہے،

قبیلہ تغلب مشہور عدنانی قبیلہ ربیعہ کی ایک شاخ ہے، اسی کے قریب عرب کا

ایک مشہور قبیلہ بکر بھی آباد تھا، بکر و تغلب کی لڑائی، عرب جاہلیت تاریخ کا ایک مشہور واقعہ ہے۔

یہ قبیلہ جزیرہ عرب کے شمال مشرق میں اس تجارتی راستہ پر آباد تھا، جو عرب کے عراق کو

جاتا ہے، یہ مقام اپنے جاے وقوع اور تجارتی اعتبار سے بہت اہم تھا، اور ایران کی سرحد کے قریب

بھی پڑتا تھا بہت مگن ہی اسی وجہ سے نصرانیوں نے اس کو اپنانے اور زیر اثر لانے کی کوشش

کی جو بہر حال اس میں عیسائیت موجود تھی، یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ یہاں عیسائیت کی ابتدا کب

ہوئی، اور باب سیر و طبقات عرف اتنا لکھتے ہیں کہ یہ قبیلہ نصرانی ہو گیا تھا، اسد الغابہ میں ہے،

ان کثیراً من العرب قد تنصروا بہت سے عرب قبائل نے نصرانیت قبول

کر لی تھی، ان میں بنو تغلب کا قبیلہ بھی تھا،

کتغلب

ابن قتیبہ اور یعقوبی وغیرہ نے بھی ان کے نصرانی ہونے کی توثیق کی ہے، اس قبیلہ کے

متعدد افراد مشرف بہ اسلام ہوئے، جن کے تذکرے اس کتاب میں موجود ہیں،

ظہور اسلام کے بعد عہد نبوی اور عہد صدیقی میں اس قبیلہ کا ذکر بہت کم ملتا ہے

نہیں ملتا، البتہ ابن قتیبہ کے بیان سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ عہد فاروقی تک یہ لوگ مذہب

نصرانیت پر قائم رہے، حضرت عمرؓ نے اس بنا پر ان پر جزیرہ عائد کرنا چاہا تو وہ بھاگ کھڑے

ہوئے، زرعہ بن نعمان بارگاہ خلافت میں آئے اور عرض کیا کہ یہ عرب ہیں، اس لیے انکو

جزیرہ دینا گوارا نہیں ہے، دوسرے یہ شجاع اور طاقتور ہیں، ان کو دشمنوں کے ہاتھ میں

جانے نہ دیں، (یعنی اگر آپ ان پر جزیرہ لگائیں گے تو یہ رومیوں سے مل جائیں گے) بلکہ ان

پر زیادہ سے زیادہ صدقہ دو گنا کر دین، اور ارشاد فرمادین کہ آئندہ اپنی اولاد کو نصرانی

نہ بنائیں، چنانچہ حضرت فاروقؓ نے زرعہ کے حسب مشورہ اسی پر عمل کیا،

اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۲۲ و ج ۱ ص ۵، ابن قتیبہ ص ۲۹۸، ابن قتیبہ ص ۲۴۹

بنو کلب، یہ قبیلہ بھی نصرانی تھا، اور دومتہ الجندل کے پاس آباد تھا، ظہور اسلام کے وقت دومتہ الجندل کا عیسائی حاکم اکیدر تھا، اس میں متعدد ایسے قبائل تھے جو بڑے اثر و رسوخ کے مالک تھے، قبیلہ کلب خاص طور سے بہت ممتاز اور حکومت کا حریف تھا، اسکا اثر تبوک تک پھیلا ہوا تھا، ظہور اسلام کے وقت اس قبیلہ کے سردار ابن عسغ تھے، جو حضرت عبد الرحمن بن عوف کی کوششوں سے حلقہ گوش اسلام ہو گئے تھے، اور اپنی صاحبزادی تاضر کو حضرت عبد الرحمن بن عوف کے جلالہ عقد میں دیدیا تھا، ان کے اور انکی صاحبزادی کے حالات اس کتاب کے آئندہ صفحات میں درج ہیں،

ابن خلدون نے لکھا ہے کہ بنو کلب کی ایک کثیر تعداد اس وقت بھی رہی آٹھویں صدی ہجری میں (خلیج قسطنطنیہ کے ساحل پر آباد ہے، اس میں سے کچھ مسلمان ہیں اور کچھ عیسائی قضاہ، پورے قبیلہ میں تو نہیں مگر اسی کے بعض خاندانوں میں نصرانیت تھی، یہ حجاز و شام کے تجارتی راستہ پر تبوک کے قریب آباد تھا، کثرت تعداد اور فوجی قوت کی وجہ سے اس کو بڑی اہمیت حاصل تھی، اور جس مقام پر آباد تھا، وہ مقام بھی جزائیائی حیثیت سے بڑا اہم تھا، یہ قبیلہ رومیوں کے زیر اثر تھا

اسی طرح بنو تمیم کے بعض افراد نے عیسائیت قبول کر لی تھی، عرب کا مشہور اور بزم معلقہ کا صدر نشین شاعر امراد لقیس اسی قبیلہ سے تھا، جس کی بنا پر بعض عیسائی مستشرقین نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ عیسائی تھا، حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے، البتہ اس کے خاندان کے بعض افراد نصرانی ضرور تھے۔ رسیعہ جس کی ایک شاخ بنو تغلب تھی، جس کا ذکر اوپر آچکا ہے، اس کے بعض دوسرے خاندانوں میں بھی نصرانیت تھی،

اسی طرح یمن کے مشہور قبیلہ طے میں بھی نصرانیت کا پتہ چلتا ہے، حضرت عدی بن حاتم اور ان کی ایک بہن کا تذکرہ اس کتاب میں آیا ہے، یہ دونوں اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اور عیسائی تھے،

قبیلہ عمیر القیس جو عمان کے قریب آباد تھا، اس میں بھی نصرانیت موجود تھی، حضرت جارد و جن کا تذکرہ اس کتاب میں موجود ہے، اسی قبیلہ سے تھے،

ان کے علاوہ تنوخ، حکم، مذحج، ہیرا، سلح و غیرہ قبائل نے بھی نصرانیت قبول کر لی تھی، اور ان میں سے بیشتر بالکل رومیوں کے زیر اثر تھے، جنگ موتہ میں یہ سب کے سب رومیوں کی حمایت میں مسلمانوں کے خلاف صف آرا تھے، ان میں سے بیشتر کو قیصر روم کی طرف سے سالانہ پندرہ سیر سونا بطور وظیفہ ملتا تھا،

اس تفصیل سے اندازہ ہو گیا ہو گا کہ پورے جزیرہ میں نصرانیت کی ترقی و فروغ کیلئے عیسائی حکومتوں نے کتنا لمبا جال بچھا رکھا تھا، اس کے لیے کیا تدبیریں وہ اختیار کر رہی تھیں اور کتنی رشوتیں دے رہی تھیں، اور یہ سلسلہ برسوں سے نہیں صدیوں سے جاری تھا، لیکن ان تمام کوششوں اور تدبیروں کے باوجود کم سے کم حجاز میں تو عیسائیت کا اثر برائے نام ہی پیدا ہو سکا، جس کو قبضہ میں لانے، اور اس پر اپنا اثر قائم کرنے کے لیے انھوں نے کیا کیا جتن نہ کر ڈالے تھے،

اس کے مقابلہ میں اسلام نے پورے جزیرہ میں چند برسوں میں عظیم الشان اور حیرت انگیز انقلاب برپا کر دیا، جس نے چشم زدن میں پورے عرب کی کاپاپلٹ دی۔ اس کے لیے نہ کوئی سیاسی چال چلی گئی، نہ کوئی اقتصادی و باؤ ڈالا گیا، اور نہ جبر و زور سے

لے ابن ہشام ذکر جنگ موتہ ۲۵۸ آنحضرت صلعم کی سیاسی زندگی ڈاکٹر عبد الحمید صاحب ص ۲۵۸

کام لیا گیا، بلکہ اس کی دعوت، تبلیغ، اور اعلیٰ اخلاقی تعلیمات، اور پھر اس کے مظاہر سے سارا عرب
سجور اور حلقہ بگوش اسلام ہو گیا،

حیرہ | عیسائیت کے مذہبی اثرات جزیرہ عرب کے اندرونی مرکزی مقامات کے علاوہ ایک سرحدی
مقام حیرہ میں بھی کچھ نہ کچھ موجود تھے، حالانکہ وہ ایرانیوں کی باجگدار ریاست تھی، جہاں قبیلہ لخم
کی حکومت تھی، لخم کے متعلق اوپر آچکا ہے کہ اس میں نصرانیت تھی، اس کے حکمران نعمان کے
متعلق لکھا ہے کہ عدی بن زید ایک نصرانی شاعر نے اس کو ایک دن نصیحت کی، اس نصیحت
کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے فوراً نصرانیت قبول کر لی، اور تخت و تاج کو خیر باد کہہ دیا،
اسی طرح نعمان خاص کی بیوی بھی عیسائی ہو گئی تھی، اس کا نام ہند تھا، اس نے اپنے نام
سے ایک کلیسا ڈیڑھ ہند بنا دیا تھا، طبری نے لکھا ہے کہ یہ ہمارے زمانہ تک (یعنی تیسری
صدی ہجری تک) موجود تھا، اس کے علاوہ حیرہ میں اور بھی متعدد گرجے تھے، خصوصیت سے
”دیر حنظلہ“ بہت مشہور تھا، جس کو حیرہ کے ایک حکمران ایاس بن قبیصہ کے چچا حنظلہ
نے بنا دیا تھا،

حیرہ کا ذکر یہاں اس لیے کیا گیا کہ یہ جزیرہ کا سرحدی مقام تھا، جہاں عرب آباد تھے
اور وہی حکمران بھی تھے، پورے عرب میں غالباً حیرہ ہی ایک ایسا مقام تھا، جہاں عیسائیت
نے بغیر کسی مادی سہارے اور حکومت کی پشت پناہی کے کسی قدر رواج پایا،

عیسائیوں اور عربوں کے سیاسی | اوپر جو تفصیل کی گئی ہے اس سے جزیرہ عرب میں عیسائیوں
تعلقات اور مذہبی اثرات کے نتائج کے سیاسی اور مذہبی اثرات کا اندازہ ہو گیا ہوگا، لیکن اسکا

لے فجر الاسلام ص ۳۱ ۳۲ معجم البلدان ج ۴ ص ۱۸۳ سے تفصیل کے لیے دیکھو معجم البلدان

ج ۴ ص ۱۲۰ تا ۱۸۵

ایک پہلو اب بھی تشہد تفصیل ہے، وہ یہ کہ عربوں کے ذہن و دماغ اور علم و تمدن پر ان کا
مجموعی اثر کیا مترتب ہوا، یہاں مختصر اس پر کچھ روشنی ڈالی جاتی ہے،

نصرانیت کے فروغ سے جاہلی عربوں کے تمدن اور ان کے ذہن و دماغ میں جو تغیر ہوا
اس کی پوری نشان دہی تو مشکل ہے، تاہم ان کی تاریخ کے قدیم واقعات، ان کے علوم و
فنون اور ادب و شاعری کے جو نمونے اب تک محفوظ رہ گئے ہیں، ان سے اس کی کچھ نہ کچھ
سوکاسی ضرور ہوتی ہے،

ثقافتی و تمدنی اثرات | اوپر قحطی کے مکہ پر قابض ہونے کا ذکر آچکا ہے، قحطی سے پہلے غالباً ان
کوئی نظم و نسق اور کسی قسم کی سیاسی وحدت نہیں تھی، مگر انھوں نے مکہ پر قبضہ کرنے کے بعد اس کو ایک
چھوٹی سی باقاعدہ ریاست میں تبدیل کر دیا، جس کے متعدد شعبے اور عہدے تھے، اور جن میں
سے اکثر ظہور اسلام تک باقی تھے، اس مختصر سی ریاست کا سکریٹری یا مرکزی دفتر دارالندو
تھا، جہاں ریاست سے متعلق جملہ عہدات امور طے ہوتے تھے،

قحطی کا یہ نظام حکومت خود ساختہ نہیں، بلکہ یہی حد تک ان تعلقات کا رہنما
معلوم ہوتا ہے، جو ان کے اور عربوں کے درمیان قائم ہو چکے تھے، اس نظام حکومت
کے بارے میں ڈاکٹر محمد اللہ صاحب لکھتے ہیں،

اہل شہر پر سالانہ ٹیکس اندازی وغیرہ فیثی اور اس سے زیادہ یونانی شہری مملکتوں
سے کے کی شہری مملکت غیر معمولی مشابہت رکھتی ہے، (سیاسی زندگی ص ۲۵۹)

ظہور اسلام سے پہلے عربوں کے سماجی نظام اور اس پاس کے ملکوں اور قوموں سے
ان کے تجارتی، اور سفارتی تعلقات وغیرہ کے جو واقعات و حالات تاریخوں میں محفوظ ہیں
وہ بھی نصرانیوں کے تمدنی اثرات کی عکاسی کرتے ہیں،

علمی اثرات | نصرانیت یونان و اسکندریہ میں پروان چڑھی تھی، اس لیے وہ جہاں بھی گئی اپنے ساتھ وہاں کے علوم و فنون مثلاً طب، نجوم، اور ما بعد الطبیعیاتی انکار بھی لپٹی گئی، نصرانیت کو ان علوم کی اور خصوصیت سے فلسفہ اور نجوم کی مذہبی حیثیت سے بھی ضرورت تھی، چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ عیسائیوں کے علماء اور مذہبی پیشوا، مذہبی سے زیادہ فلسفی ہوتے تھے، اس لیے کہ نصرانی ثقافت اور مذہب کی اشاعت میں ان کو ان علوم سے بہت کافی مدد ملتی تھی، ظاہر ہے کہ عرب میں اس کے قدم آئے ہوں گے، تو یہ علوم بھی اس کے ساتھ لگے پیسے آئے ہوں گے، خیال ہوتا ہے کہ بعثت نبوی سے پہلے عربوں میں علم نجوم، طب اور ما بعد الطبیعیاتی تصورات و افکار کے جو اثرات بھی نظر آتے ہیں، اس کے فروغ میں نصرانیت کو ضرور دخل تھا، اس خیال کی مزید تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ عہد اسلام کے بعد یونانی علوم و فنون کا جو سرمایہ عربی میں منتقل ہوا، وہ زیادہ تر نصرانی ہی علماء و مترجمین کی سرکردگی میں ہوا، خصوصیت سے فلسفہ و طب کا شعبہ تو کئی صدی تک ان ہی کے زیر اثر رہا،

ادب و شعر | عربی ادب و شاعری میں بے شمار ایسے الفاظ، جملے، ترکیبیں اور خیالات ملتے

ہیں، جو نصرانیت کے اثر کا بہت ثبوت ہیں،

جاہلی ادب و شعر کا اگر ہم لغوی جائزہ لیں تو زمین کی پستی و بلندی، پہاڑ کے نشیب و فراز، راستوں کی فراخی و تنگی، صحرا کی خشکی و دیرانی کے لیے سیکڑوں ہزاروں الفاظ مل جائیں گے، جن سے ان مناظر و کیفیات کا پورا نقشہ کھینچ جاتا ہے، لیکن اگر آپ سمندر اور اسکے متعلقات کے الفاظ کے لیے عربی لغت کو کھنگالیں تو مشکل سے چند الفاظ ملیں گے، ان میں بھی خالص عربی تو بہت کم ہوں گے، اونٹ، تلوار اور سانپ کے نام اور ان کے متعلقات، کے لیے عربی لغت کا دامن تو بڑا وسیع ہے، لیکن کشتی، کشتی رانی، سمندری سفر، اور اس کے لوازم و ضروریات

کے لیے مشکل سے دس بیس الفاظ طہین گے، اور جو ہون گے بھی وہ دوسری زبانوں سے مستعار ہون گے، یہ تو محسوسات کا حال ہے، لیکن معنوی کیفیات کا حال بھی اس سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے، خوشی و مسرت، لہو و لوب، عیش و تنعم کے حالات و جذبات کے اظہار کے لیے عربی لغت میں الفاظ کی اتنی بہتات نہیں ہے، جتنی بہتات فقر و فاقہ، حزن و ملال اور قتل و خونریزی کے الفاظ و محاورات کی ہے،

عوض یہ ہے کہ عربی ادب و شاعری کا نشوونما جس سر زمین میں ہوا، اس میں اس کے اثرات زیادہ نمایاں ہیں، لیکن چون چون عربوں کا اختلاط ان قوموں سے بڑھتا گیا جو علم و تمدن میں ان سے ترقی یافتہ تھیں، تو ان کے ادب و شعر میں بھی ان کے آثار نمایاں ہوتے چلے گئے، اور ظاہر ہے کہ عربوں کو سب سے زیادہ جن ترقی یافتہ قوموں سے اختلاط کا موقع ملا، ان میں ایرانی، یہودی اور نصرانی سب سے زیادہ نمایاں ہیں،

ایرانیوں کے اثرات کی بحث تو ہمارے موضوع سے خارج ہے، اور یہودیوں کے اثرات کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے، اب چند سطر میں نصرانیوں کے اثرات پر لکھی جاتی ہیں، عیسائی گونسا عرب تھے، مگر وہ یون سے صدیوں کے تعلقات کی وجہ سے بہت زیادہ گھل مل گئے تھے، اور ان کے علم و تمدن کا اتنا گہرا اثر قبول کیا تھا کہ ظہور اسلام کے وقت وہ عرب سے زیادہ رومی معلوم ہوتے تھے، مگر اس کے باوجود بھی ان کا تعلق جزیرہ عرب سے منقطع نہیں ہوا تھا، اس لیے اس دو گونہ تعلق کی وجہ سے نصرانی علم و تمدن کے عرب میں فروغ پانے کا بہت بڑا ذریعہ بن گئے،

جزیرہ کبیر حصہ کے عربی شعراء اپنے ان عیسائی بھائیوں کے پاس جاتے تھے، ان کو اپنا کلام سناتے تھے، انعام و اکرام حاصل کرتے تھے اور ان کے عیش و تنعم سے متاثر ہوتے تھے،

تالیف ذبیانی، عشی، المرقش الاکبر اور علقمہ الفحل جیسے مشہور و مذکورہ صاحب کمال شاعر غسانیوں کے دربار میں گئے، اور ان سے خراج تحسین وصول کیا، ان ہی کے بارے میں حضرت حسان نے جاہلیت کے زمانہ میں کہا تھا،

بِئْسَ عَصَا بَدَا مَتَّعَهُمْ يَوْمًا بِحَقِّ فِي الزَّمَانِ الْاَوَّلِ

خود حضرت حسان کو غسانیوں نے ایک دعوت میں جو وہاں کے حکمران جبلیہ بن ایہم کے اہتمام میں ہوئی تھی، مدعو کیا تھا، جب وہ وہاں سے واپس آئے تو لوگوں سے کہا کہ میری آنکھوں نے ایسا منظر اس سے پہلے دیکھا، اور میری کانوں نے سنا تھا، پھر انھوں نے اس مجلس کی ایک ایک چیز کی شاعرانہ زبان میں تعریف کی، اس غسانیوں کے تمدن و تہذیب کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، ان کے متعلق لائقہ قصص و امثال، اور ان کے عیش و تنعم اور علم و عمران کے سیکڑوں واقعات عربی ادب و شاعری میں ملین گے، نثرانی اور ان سے متاثر شعراء کے کلام پر آپ نظر ڈالیں گے تو آپ کو اس اثر کی بہت سی مثالیں ملین گی،

امیہ بن الصلت نے سب سے پہلے اسکے الٹم کے لفظ ہی عربوں کو روشناس کیا، اسی طرح ابوبکر نے سب سے پہلے قس بن سعدہ نے استعمال کیا، امیہ صحیف قدیم کا عالم تھا، وہ اپنے اشعار میں ایسے بہت سے الفاظ استعمال کرتا تھا، جو اس سے پہلے عربی زبان میں رائج نہیں تھے، مثلاً "فرد ساہور" "سکّل" و "شید" اسی طرح اللہ کے لیے "سلیط" اور تعزیر وغیرہ کے الفاظ اس نے استعمال کیے،

مفسرین نے لکھا ہے کہ قرآن میں عبرانی، سریانی، رومی اور عیسیٰ زبان کے متعدد الفاظ

اور ترکیبیں استعمال ہوئی ہیں، عبرانی الفاظ کی تفصیل تو یہودیت کی تاریخ کے سلسلہ میں اوپر
 آچکی ہے کہ یہ زبان زیادہ تر یہودی ہی سے مخصوص تھی، مگر نصرانیوں میں ان کے مختلف علاقوں میں مختلف
 زبانیں رائج تھیں، مثلاً سریانی، رومی، حبشی وغیرہ، ان زبانوں کے جو الفاظ اور فقرے
 قرآن پاک میں آئے ہیں، وہ یہ ہیں،

سریانی الفاظ: فرروس، طہ، طور، ہیت لک، ولات حین مناص میں ولات
 ربانیون، ربیون، رہو، الیم، صلوات، کنائس (قطار)۔ ان کے علاوہ متعدد الفاظ
 ایسے ہیں جو اشتقاق کے لحاظ سے تو عربی ہیں، مگر ان کے بہت سے معانی سریانی سے آئے
 ہیں، مثلاً یوم، اسفار، آذر، قتل، مسجد وغیرہ،

رومی الفاظ :- قسطاس، رقیم، طفق، اور قسطاس، وغیرہ،

حبشی الفاظ :- جبت، طاغوت، حوب، طوبی، سکر، سحل، مشکوۃ، مناسۃ،

اس کے علاوہ اور بھی متعدد الفاظ کو حبشی بتایا گیا ہے، یہ ساری تفصیل امام سیوطی کی کتاب
 المتوکلٰی اور ابن درید کی کتاب الاشتقاق میں ملے گی،

ابھی بعثت نبوی کے بعد مسلمانوں اور نصرانیوں کے اجتماعی اور سیاسی تعلقات
 ان کی اخلاقی اور دینی حالت، قرآن و حدیث کی روشنی میں مومنین اہل کتاب کے فضائل و
 مناقب وغیرہ کی تفصیل باقی تھی، مگر مجبوراً یہ سلسلہ ختم کیا جاتا ہے، اس لیے کہ اسہ ختم ہو رہا ہے
 اور حسب تجویز سال کم از کم اس کتاب کا شائع ہو جانا ضروری ہے، اور ابھی کتاب کے نقشے اور
 ضمیمہ کی طباعت بھی باقی ہے اب اگر چند صفحے اور بڑھائے گئے تو کتاب اس سال شائع
 نہ ہو سکے گی،

انہیں اہل علم حضرات سے گزارش ہے کہ اگر مقدمہ یا نفس کتاب میں کوئی تاریخی غلطی یا

میرے ان قیاسات میں جو میں نے واقعات کی روشنی میں کیے ہیں، کوئی تضاد نظر آئے، تو
راقم السطور کو اس سے مطلع فرما کر ممنون احسان فرمائیں گے،

اس میں غلطی اور ترمیم و اضافہ کا اس لیے بھی اور زیادہ امکان ہے کہ اس سے پہلے
نفس اس موضوع پر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی، بلکہ یہ نقش اول ہے جس کو ایک نو مشق
طالب علم نے اپنی کم سواد ہی اور علمی بے بضاعتی کے باوجود صفحہ قرطاس پر ثبت کرنے کی کوشش
کی ہے،

یہ کتاب صرف ایک دینی خدمت اور ایک علمی کمی کو پورا کرنے کے لیے لکھی گئی ہے،
خدا سے قدوس سے دعا ہے کہ اسے قبول اور اسکی جزا آخرت میں عطا فرمائے۔

رَبَّنَا قَبِّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

خادم

مجیب اللہ ندوی، شبلی منزل، عظیم گڑھ

۱۶ صفر ۱۳۶۱ھ مطابق، ۱۶ نومبر ۱۹۵۱ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(الف)

(۱) حضرت امیر مومنین رضی اللہ عنہ

نام و نسب | امیر مومنین نام، شام یا حبشہ کے رہنے والے اور مذہباً عیسائی تھے، نام و نسب کے متعلق اور کوئی تفصیل کتب رجال میں نہیں ملتی،

اسلام | ان کے قبول اسلام کے متعلق یہ تو متعین طور سے نہیں بتایا جاسکتا کہ کب اور کہاں قبول کیا، مگر قرآن سے آسان پتہ چلتا ہے کہ جب بہت سے صحابہ مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ گئے

۱۔ حافظ ابن حجر نے اصحاب میں اس نام کو دو نام شمار کر کے ایک جگہ "امیر مومنین حبشی" اور دوسری جگہ "امیر مومنین" کی سرخی قائم کی ہے، لیکن غالباً یہ صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ اسد الغابہ بکریہ اور دوسری کتب طبقات میں ایک ہی نام شمار کیا گیا ہے، اصحابہ صفحہ ۱۱۷۱ء کے اگر کتب طبقات میں ان کا نام ہی ہونا درج ہے، حافظ ابن حجر نے بھی اصحابہ میں اہل الثمانیۃ الشامیین لکھا ہے، مگر جہاں انہوں نے ان کے دو کے احباب کے حالات لکھے ہیں وہاں انکو شامی کے بجائے حبشی لکھا ہے، مثلاً اشرف کے ذکر میں لکھتے ہیں اہل الثمانیۃ الذین قد سوا من وہبان الحبشۃ یا ادریس کے ذکر میں لکھتے ہیں اہل الثمانیۃ المهاجرین من الحبشۃ، اس سے قیاس ہوتا ہے کہ غالباً ان کے اجداد شامی ہوں گے اور اہل حبشہ کے ہم عقیدہ ہونے کی وجہ سے عارضی طور سے یا مستقلاً حبشہ آگئے ہوں گے، اور وہیں اسلام قبول کیا ہوگا، میں سے بلوک نمبر کا جو وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تھا اس میں بھی ایک امیر مومنین ذکر آتا ہے، ہو سکتا ہے کہ یہی وہی ہوں، واللہ اعلم بالصواب، شمس العلوم صفحہ ۱۰۹،

اور ان کو نجاشی کے دربار میں درخور حامل ہوا، اور ان کے ذریعہ اہل حبشہ کو اسلام سے واقف ہونے کا موقع ملا، تو خود نجاشی اور ان کے ساتھ بہت سے علماء و نصاریٰ نے اسلام قبول کیا، غالباً ان ہی اسلام قبول کرنے والوں میں حضرت ابرہہ اور ان کے دو سر سے رفقا بھی تھے،

حضرت نبوی میں حاضر ہوئے | اہل حبشہ میں سے جن لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تھا، ان کے دل میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا بھی اشتیاق تھا، اتفاق سے اسی درمیان میں ہاجرین حبشہ حضرت جعفر کے ساتھ مدینہ واپس آ رہے تھے، اسی قافلہ کے ساتھ حضرت ابرہہ بھی مدینہ آئے، اور زیارت ہو کر اسے شرف ہوئے،

شہوات | کسی غزوہ میں شرکت صحیحہ طور سے ثابت نہیں ہے،

فضائل | آپ کا شمار ان اہل کتاب صحابہ میں ہے جن کے بارہ میں یہ آیتیں نازل ہوئی ہیں،

أَذْيَانِ أَمِينًا هُمُ الَّذِينَ كُتِبَ مِنْ قَبْلِهِ
بن لوگوں کو ہم نے قرآن سے پہلے کتابیں دیں

هُمُ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ
وہ اس پر ایمان لاتے ہیں (اور قرآن پر بھی ایمان

أُولَئِكَ يُؤْتُونَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ
رکھتے ہیں) یہی لوگ ہیں جنکو ان کے صبر

بِمَا صَبَرُوا (قصص)
کی وجہ سے دوہرا ثواب ملے گا۔

لے پالیں اور میں ان کے اسلام قبول کرنے کا ذکر ہے، اگرچہ ان کے ناموں کی تصریح بہت کم ملتی ہے، اصحاب صحابہ

تھے ان کے ذمے، ان کے ذکر سے آگے آتے ہیں، حالات لکھتے وقت اشارہ کر دیا جائے گا کہ اسد الغابہ میں ہے کہ جب

غزوہ بدر میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور انکی خبر حبشہ تک پہنچی تو جو لوگ اہل حبشہ میں اسلام لائے تھے انھوں نے مدینہ

جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے کی خواہش نجاشی سے ظاہر کی، چنانچہ وہ اجازت لیکر مدینہ آئے اور غزوہ احد میں شرکت بھی کی

اس میں حضرت ابرہہ بھی تھے، اصحاب میں بھی اس قسم کی ایک روایت ہے، مگر امام ذہبی نے تحریر میں یہ تصریح کی ہے کہ عن معاذ

ابن انسہ بن احد اور هذا كالمثبت روايتا ہر کہ وہ احد میں شریک ہوئے مگر یہ صحیح نہیں ہے، بعض روایتوں میں

(باقی ص ۳ پر)

گو آپ کے نام کی تصریح نہیں ہے مگر مفسرین لکھتے ہیں کہ حبشہ سے علماء و نصاریٰ کا جو وفد آیا تھا اسی کے بارے میں یہ آیتیں بھی نازل ہوئیں، اور آپ بہر حال اسی وفد میں تھے،

وَلْيَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةَ الَّذِينَ
مسلماؤں سے محبت لکھنے میں قریباً آپ

أَمْوَالِ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَى
ان لوگوں کو پائیں گے جو اپنے کفاروں کے

ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَسِيصِينَ وَرُهْبَانًا
یہ ایسے کہ ان میں بہت عالم اور بہت زاہد

وَآخَرًا كَثِيرًا سَتُكْفِرُونَ، وَإِذَا
دور درشن ہیں اور ایسے کہ وہ کفر نہیں کرتے،

سَمِعُوا مَا أَنْزَلَ إِلَى الرَّسُولِ
جب وہ سنتے ہیں اسکو جو رسول کی طرف

تَرَىٰ أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ
تارا گیا (قرآن) تو آپ دکھیں گے کہ ان کی

مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ
آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور

(مائدہ - ۵۱)

انکی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے حق کو پہچان لیا۔

سنہ وفات اور زندگی کے دوسرے حالات معلوم نہیں ہو سکے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴) حضرت جعفر کے آنے سے پہلے ایک وفد کے آنے کا ذکر ہے، مگر اہل رجال نے یہ تصریح

کر دی ہے کہ وہ مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی ادربا میں غرق ہو گیا، (اسد الغابہ ج ۱ ص ۶۲)

تہ بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ آیت رفاعۃ القرظی اور ان کے ساتھ اسلام قبول کرنے والوں کے

بارے میں نازل ہوئی، اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے حضرت سلمان فارسی اور عابد اللہ

ابن سلام مراد ہیں۔ بعض روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نزول عام ہے، اور یہ صحیح ہے،

(حاشیہ صفحہ ۴) تہ اصحابہ ج ۱ ص ۶۲، اسد الغابہ ج ۱ ص ۶۲

(۲) حضرت ادریس رضی

نام و نسب | ادریس نام، شام یا حبشہ کے رہنے والے تھے، حضرت جعفرؑ کے ساتھ حبشہ کے جو عیسائی
مدینہ آئے تھے، ان میں یہ بھی تھے،

اسلام | آپ نے بھی حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ ہی اسلام قبول کیا،

زیارت نبوی | حبشہ کے وفد کے ساتھ مدینہ آئے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی وود
سے بہر مند ہوئے،

فضائل | آپ بھی ان خوش قسمت اہل کتاب صحابہ میں ہیں جن کے بارے میں قرآن کی متعدد آیتیں

نازل ہوئیں، اور اس انعام کے بھی مستحق ہوئے،

أُولَئِكَ يُؤْتُونَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ
یہی لوگ ہیں جن کو دوہرا ثواب ملے گا،

آپ کی زندگی کے عام حالات اور وفات وغیرہ متعلق اور کوئی تفصیل نہیں مل سکی،

(۳) حضرت اسید بن سعید

نام و نسب | اسید نام، باپ کا نام سعید تھا، قبیلہ حداد جو بنو قریظہ ہی کی ایک شاخ تھی، اس سے آپ کا
نسب تعلق تھا،

۱۷ اصباح ص ۲۶ اور حضرت ابراہیمؑ کے تذکرہ میں شامی یا حبشی ہونے کی تحقیق گذر چکی ہے لہٰذا ایضاً لہٰذا ایضاً

کہ اکثر لوگوں نے آپ کا نام اسد بغیر ہی کے لکھا ہے مگر استیعاب اور اسد الغابہ میں یہ تصریح ہے کہ صحیح اسید ہی

ابن ہشام نے بھی اسید ہی لکھا ہے، ابن ہشام ج ۲ ص ۱۱۶۹، اصباح ص ۳۳، حدادی، ہذا النسب

ابی الہدال اخوة بنی قریظہ و دعو قہم (۱) نسبہم ج ۱ ص ۱۸ (۲) لسان، من بنی قریظہ (سبعانی) بنو ہرہل بنی قریظہ
کی ایک شاخ ہے لہٰذا ابن ہشام ج ۲ ص ۱۶۹

اسلام | بنو قریظہ کا معاملہ ان کی خواہش کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ کے سپرد کر دیا تھا کہ وہ جو فیصلہ کریں گے اسی کے مطابق عمل کیا جائیگا، حضرت سعد بن معاذ نے یہ فیصلہ کیا کہ قبیلہ کے جتنے بالغ مرد ہیں وہ سب قتل کیے جائیں، اور عورتیں اور بچے اور بوڑھی غلام بنائے جائیں، جب اس فیصلہ کی خبر حضرت اسیدؓ کو ہوئی تو وہ اپنے چند اصحاب کے ساتھ بنو قریظہ کے پاس گئے، اور ان سے کہا کہ تم لوگوں کو ابن ابیہان کی بات یاد نہیں ہے کہ تم نے کیا وعدہ کیا تھا؟ اے یہود! اللہ سے ڈرو! اور اس نبی برحق کا اتباع کرو! مگر یہود نے اتباع کرنے اور اسلام قبول کرنے سے گریز کیا، حضرت اسیدؓ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا، اور اپنے اہل و عیال اور مال و دولت کو اللہ کی حفاظت میں دیکر چلا گیا۔

وفات | آپ کے سبب وفات کی تصریح تو نہیں ملتی، مگر بخاری کے بیان سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ عہد نبویؐ میں اس دار فانی کو چھوڑ چکے تھے۔

فضل و کمال | جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان کو پورے طور سے یقین ہو گیا کہ نبی موعودؐ

یہ ابن ابیہان ایک یہودی عالم تھا، جو شام سے مدینہ چلا آیا تھا، مدینہ کے یہود فخر خط اور دوسری مصیبتوں کے وقت اس سے دعائیں کراتے تھے، جب اس کے انتقال کا وقت آیا تو اس نے یہود کو جمع کیا، اور کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں شام جیسی سرسبز و شاداب جگہ چھوڑ کر مدینہ جیسی غیر شاداب جگہ کیوں چلا آیا؟ میں یہاں اسلئے آیا تھا کہ مجھے ایک نبی کا انتظار تھا جو یہاں ہجرت کر کے آئیگا، میں اگر زندہ رہتا تو اس کا اتباع کرتا، دیکھو! تم لوگ اس کی اطاعت سے گریز نہ کرنا، ورنہ یہ اعراض تمہارے قتل کا سبب بنے گا، چنانچہ بنو قریظہ نے اس سے وعدہ کیا کہ ہم لوگ ایسا ہی کریں گے، جنگ قریظہ کے روز حضرت اسیدؓ نے اسی وعدہ کی طرف اشارہ کیا تھا۔

اصحاب ج ۲۳ و ابن ہشام ج ۱ ص ۱۳۷ استیعاب ذکر اسید ج ۱ ص ۳۶ سے ایضاً

آپ ہی ہیں تو ان کو آپ کے اتباع سے کوئی تعلق اور رشتہ نہ روک سکا، گو آپ کو اس راہ میں نشانہ ملا
 و مصیبت بنا پڑا، چنانچہ جب آپ اسلام لائے تو یہود نے مختلف طریقے سے آپ کو ستا یا شروع کیا،
 اس پر یہ آیت نازل ہوئی،

لَيْسَ سِوَاءَ مَنْ أَهْلَ الْكِتَابِ أُمَّةٌ
 قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ
 وَهُمْ يَسْجُدُونَ

سب اہل کتاب برابر نہیں ہیں، ان میں ایک
 جماعت ہے جو (دین) پر قائم ہے، اور رات کے
 اوقات میں وہ اللہ کی آیات کی تلاوت

کرتی ہے، اور وہ نمازی بھی ہیں، (ال عمران)

زندگی کے اور حالات پر وہ خفا میں ہیں، ثعلبہ آپ کے ایک بھائی تھے، جن کا ذکر آگے آئے گا،

(۴) حضرت اسد بن عبد

نام و نسب | اسد نام، باپ کا نام عبید تھا، آپ بھی قبیلہ ہمدان کے ایک فرد تھے،

اسلام | بنو قریظہ کو آپ نے بھی بہت کچھ سمجھایا، مگر جب وہ اپنی ضد پر اڑے رہے تو حضرت اسید کیساتھ

انہوں نے بھی اپنے اہل خاندان سے رشتہ توڑ کر اسلام سے جوڑ لیا، اور پھر اس سے کبھی علیحدہ نہیں ہوئے

وفات | آپ کی وفات کے متعلق کوئی تصریح نہیں مل سکی،

عام حالات | زندگی کے عام حالات کے متعلق بھی کوئی اور تفصیل نہیں مل سکی، صاحب تجرید نے لکھا ہے کہ

لہ ذکر من وجہ عجیب عجیب غریب طور سے ان کا ذکر ملتا ہے،

غالباً اس سے ابن ابیہبان کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے، واللہ اعلم بالصواب

۱۲۹
 نے استیعاب ج ۱ ص ۳۶ و اعابہ ج ۱ ص ۳۱ نے استیعاب ج ۱ ص ۳۶ نے اعابہ، استیعاب و ابن ہشام ج ۱

۱۳۰
 نے تجرید ذکرہ اسد سے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے،

فضائل | آپ بھی ان صحابہ میں ہیں جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی،

لَيْسُوا سَوَاءً مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ
سب اہل کتاب برابر نہیں ہیں، ان میں سے ایک
جماعت (دین) پر قائم ہو جو رات کے اوقات میں
قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ -

(ال عمران) وہ اللہ کی آیات کی تلاوت کرتی ہے،

(۵) حضرت اسد بن کوثر رضی اللہ عنہما

نام و نسب | اسد نام، باپ کا نام کوثر بن اسد تھا، یہود مدینہ کے مشہور قبیلہ بنو قریظہ سے آپ کا نسب

تعلق تھا، حافظ ابن حجر کے علاوہ ارباب رجال میں سے کسی نے آپ کا ذکر مستقل طور سے نہیں کیا ہے،

البتہ ابن جریر نے تفسیر میں اس آیت کے ضمن میں آپ کا اور آپ کے بھائی اسد کا نام لیا ہے،

من اهل الكتاب امة قائمة
اہل کتاب میں سے ایک جماعت ہو جو اللہ کی آیات

یتلون آیات اللہ الخ رات کے اوقات میں پڑھتی ہے،

اسلام | زمانہ قبول اسلام کے متعلق کوئی تفصیل نہیں ملتی، غالباً قریظہ کے روز یا اس کے بعد اسلام

قبول کیا، آپ کا تذکرہ عموماً حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ کے ساتھ آتا ہے،

فضل و کمال | آپ بھی ان آیات کے مورد اور مصداق ہیں جو دوسرے اہل کتاب صحابہ کے

۱۵ استیعاب ج ۱ ص ۳۶ ۱۵ غالباً یہ وہی کوثر ہے جس نے نوہ و خندق میں قریش وغیرہ سے مدد دینے

کا وعدہ کیا تھا، اور قریظہ کے روز قتل کیا گیا، یہ وہ کوثر نہیں ہیں جو محمد بن کوثر القریظی مشہور

تابی کے والد ہیں، جن کے بارے میں زواہیر سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بنو قریظہ کے روز نابالغوں میں شمار

کئے گئے پھوڑ دیے گئے تھے، اور یہ میں مسلمان ہو گئے، اصحاب ج ۱ ص ۳۳ ۱۵ استیعاب میں ثعلبہ بن سلام

کے حالات کے ضمن میں آپ کا نام بھی آیا ہے، ج ۱ ص ۶۸،

بارے میں نازل ہوئی ہیں، قبول اسلام کے بعد یہود نے آپ کو طعن و تشنیع کا ہدف بنا لیا تھا، لیکن یہ سب کچھ آپ کے خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیا، مگر اپنا رشتہ اسلام سے جوڑنے کے بعد پھر بھی نہیں توڑا، گواہ تمام رشتے توٹ گئے، یہ آپ کی سب سے بڑی فضیلت ہے۔

(۶) حضرت اسید بن کعب انصاری

تمام و نسب اسید نام، باپ کا نام کعب بن اسد تھا، آپ بھی بنو قریظہ کے ایک فرد تھے، اور حضرت اسد کے، جنگا ذکرہ اوپر ہوا ہے، بڑے یا چھوٹے بھائی تھے۔

اسلام ان کے قبول اسلام کے متعلق بھی متعین طور سے نہیں بتایا جاسکتا کہ کب قبول کیا، غالباً دونوں بھائی ساتھ ہی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ہوں گے، بھائی کی طرح زندگی کے دیگر حالات پر وہ خفا میں ہیں، آپ بھی ان تمام انصالی و انعام الہی کے مورد دوستی ہیں، جسکے ستمی آپ بھائی حضرت اسد ہیں۔

ابن جریر نے اس آیت کے ضمن میں آپ کا نام بھی لیا ہے،

مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ يُتْلُونَ

اہل کتاب میں ایک جماعت ہے جو اللہ کی آیات کی تلاوت کرتی ہے،

آیات اللہ

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھی ان مصائب کا شکار ہوئے ہوں گے جن کے آپ کے

بھائی حضرت اسد اور دوسرے اہل کتاب صحابہ ہوئے تھے،

لہ اصابع احوال ۵۰ ۵۱ تفسیر طبری تفسیر آیت مذکورہ سورہ آل عمران

(۷) حضرت اشرف حبشیؓ

نام و نسب | اشرف نام تھا، حبشہ یا شام کے رہنے والے اور عقیدۂ عیسائی تھے،
 اسلام | اپنے دوسرے رفقاء حضرت ابرہہؓ اور حضرت نثارؓ اور لیسؓ وغیرہ کے ساتھ اسلام لائے،
 خدمت نبویؐ میں آمد | حضرت جعفرؓ کے ساتھ اہل حبشہ کا جو وفد خدمت نبویؐ آیا تھا اس میں آپ بھی تھے،
 وفات | وفات کے متعلق کوئی تفصیل نہیں مل سکی،
 فضل و کمال | آپ علمائے نصاریٰ میں تھے، حافظ ابن حجر نے آپ کے اوصاف کے سلسلے میں لکھا ہے کہ

من رہبان الحبشۃ
 حبشہ کے راہبوں میں سے تھے،
 اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا شمار علمائے نصاریٰ میں تھا، لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد
 اسلامی علوم سے کہاں تک واقف ہوئے اسکی تفصیل نہیں ملتی، اور نہ آپ کے کوئی روایت ہے،

(۸) حضرت بکر اکبر حبشیؓ

نام و نسب | بکر نام، شام یا حبشہ کے رہنے والے اور عقیدۂ نصرانی تھے،
 لے حافظ ابن حجر نے صحابہ کی چار قسمیں قرار دی ہیں، ان کو قسم اول میں شمار کیا ہے، جس سے انکی اہمیت کی طرف اشارہ
 ہوتا ہے، علامہ پران کو تذکرہ اہل حبشہ ہے، اسے اصحابِ ریح اصحابہ کہتے ہیں، یہ وہ بکر اکبر حبشی ہیں جن کو رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل نبوت شام میں ملے تھے، ابن اثیر نے دو وزن کو ایک شمار کیا ہے، اس
 پر حافظ ابن حجر نے حضرت ابرہہؓ کے ولادت میں بکرث کرتے ہوئے لکھا ہے، یہ دوسرے بکر اکبر ہیں، ابن حجر
 کو غلط فہمی ہوئی اور اسی لیے بکر اکبر حبشی کو انھوں نے قسم ریح میں داخل کیا ہے اور انھیں قسم اول میں، اصحابہ

اسلام | غالباً آپ نے بھی اپنے احباب حضرت اشرف و شام و غیرہ کیساتھ اسلام قبول کیا ہوگا۔
 زیارت نبوی کا شرف | حضرت جعفرؓ کے ساتھ آپ بھی حبشہ سے مدینہ آئے، اور زیارت نبوی سے
 مشرف ہوئے۔

وفات | وفات کا سنہ یا تاریخ معلوم نہیں ہو سکی۔

روایت | ابن عدی نے ایک ضعیف واسطہ سے آپ کے یہ ایک روایت نقل کی ہے

عن جعفر بن محمد بن علی بن ابیہ	جعفر بن محمد اپنے دادا سے روایت کرتے
عن جدہ قال سمعت جیرا النرا	ہیں کہ انھوں نے بکیرا سے سادہ بیان کرتے
يقول سمعت رسول الله صلى الله	تھے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
صلى الله اذا اشرب الرجل كأسا	سے سنا کہ اگر کسی شخص کو شراب کا ایک
من خمرة الخ	پیالہ پلایا جائے،

اور روایت کرنے کے بعد خود ہی جرح بھی کی ہے، جرح کے الفاظ یہ ہیں،

هذا حديث منكر ولم اسمع	یہ منکر حدیث ہے، انکے علاوہ بکیرا کی کوئی
بجیرا عند غیر هذا	اور حدیث نہیں سنی،

۱۔ بقیہ الفاظ حدیث جستجو و تلاش کے بعد بھی نہیں ملے، تجرید ج ۱ ص ۳۶

۲۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صاحب حدیث بکیرا راہب شامی ہیں،
 یہ غلط ہے، اگر حدیث صحیح ہے تو یہ وہی بکیرا ہیں جو حبشہ سے حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ آئے تھے

اصابہ ج ۱ ص ۱۳۹

(۹) حضرت بشیر بن معاویہ

نام و نسب | بشیر نام، ابو علقمہ کنیت، باپ کا نام معاویہ تھا، اسقف نجران کے بھائی تھے۔
 اسلام | اہل نجران کے پاس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک پہنچا، تو انھوں نے ایک وفد
 آپ کی خدمت میں دریافت حال کے لیے بھیجا، یہ وفد مدینہ سے نجران واپس ہوا تو راستہ میں
 اسقف رئیس وفد نے آنحضرت صلعم کے اس نامہ مبارک کو پڑھنا شروع کیا، اتفاق سے اسی شان میں بشیر کی اونٹنی
 کو ٹھوکر لگی، اس پر انھوں نے آنحضرت صلعم کی شان میں کچھ ناملائم الفاظ استعمال کیے، اسقف نے
 انھیں ڈانٹا اور کہا وہ نبی صادق ہیں، حضرت بشیر کے دل میں یہ بات گھر کر گئی، انھوں نے فرمایا کہ
 جب وہ نبی صادق ہیں تو خدا کی قسم جب تک ان کی خدمت میں نہ پہنچ جاؤں گا، اونٹنی کا کجاہہ
 نہ کھولوں گا، چنانچہ شوق و آرزو میں یہ اشعار پڑھتے ہوئے وہاں سے پھر مدینہ واپس ہوئے،
 الیدۃ تغدو قلعا و ضینہا معترضانی بطنہا فیہا

مخالفادین النصارى دینہا

اور خدمت نبوی میں پہنچ کر اسلام قبول کیا، اور ساری زندگی دربار رسول کی غلامی
 میں گزار دی،

شہادت | غزوہ کی تفریح تو نہیں مل سکی، لیکن کسی غزوہ میں شہادت پائی،

۱۔ اصحاب جلد اول صفحہ ۱۶۰، قریب قریب ان ہی کے واقعہ سے ملتا جلتا کر زین علقمہ کا واقعہ بھی ہے، لیکن
 صاحب اصحاب نے ان کو در شمار کیا ہے، اور یہ در اس لیے بھی ہیں کہ کرز کا واقعہ مدینہ جاتے ہوئے پیش آیا
 اور بشیر کا واقعہ وہاں سے واپسی پر

(ت)
 (۱۰) حضرت تمام رضی

نام و نسب | تمام نام، شام یا حبشہ کے رہنے والے اور عقیدہ کے اعتبار سے نصرانی تھے،

اسلام | اوپر جن لوگوں کا ذکر ہوا ہے غالباً اپنے ان ہی رفقاء کیساتھ انھوں نے بھی اسلام قبول کیا

شرف زیارت | آپ بھی حضرت پیغمبر کے ساتھ حبشہ سے آئے اور زیارت نبوی سے بہرہ مند ہوئے،

وفات | وفات اور دوسرے حالات کے متعلق کوئی تصریح نہیں مل سکی، تحریر میں آپ کے متعلق یہ

بھی ہے کہ بکیر اور ابرہہ کے ساتھ آئے،

وفد مع بحیرا و ابرہہ فی حدیث | بکیر اور ابرہہ کے ساتھ یہ بھی ساقت مرہ

ساقط تھروا | والے واقعہ میں تھے،

آپ بھی ان تمام فضائل اور انعام کے مورد ہیں جس کے مورد دوسرے اہل کتاب صحابہ ہیں،

(۱۱) حضرت تمیم حکیم رضی

نام و نسب | تمیم نام، شام یا حبشہ کے رہنے والے اور عقیدہ کے اعتبار سے عیسائی تھے،

اسلام | آپ کے چند احباب کا ذکر ہو چکا ہے، غالباً آپ نے بھی حبشہ میں ان کے ساتھ

اسلام قبول کیا ہوگا،

شرف زیارت | حبشہ کے وفد کے ساتھ آپ بھی مدینہ آئے، اور شرف زیارت نبوی سے بہرہ ور ہوئے،

روایت | آپ سے کوئی روایت نہیں ہے،

وفات و عام حالات کے متعلق کوئی تفصیل نہیں ملتی،

لہ حدیث کا پورا متن بڑی کاوش کے بعد بھی نہیں مل سکا، اصابہ ج ۱ ص ۸۳، تجرید ج ۱ ص ۶۱ لکھ اصابہ اور اسد الغابہ

۱۴۱) حضرت تمیم داریؓ

نام و نسب | تمیم نام، ابورقیہ کنیت، داری نسبت ہے، پورا سلسلہ نسب یہ ہے، تمیم بن اوس بن حازم

ابن سوہب بن خزیم بن ذراع بن عدی بن الدار بن ہانی بن حبیب بن تمارہ بن لحم بن عدی بن عمر بن مبارک
ابن ہشام نے عمر و وسباء کے درمیان دو ایک نام اور بڑھائے ہیں، شام کے رہنے تھے، قبیلہ
لحم سے منسوب تھے، اور مذہباً عیسائی تھے،

اسلام | ۹۰ھ میں اپنے بھائی نعیم کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے،
اور مشرف باسلام ہوئے،

غزوات | اسلام لانے کے بعد سے جتنے غزوات پیش آئے سب میں شریک ہوئے، رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے کفایت کے لیے شام میں قریہ عینون کا ایک حصہ آپ کو دیدیا تھا، اور اسکی تحریری
سند بھی لکھ دی تھی، مگر دیار محبوب کی محبت نے وطن کی محبت فراموش کر دی، چنانچہ عہد نبوی کے
بعد خلفائے ثلاثہ کے زمانہ تک آپ مدینہ ہی میں رہے، حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب ملی
فتنہ و فساد شروع ہوا تو آپ بادل ناخواستہ مدینہ چھوڑ کر اپنے وطن شام چلے گئے،

لہذا حافظ ابن عبد نے داری کی نسبت کی یہ وجہ بتائی ہے کہ لحم کی ایک شاخ داری اور یہ نسبت اسی کی طرف ہی مگر یہ
توجیہ صحیح نہیں ہے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ انکے اجداد میں ایک شخص کا نام دار ہے جیسا کہ سلسلہ نسب میں مذکور ہے، یہ نسبت اسی کی طرف
اس کی تائید اسمعانی کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے، فالما النسبة ای الجدا فتمیم ابو رقید الداری (اسمعانی ص ۲۱۹)

ذکر داری | ۹۰ھ لحم و جذام میں کے رہنے والے تھے جو شام میں اقامت پذیر ہو گئے تھے (اسمعانی ذکر لحم ص ۲۱۹) ۱۰۰ھ اصحاب استغاب، ابن سعد
۱۰۰ھ ابن سعد، اسد الغابہ ۱۰۰ھ ابن سعد جز ۲ ص ۱۱۳، اسد الغابہ کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ آپ مستقل طور پر شام ہی میں رہتے تھے مگر ابن
کلبیان زیادہ صحیح ہے کہ اسلام لانے کے بعد مدینہ ہی میں قیام پذیر ہو گئے تھے، حضرت عثمانؓ کے بعد مستقل طور سے شام واپس چلے گئے،

آپ جب شام سے مدینہ آئے، تو اپنے ساتھ کچھ قندیلین اور تھوڑا سا تیل بھی لیتے

آئے مدینہ پہنچ کر قندیلوں میں تیل ڈال کر مسجد نبوی میں لٹکا دیں، اور جب شام ہوئی تو

انھوں نے انھیں جلا دیا، اس سے پہلے مسجد میں روشنی نہیں ہوتی تھی، انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں

تشریف لائے اور مسجد کو روشن پایا تو دریافت فرمایا کہ مسجد میں روشنی کس نے کی ہے، صحابہ کرام نے

حضرت یحکم کا نام بتایا، آپ سید خوش ہوئے، انکو دعائیں دیں اور فرمایا کہ اگر میری کوئی لڑکی ہوتی تو میں

تیم سے اسکا نکاح کر دیتا، اتفاق سے اسوقت نوفل بن عارض موجود تھے، انھوں نے اپنی بیوی صاحبزادی

ام المغرہ کو پیش کیا، آپ نے اسی مجلس میں ام المغرہ سے حضرت یحکم کا نکاح کر دیا،

وقات مدینہ سے واپسی کے بعد گوشہ نشینی اختیار کرنی اور آخر عمر تک زیادہ اور درویشانہ زندگی بسر

کرنی میں دائمی اہل کو لیبیک کہا، اور بیت جیرون میں مدفون ہوئے،

اولاد آپ کی کوئی اولاد مدینہ نہ تھی، صرف ایک صاحبزادی رقیہ تھیں، جسکی نسبت آپ کی کنیت ابو رقیہ ہے،

علم و فضل اسلام سے پہلے آپ کا شمار علماء و نصاریٰ میں تھا، قبول اسلام کے بعد علمی ذوق قرآن مجید

میں بے انتہا متقی ہو گیا اور اس سے پوری واقفیت پیدا کی، قنابہ کا قول ہے کہ

کان من عنی اهل الکتابین آپ کا شمار انجیل قرآن کے علماء میں تھا،

بعض لوگوں نے آپ کا شمار ان صحابہ میں کیا ہے، جنھوں نے عہد نبوی میں قرآن جمع کیا تھا،

تراویح کی امامت فتح الباری میں ہے کہ جب حضرت عمر نے تراویح باجماعت قائم کی تو مردوں کا

پہلے ان کا نکاح ہوا یا ابو البراس سے ہوا تھا لے اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۴۱ لے ارباب طبقات نے آپ کا سنہ وفات نہیں

دیا ہے البتہ تہذیب میں ہے کہ آپ کی قبر پر کچھ ایسے نشانات پائے گئے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی وفات ۶۱۰ء میں ہوئی

تہذیب ص ۵۱۲ جلد ۱ ص ۱۱۹ ج ۱ ص ۱۱۹ اور تہذیب میں جیرون، میں نے تہذیب ہی کے بیان کو اختیار کیا تہذیب ج ۱ ص ۵۱۳

سمانی ج ۱ ص ۲۱۹ تہذیب ایضاً لے ابن سعد جز ۲ ص ۲ ص ۱۳

امام ابی بن کعب کو اور عورتوں کا امام تمیم داری کو مقرر کیا۔

ایک روایت آپ کا سب سے بڑا شرف ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک اقمہ جو مسلمین

پر جوڑ دیا اور اسے عطا کیا، اس کے علاوہ بہت سے کبار صحابہ اور تابعین نے بھی آپ کے روایتیں کی ہیں، مثلاً

عبداللہ بن عمر، ابن عباس، ابو ہریرہ، انس بن مالک، زرارہ بن اوئی، وروح بن زبیر، عبداللہ

بن ابی مرثد، عطاء بن یزید اللیش، شہر بن جوشب، عبدالرحمن بن غنم، سلیم بن عامر، شریک بن مسلم،

قبیصہ بن ذویب، کثیر بن مرہ، ازہر بن عبد اللہ وغیرہ۔

چونکہ آپ متاخر الاسلام تھے، اس لیے آپ کی روایتوں کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ہے، مسندین

۱۲ حدیثیں آپ کی سند سے درج ہیں،

اتباع سنت اور مواظبت عمل | آپ کو اتباع سنت کا بڑا لحاظ تھا اور جس سنت پر ایک مرتبہ عمل شروع

کرویتے، اس پر ہمیشہ مواظبت کرتے، چنانچہ معمول تھا کہ نماز عصر کے بعد دو رکعت نماز نفل اور اترے

تھے، حضرت عمر کا دستور تھا کہ جن لوگوں کو نماز عصر کی ادائیگی کے بعد نفل پڑھتے دیکھتے، انہیں منع فرماتے

اور بعض اوقات سزا بھی دیتے، ایک مرتبہ تمیم داری سے بھی اس کے متعلق فرمایا تو آپ نے حضرت

عمر کو درشت لہجہ میں جواب دیا کہ

لا اذ عہنا حاصلتہما مع من ہو | میں ان دو رکعتوں کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا ان کے لیے

خیر منک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | دو رکعتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہیں جو تم کو بہتر

یہ سن کر حضرت عمر نے پھر کوئی باز پرس نہیں کی، اور فرمایا کہ اگر تمام لوگ تمہاری ہی طرح

کے شیخ ابی ہریرہ ص ۲۱۹ ج ۱ بعض روایتوں میں تمیم داری کے بجائے سلمان بن عثمان کا نام ہے، لکن حدیث اس کی توجیہ کی ہے کہ عورتوں اور

مختلف اوقات میں اس خدمت پر تیار ہوسے لہذا حدیث میں اسے بڑا اہم قرار دیا گیا ہے، انصار ایک مستقل اصول ثابت بنایا ہے اور یہی

پہلی مثال ہے کہ تمیم داری کا نام ہے۔ لہذا حدیث میں اسے بڑا اہم قرار دیا گیا ہے، انصار ایک مستقل اصول ثابت بنایا ہے اور یہی

Marfat.com

ہو جائیں، تو مجھے کوئی پروا نہیں ہے

حصولِ ثواب کے لیے کام | ایک مرتبہ روح بن زبناح آپ کی خدمت میں گئے تو دیکھا کہ گھوڑے کیلئے

جو صاف کر رہے ہیں، اور گھر کے تمام لوگ آپ کے گرد بیٹھے ہوئے ہیں، روح نے عرض کیا، کیا یہ ان لوگوں میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو اس کام کو کر سکے، آپ نے فرمایا یہ ٹھیک ہے لیکن میں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ

ما من امرء مسلم یفتی لفرسہ

شعیراً ثم یعلفہ علیہ کتباً

یکل حبہ حسنة

جب کوئی مسلمان اپنے گھوڑے کیلئے دانہ

صاف کرتا ہے اور پھر اسکو کھلاتا ہے تو ہر دانہ

کے بدلے اسے ایک نیکی ملتی ہے،

اس لیے میں خود اپنے ہاتھ سے کام کرتا ہوں، تاکہ ثواب سے محروم نہ رہ جاؤں،

عبادت | آپ کا شمار ان صحابہ میں تھا جو زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت میں ضرب المثل تھے،

مشکل ہی سے کبھی آپ کی نماز تہجد ناغہ ہوتی، تہجد میں بسا اوقات ایک آیت اتنی بار دہراتے کہ

پوری رات ختم ہو جاتی، ایک مرتبہ آپ تہجد میں جب اس آیت

احسب الذین اجتر حوالیعت

ان نجعلہم کالذین امنو و عملوا

الصلحت سواء حیوا ہم و ماتوا (جانیہ) کو اختیار کیا کہ ان سب کو برابر ہو جائے

پر پہنچے تو اسی کو رات بھر دہراتے رہے، یہاں تک کہ صبح ہو گئی،

محمد بن سیرین بیان فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی ایک کوفت میں پورا قرآن ختم کر دیتے تھے،

۱۲۰ ص ۱۲۰ ایضاً ص ۱۰۲ ۱۰۳ ص ۱۰۳ ایضاً، اسد الغابہ، نسائی میں بھی یہ روایت ہے، تہذیب التہذیب

ذکر تہذیب

انہوں نے ایک بہت قیمتی جوڑا خریدا تھا، جس روز ان کو شب قدر کی توقع ہوئی تھی اسے
اس روز پہنتے تھے،

ریا سے پرہیز | باپ ہمہ اپنی عبادات کو لوگوں پر ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے، ایک مرتبہ ایک
شخص نے آپ سے سوال کیا کہ آپ رات میں کتنی نمازیں پڑھتے ہیں، آپ اس سوال پر بہت
ناراض ہوئے، اور فرمایا کہ ایک رکعت نماز جیسے میں رات کی تنہائی میں پڑھوں وہ مجھے اس
بات سے زیادہ محبوب ہے کہ میں رات بھر نماز پڑھوں اور صبح کو رب کے بیان کرتا پھروں۔
مسجد میں روشنی کی ابتدا | یہ آپ کا بہت بڑا شرف ہے کہ آپ نے مسجد میں روشنی کی سنتِ حسنہ
جاری کی، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمیم داری پہلے شخص ہیں جنہوں نے مسجد
میں چراغ جلانے اور روشنی کرنے کی ابتدا کی،

ایک کرامت | حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ایک مرتبہ مقام حرہ میں آگ لگی، حضرت عمرؓ
حضرت تمیم داریؓ کے پاس آئے اور ان سے واقعہ بیان کیا، حضرت تمیمؓ وہاں گئے، اور
بے خطر آگ میں گھس گئے اور اس کو بجھا کر صحیح و سالم واپس چلے آئے۔ حضرت عمرؓ آپ کو
خیراں المدینہ (مدینہ کے سبکے اچھے اور نیک آدمی) فرمایا کرتے تھے،
حلیہ و لباس | خوش پوش، خوش وضع اور خوبصورت آدمی تھے،

(مشا)

(۱۳) حضرت ثعلبہ بن سعید الہمدانی

نام و نسب | ثعلبہ نام، باپ کا نام سعید، قبیلہ ہل جو بنو قریظہ کی ایک شاخ تھی اس سے

لہ صفوۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۱۰۱۰ ایضاً ابن ماجہ باب المساجد ص ۵۶ مکہ اجابہ ج ۳ ص ۴۹۰

۱۴ اسد الغابہ ص ۶۱۵ لہ اس کی تحقیق حضرت اسید کے حالات میں گذر چکی ہے،

نسبی تعلق تھا، حضرت ایدہ بن کا اور ذکر آچکا ہے ان کے حقیقی بھائی تھے۔

اسلام | جب بنو قریظہ کے قتل کا فیصلہ ہوا تو حضرت ثعلبہ ثعلبہ قبیلہ کے دو تین نوجوانوں کے

ساتھ اہل قبیلہ کے پاس گئے اور ان کو ابن ابیہان کی وصیت اور اس کا وعدہ یاد دلا کر

سمجھانے کی کوشش کی اور اسلام قبول کرنے کی ترغیب دی، لیکن جب یہ کوشش بے سود رہی

تو اپنے بھائی حضرت ایدہ اور قبیلہ کے ایک اور نوجوان ابیہان کے ساتھ آنحضرت صلعم کی خدمت

میں حاضر ہو کر خود اسلام قبول کیا،

آپ کی زندگی کے اور دوسرے حالات نہیں مل سکے۔

وفات | سہ وفات کی تصریح نہیں مل سکی البتہ امام بخاری کے بیان سے اتنا پتہ چلتا ہے

کہ حیات نبویؐ میں اس دار فانی کو چھوڑ چکے تھے۔

فضل و کمالات | اہل کتاب صحابہ کے عام فضائل و محامد کے ساتھ... حضرت ثعلبہ ابن سعیدہ کو

یہ شرف بھی حاصل ہوا کہ جب حضرت ریحانہ غزوہ بنو قریظہ میں گرفتار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں آئیں، تو آپ کی خواہش ہوئی کہ وہ اسلام قبول کر لیں، اگر وہ کسی طرح اس پر

راضی نہ ہوئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اسلام نہ لانا یکا بیک درج تھا، ایک روز

آپ صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت ثعلبہ ابن سعیدہ آئے اور آہستہ سے آپ سے

حضرت ریحانہ کے اسلام قبول کر لینے کی خوشخبری سنائی، آنحضرت صلعم نے مسرت آمیز لہجہ

میں حاضرین سے فرمایا کہ ثعلبہ ریحانہ کے اسلام کی خوشخبری لیکر آئے ہیں، ابن ہشام جلد ۲

۱۱۰ پورا فقہ حضرت ایدہ کے حالات میں لکھا جا چکا ہے۔ سہ اصحاب ذکر ایدہ ج ۱ ص ۳۳، بعض لوگوں کا خیال

ہے کہ حضرت عبد اللہ بن سلام کے ساتھ اسلام لائے مگر صاحب اسد الغابہ نے اس کی تردید کی ہے، ابن ہشام

در عمیرہ کا بیان ہے کہ خلافت نبویؐ میں اسد الغابہ ج ۱ ص ۱۶۹، ابن ہشام ج ۲ ص ۲۲۲

حضرت ثعلبہ بن سلام (۱۴)

نام و نسب | ثعلبہ نام، باپ کا نام سلام، حضرت عبداللہ بن سلام کے بھائی تھے، پورا اسلام سارا نسب
عبداللہ بن سلام کے تذکرہ میں آئے گا۔

اسلام | آپ کے اسلام لانے کا زمانہ متعین نہیں کیا جاسکتا، مگر اتنا معلوم ہے آپ عبداللہ
بن سلام کے بعد اسلام لائے۔

وفات | آپ کی وفات کے بارے میں بھی کوئی تصریح نہیں ملتی اور نہ آپ کی زندگی کے
عام حالات اور کارنامے کے متعلق کوئی تذکرہ ملتا ہے۔

حضرت ثعلبہ بن قیس (۱۵)

نام و نسب | ثعلبہ نام، باپ کا نام قیس، یہودیہ سے تھے، مگر تصریح نہیں مل سکی کہ کس
قبیلہ سے تعلق تھا،

اسلام | صحیح طور سے نہیں کہا جاسکتا کہ آپ نے کب اسلام قبول کیا، لیکن چونکہ ان آیتوں
کی تفسیر کے ضمن میں جو اہل کتاب صحابہ کے بارے میں نازل ہوئیں، آپ کا نام جبرئیلؑ میں
وغیرہ کے ساتھ آتا ہے اس لیے یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ متقدم الاسلام ہوں گے،

وفات | سنہ وفات کے متعلق بھی کوئی تصریح نہیں مل سکی۔

فضائل | یوں تو ان تمام فضائل و انعام کے آپ بھی مستحق ہیں، جیسے دوسرے اہل کتاب
ہیں، لیکن ذیل کی دو آیتوں کے ضمن میں خصوصیت آپ کا نام بھی تفسیر میں چیتا ہے، جب کہ

تریش آنحضرت صلعم اور قرآن کے متعلق مختلف قسم کے شکوک و شبہات پیدا کرنے لگے تو اس کے لیے ایک ثبوت یہ بھی پیش کیا گیا

أَوَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَةٌ أَنْ يَعْلَمَهُ
عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ

کیا ان کیلئے یہ بات دلیل نہیں ہے کہ اسکو (قرآن)
علماء بنی اسرائیل جانتے ہیں۔

علماء سے جو لوگ مراد ہیں مفسرین ان میں حضرت ثعلبہ کا نام بھی لیتے ہیں، ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن سلام اور حضرت ثعلبہ وغیرہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم لوگ آپ پر قرآن پر حضرت موسیٰ اور ثور میت اور حضرت عزیر پر توہرور ایمان لاتے ہیں مگر اس کے علاوہ تمام کتب و رسل کو ماننا ضروری نہیں سمجھتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ
وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ
عَلَى رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي
أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ (شاور -)

اے ایمان دارو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے
رسول پر اور اسکی کتاب پر جو اللہ نے اپنے
رسول پر اتاری اور ان کتابوں پر جن کو
اللہ نے اس سے پہلے اتارا ہے،

زندگی کے دوسرے حالات و کمالات پر وہ چٹھا میں ہیں،

۱۷ سورہ شورا یقیناً مکی ہے، مگر اس کی پانچ آیتوں کے نزول کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں جو لوگ اس آیت کو بھی مدنی کہتے ہیں، ان کے نزدیک تو کوئی اشکال نہیں ہے، لیکن جو لوگ اس کو مکی کہتے ہیں ان کے سامنے یہ اشکال آتا ہے کہ کہ میں علماء بنی اسرائیل کہاں تھے، اس کا انھوں نے یہ جواب دیا ہے کہ کفار مکہ نے ہینز کے علماء یہود سے آنحضرت صلعم کے متعلق دریافت کرایا تھا تو انھوں نے جواب دیا کہ وہ زمانہ یہی ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، بہر حال دونوں صورتوں میں آیت کے مخاطب یہی حضرات ہیں۔

(۱۷) حضرت ثعلبہ بن ابی مالک

نام و نسب | ثعلبہ نام، ابو یحییٰ کنیت، حضرت ابومالک صحابی کے جنکا تذکرہ آگے آئے گا، صاحبزادے تھے، اصلی وطن یمن تھا، اُسپا کے والد ترک وطن کر کے مدینہ آئے، اور یہیں سکونت اختیار کر لی،

اسلام | اپنے والد کی طرح خود بھی حلقہ گوشتِ اسلام ہوئے۔ اور بہ اختلاف روایت شرفِ صحبت بھی سرفراز ہوئے،

اصحابِ یمن مصعب الزبیری کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ غزوہ بنی قریظہ کے روز جو بچے نابالغ ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیے گئے تھے، ان میں حضرت ثعلبہ بھی تھے، امام بخاری نے تاریخ الکبیر میں لکھا ہے کہ

ان کے صحابی ہونے میں اربابِ رجال کی روایتیں مختلف ہیں، اصحابِ اور تاریخ کبیر کی روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ غزوہ بنی قریظہ کے وقت اچھے خاصے بڑے تھے جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ جب انھوں نے اسلام قبول کیا ہوگا تو وہ سن شعور کو پہنچ گئے تھے، اسد الغابہ میں ہے کہ ولد علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت صلعم کے زمانہ میں پیدا ہوئے) جس سے انکی صحابیت اور عدم صحابیت دونوں کا احتمال ہے، ابن حاتم اور ابن حبان نے ان کو زہرہ تابعین میں شمار کیا ہے، یحییٰ ابن مسین فرماتے ہیں کہ روایت (انھیں دیدار نبوی حاصل ہوا) حافظ ابن حجر نے اصحابِ یمن تو اثنال کا اظہار کیا ہے لیکن تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ حضرت ثعلبہ نے آنحضرت صلعم کی زیارت کی ہے، اور ان سے بغیر کسی واسطہ کے روایت بھی کی ہے،

ان تمام بیاناتِ اندازہ ہوتا ہے کہ زیادہ تر اربابِ رجال کا رجحان انکی صحابیت کی طرف ہے، گو تابعین میں داخل

کرنے والے حضرات کے اقوال بھی بالکل نظر انداز نہیں کیے جاسکتے، لیکن میں نے مافظ ابن حجر کی اتباع میں انھیں صحابہ کی فہرست میں رکھا ہے۔

کان کبیراً ایام بنی قریظہ (ج ۱ ص ۱۷۱) غزوہ بنو قریظہ کے زمانے میں وہ بڑے تھے،

بخاری کی اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بالکل بچے نہیں تھے بلکہ سن شعور کو پہنچ چکے تھے لیکن بہر حال ان کے زمانہ قبول اسلام کے متعلق کوئی صحیح تفسیر کی جاسکتی۔

وفات | سنہ وفات کا علم نہیں ہو سکا،

اولاد | ان کی دو اولاد ابونا مالک اور منظور کا ذکر حافظ ابن حجر نے تہذیب میں کیا ہے لیکن

دوسرے ارباب رجال نے صرف ابونا مالک کا نام لیا ہے،

علم و فضل | حضرت ثعلبہ کا گھرانہ علم و فضل میں ممتاز تھا، آپ کے والد حضرت ابونا مالک عمار عقیق

کے عالم تھے، آپ کے دونوں صاحبزادے اور ایک بھتیجے محمد بن عقبہ صاحب علم و فضل اور صاحب روایت

تھے، خود حضرت ثعلبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بڑے بڑے صحابہ سے روایتیں کی ہیں

مثلاً حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت حارثہ بن نعمان، حضرت جابر اور ابن عمر وغیرہ۔

ان سے حسب ذیل حضرات نے روایتیں کی ہیں، ان کے دونوں صاحبزادے امام زہری،

مسور بن رفاعہ، محمد بن عقبہ، صفوان بن سلیم، ابن ابی ہاشم،

امامت | قبیلہ بنو قریظہ کے جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے، ان کی نماز کی امامت کم عمری کے باوجود

حضرت ثعلبہ ہی کے سپرد تھی، تہذیب میں ہے،

۱۔ تاریخ الکبیر میں امام کا لفظ ہے، لیکن حافظ ابن حجر نے امام بخاری کا یہی قول تہذیب میں

نقل کیا ہے، جس میں ایام بنی قریظہ ہے، اگر ایام کا لفظ صحیح ہے تو معنی یہ ہوئے کہ وہ غزوہ بنی قریظہ کے

وقت اچھی خاصی عمر کے تھے، اور اگر امام کا لفظ مانا جائے تو اس مشہور روایت سے تطابقی ہو جائے گا،

جس میں ہے کہ وہ بنو قریظہ کے امام تھے۔ ۲۔ تہذیب ذکر ثعلبہ سے تاریخ الکبیر ذکر ثعلبہ

۳۔ تہذیب ذکر ثعلبہ سے تاریخ الکبیر ایضاً،

وَكَانَ ثَعْلَبَةَ يَوْمَ بَنِي قَرِيظَةَ
حضرت ثعلبہ بن قین کے باوجود بنی قریظہ کی
غلاماً اہانت کرتے تھے،

اس سے بھی معلوم ہوا کہ وہ غزوہ بنی قریظہ کے وقت کم سن تھے،

(۱۷) حضرت جبار و بن عمرو

نام نسب | بشر نام، ابو منذر کنیت، جبار و لقب، نسب نامہ یہ ہے جبار و بن عمرو
ابن مطلق عبیدی قبیلہ عبد قیس کے سردار تھے، جبار و کا لقب ایک خاص واقعہ کی یادگاری
زمانہ جاہلیت میں انھوں نے قبیلہ بکر بن وائل کو لوٹ کر بالکل صاف کر دیا تھا، "جبار و" کے
معنی بے برگ بار کے ہیں۔ اسی لیے جبار و ان کا لقب پڑ گیا، اسی واقعہ کو بطور مثال ایک شاعر کہتا ہے،
فلسنا ہم بالخیل من کل جانب کما جرد الجارود بکر بن وائل
ہم نے ہر طرف سے دشمن کو پتھر شکر کے ذریعہ روند ڈالا جس طرح کہ جبار و نے بکر بن وائل کو صاف کیا تھا،

اسلام | جبار و مذہباً عیسائی تھے، قبیلہ عبد قیس کے وفد کے ساتھ ساتھ بن مدینہ آئے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا، انھوں نے کہا محمد بن ایک
مذہب پر تھا، اب تمہارے مذہب کے لیے اپنے مذہب کو چھوڑنے والا ہوں، میرے تہذیب
مذہب کے بن تم میرے ضامن ہو گے، فرمایا ہاں، میں تمہارا ضامن ہوں، خدا نے تم کو تمہارے
مذہب سے بہتر مذہب کی ہدایت کی ہے، اس مختصر سوال و جواب کے بعد جبار و اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے،
انکے ساتھ انکے اور ساتھی بھی مشرف بہ اسلام ہوئے، آنحضرت صلعم کو ان کے اسلام لانے پر بڑی
مسرت ہوئی، آپ نے انکی بڑی عزت و توقیر کی، قبول اسلام کے بعد وطن لوٹنے کا قصد کیا اور آنحضرت صلعم

لہ اسد الغابہ ج اول ص ۲۶۱، اصحاب اول تذکرہ جبار و کے سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۶۶، بعض
(باقی ص ۲۶۷ پر)

سے سواری مانگی، لیکن سواری کا انتظام نہ ہو سکا، تو جا روونے اجازت مانگی کہ یا رسول اللہ! راستے میں ہم کو دوسروں کی بہت سی سواریاں ملین گی ان کے استعمال میں لانے کی اجازت ہے؟ فرمایا نہیں انھیں آگ سمجھو، غرض جا روو خلعتِ اسلام سے سرفراز ہونے کے بعد وطن واپس گئے،

فتنہ ارتداد | فتنہ ارتداد میں ان کے قبیلہ کے بہت سے آدمی مرتد ہو گئے، لیکن ان کے استقامتِ ایمانی میں کوئی تزلزل نہ آیا، چونکہ سردار قبیلہ تھے اس لیے اپنے اسلام کا اعلا کہ کے دوسروں کو ارتداد سے روکتے تھے،

شہادت | حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بصرہ میں اتامت اختیار کر لی اور ایران کی فوجی میں چاہا شریک شریک ہوئے، باطلات روایت قاسم یا ناوند کے معرکہ میں شہید ہوئے،

اولاد | آپ کے ایک صاحبزادہ منذر تھے، جن کی نسبت سے آپ کی کنیت

ابو منذر ہے،

فضل و کمال | ابو سلمہ اجدی، ابو القموس، زید بن علی، اور محمد بن سیرین نے ان سے روایت کی ہے، جا روو شاعر تھے، اشعار ذیل بارگاہ نبوی میں بطور تذکرہ پیش کیے تھے،

(بقیہ حاشیہ ص ۲۳) روایتوں میں ہے کہ جب وہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ جاؤ تم نے اور تمہاری قوم نے آئے میں بہت دیر کی، جاؤ و نے معذرت پیش کی اور کہا کہ اب میں آپ کے پاس آیا ہوں، میں نے آپ کے صحابہ میں دیکھے ہیں، عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کے آنے کی خوشخبری دی ہے، پھر آپ نے آنحضرتؐ کو کہا کہ آپ اپنا ہاتھ تو پھیلاؤ، پھر آپ نے کلمہ پڑھا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے، تاریخ ابن عساکر ص ۳۵۶ سے اسداغابہ ج ۱ ص ۲۶۱ سے سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۶۶ سے ایضاً لکھا اصحاب جلد اول ص ۲۱۴

۵۵ تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۵۲ سے اصحاب ج اول ص ۲۲۶

شہادت بان اللہ حق وساحت بنات نوادی بالشہادۃ والنہضی

میں نے گواہی دی کہ اللہ حق ہے اور میرے جذبات نے بھی اس شہادت اور اہل میں میرا ساتھ دیا،

فابلیغ رسول اللہ انی رسالۃ بانی حنیف حیث کنت من الارض

میری طرف سے رسول اللہ صلعم کو یہ پیغام پہنچا دو کہ میں زمین کے جس حصہ پر بھی رہوں گا میرا ہونگا،

واجعل لى نفسى دون كل مله لکم حینۃ من عرضکم عرضی

ہر صیبت کے وقت میں اپنی جان پیش کر دوں گا، اسے ملنا تو! تمہاری موت کیلئے میری عزت و حال

فال لہ تکن داری بیثرب فیکم فانی لکم عندا کافامۃ والحفص

اگرچہ میرا مستقل قیام یثرب میں نہیں ہے، مگر اس عارضی اقامت میں بھی میں تمہارا ہی ہوں،

اخلاق | چار رو کے صحیفہ کمال میں آزادی، جہالت اور اظہار حق میں بے باکی کا عنوان تھا۔

علی تھا، جس بات کو حق سمجھ لیتے تھے پھر اس کے اظہار میں وہ کسی کی پروا نہیں کرتے،

ایک مرتبہ بحرین کے گورنر قدامہ بن مظعون کو بعض رومیوں نے شراب پینے ہوئے

دیکھا، چار رو کو اس کا علم ہوا تو حضرت عمرؓ کے پاس آکر کہا کہ امیر المؤمنین قدامہ نے شراب پی

ان پر شرعی حد جاری کیجئے، آپ نے شہادت طلب کی، چار رو نے ابو ہریرہ کو پیش کیا، حضرت

ابو ہریرہ نے شہادت دی کہ میں نے نشہ کی حالت میں سے کرتے ہوئے دیکھا ہے،

حضرت عمرؓ نے قدامہ کو طلب کیا، وہ اُسے، ان کے اُسے کے بعد چار رو نے پھر کہا، امیر المؤمنین

کتاب اللہ کی رو سے حد جاری کیجئے، حضرت عمرؓ نے فرمایا تم کو اتنا اصرار کیوں ہے، تم گواہ ہو

مدعی نہیں ہو، تمہارا کام شہادت دینا تھا جسے تم پورا کر چکے، اس وقت چار رو خاموش ہو

لیکن دوسرے دن پھر اصرار کیا، شہادت مانا کافی تھی، اس لیے حضرت عمرؓ کو چار رو کا پچھا ہوا

بالبارہا اور فرمایا تم تو مدعی پہنچا جاتے ہو، شہادت دینا چاہتا ہے، اس اعتراض پر چار رو

نے کہا، عمر بن خطابؓ کو خدا کی قسم دلاتا ہوں کہ حد میں تاخیر نہ کرو، آخرین چاروں کی پچا صد پر حضرت
عمرؓ کو تین سو گنا پڑی کہ چاروں خاموش رہے، ورنہ میں بری طرح پیش آؤں گا، اس تین سو پر چاروں
نے غضب آلود ہو کر کہا، عمر بن خطابؓ ہی اس کا نام نہیں ہے کہ تمہارا ابن عم شہاب پیٹے اور تم
اٹے مجھے برے سلوک کی دھمکی دو، آخرین جب قدامہ کی بیوی نے شہادت دی تو
حضرت عمرؓ نے حد جاری کرانی،

روایت | آپ چونکہ متاخر الاسلام تھے، اس لیے آپ کی روایتوں کی تعداد بہت ہی

کم ہے، مسند میں یہ ایک روایت ہے،

ضالة ابو من جرق النار

مومن کی گم شدہ چیز کو جس نے اپنی ملکیت بنایا

اس نے اپنے کو آگ بن جلا یا،

اپنے صحابہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اور تابعین میں ابو مسلم انجرامی، وطر
بن عبداللہ بن شحیر وزید بن علی و ابو الفحوص بن سیرین وغیرہ نے روایت کی،

(۱۸) حضرت جبر

نام و نسب | جبر نام، عبداللہ بن الحضرمی کے غلام اور مذہباً یہودی تھے،

اسلام | خدمت نبویؐ میں اکثر ان کی آمد و رفت رہا کرتی تھی، ایک روز رسول اللہ ﷺ

نے ان کے سامنے سورہ یوسف تلاوت فرمائی، ان پر کلام الہی کا ایسا اثر ہوا کہ اسی وقت

حلقہ گوش اسلام ہو گئے،

یہ اس واقعہ کو تمام ارباب سیر نے قدامہ کے حالات میں لکھا ہے ۵۰ مسند ج ۵ ص ۸۰ یہ روایت کئی طرق

سے مروی ہے ۵۰ اصحاب ج ۱ ص ۲۲۱

تغییب اور کتمان اسلام | لیکن چونکہ وہ ابنِ حضرمی کے خاندان کے غلام تھے، اور اس خاندان نے ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا، اس لیے ان کو ڈرتھا کہ اگر وہ اسلام کا اظہار کرتے ہیں تو ان کی جان کی خیر نہیں، اس بنا پر انھوں نے اسلام کا اظہار نہیں کیا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں آمد و رفت یا کسی اور ذریعہ سے جب انھیں ان کے اسلام قبول کر لینے کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے ان پر سختی شروع کی اور ان کو دائرہ اسلام سے خارج ہونے پر مجبور کیا، لیکن اسلام کی تاثیر ایسی نہیں تھی کہ وہ ایک بار دل میں گھر کر جانے کے بعد واپس نہ ہوسکے، چنانچہ ظاہری طور پر تو انھوں نے اسلام سے پرست کا اظہار کر دیا، لیکن قلب کے سوز و گداز کا حال ویسا ہی تھا، چنانچہ قرآن نے ان کے متعلق فرمایا،

وقلوبہ مطمئنہ بلا ایمان (اسکو کفر کے اظہار پر مجبور کیا گیا، لیکن اسکا قلب

ایمان پر مطمئن ہے۔

فتح مکہ اور آزادی | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں تھے اسی وقت انھوں نے اسلام قبول کر لیا تھا، لیکن فتح مکہ تک اپنے اسلام کو چھپاتے رہے، جب مکہ فتح ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، اور اپنی نکالیت اور گزشتہ مشفقوں کا اظہار کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید کر آزاد کر دیا، آزادی کے بعد انھوں نے پوری زندگی بڑی فارغ البالی سے گزاری،

نکاح | بنی عامر کی کسی معزز عورت سے ان کی شادی ہوئی تھی،

ذریعہ معاش | تلوار اور برتن وغیرہ کی صفائی اور فلحی کا کام ان کا ذریعہ معاش تھا،

فرائض | بہت سی آیتوں کے سبب نزل کے ضمن میں ان کا نام بھی آتا ہے، طبری

نہ اصحابہ جلد ۲۲۲ ص ۲۲۲

نے اس آیت کے ضمن میں

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ

إِنَّمَا نَعْلَمُهُ بِنَسَبٍ لِّسَانٍ

الَّذِي يُجِدُونَ إِلَيْهِ أَعْيُنِي

وَهَذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُبِينٌ

اور ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ

ان کو تو آدمی سکھاتا ہے جس شخص کی طرف

اسکی نسبت کرتے ہیں اس کی زبان تو عربی ہے

اور یہ قرآن صاف عربی ہے،

خصوصیت کے ساتھ ان کا نام لیا ہے،

حضرت حبل (۱۹)

نام و نسب | حبل نام قبیلہ ذبیان سے منسوب تھا مگر یہودی بنی قریظہ کے ساتھ مدینہ میں رہتے تھے

پورا سلسلہ نسب یہ ہے: حبل بن جوال بن صفوان بن بلال بن اصرم بن لویاس بن عبد غنم بن
حجاش بن مجالہ بن مازن بن ثعلبہ بن سعد بن ذبیان النشاء الذبیانی ثم ثعلبی

اسلام | آپ کے قول اسلام کا زمانہ صحیح طور پر معلوم نہیں، ارباب رجال صرف اتنا
کہتے ہیں

کان یہودیاً مع بنی قریظہ یہودی تھے بنی قریظہ کے ساتھ رہتے تھے

فاسلاماً یہو اسلام لائے

مگر قرآن سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ غزوہ بنو قریظہ کے بعد اور غزوہ خیبر سے پہلے اسلام لائے تھے
اس لیے کہ بنو قریظہ کا حبیب استیصال کیا گیا تو حبل نے حبیب بن اخطیب کا مرثیہ کہا اور بنو قریظہ
کی حمایت میں یہ اشعار کہے،

۱۵ اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۶۶ ۱۵ اصحابہ ج ۱ ص ۲۳۲ ۱۵ ایضاً

ایماناً بعداً بعداً بنی معاذ
 ترک فرمود کہ لا شیء فیہا
 ولکن لا خلود مع المنایا
 ایما فعلت قویطة والنظیر
 وقدس القوم بحامیة نفوس
 تم خطفت ثمرانہا الفیوس

جس کا جواب حضرت حسان بن ثابتؓ نے اسی کو فرمایا ہے:

تعاهد معشرنا نصرنا علینا
 ہم او تو الکتاب فضیعوہ
 کذبتم بالقصان وا بیتم
 فلیس لہم بیلد لہم ولہم بیلد
 فہم عن القوس انما یوس
 بتصدیق الذی قال المنایم

ظاہر بات ہے کہ اگر وہ اسلام لائے ہوتے تو بہتر فریاد کی حمایت میں یہ اشعار نہ کہتے
 اور حضرت حسان بن ثابتؓ کو جواب دینے کی ضرورت پیش آتی،

انھوں نے ایک شعر میں خیمہ میں اپنی بہادری اور شکرگشت کا ذکر کیا ہے، اس سے
 پتہ چلتا ہے کہ وہ خیمہ کے وقت اسلام قبول کر چکے تھے اور شکرگشت

رمیت نطاة من النبی اذینق
 میں نے نطاة (چراغ) اگنی خاص جگہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بہادر شاہ اور شکرگشت
 شہباً ذات مناقب ووقار
 محاسن اسے شکرگشت کے ذریعہ حل کیا۔

وفات | وفات کے متعلق ارباب ارباب نے کوئی تحریر نہیں کی ہے۔

(ح)
 شکرگشت خیمہ
 (۱۶)

نام و نسب | خیمہ خمرہ نام نسباً اور عقیدۃً یہودی تھی لیکن یہ نہیں پتہ چلتا کہ یہ کس قبیلہ

سے بعض لوگوں نے خیمہ خمرہ لکھا ہے کہ خیمہ خمرہ ہے،

سے آپ کا تعلق تھا، اور کہاں کے باشندے تھے، اُس کے جو واقعات آتے ہیں ان سے قیاس ہوتا ہے کہ یہ وہ مدینہ ہی کے کسی قبیلہ سے رہے ہوں گے،

اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیر نجرہ سے کچھ رقم بطور قرض لی تھی، انھوں نے آپ سے اس کا تقاضا کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت اور ایسی کوئی رقم موجود نہیں تھی اس لیے آپ نے ہمت چاہی، مگر حیر نجرہ نہ مانے، اور کہا کہ آپ جب تک مجھے میرا قرض نہ ادا کر دیں گے، میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا، چنانچہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بالکل جھٹ کر بیٹھ گئے، صحابہ کو ان کا یہ طرز عمل برا معلوم ہوا، انھوں نے حیر نجرہ کو کچھ لعنت ملامت کرنی شروع کی، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں منع کیا اور فرمایا کہ "میرے رب نے مجھے اس سے روکا ہے کہ میں اپنے کسی معاہدہ پر کسی قسم کا ظلم کروں، پھر دن ڈھلتے ڈھلتے حیر نجرہ نے آپ کے اس عظیم طرز عمل سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا،

وقایع اور زندگی کے دوسرے حالات کے متعلق کوئی تصریح نہیں ملتی،

فضائل آپ کے صحیفہ فضائل میں یہ واقعہ بہت ہی روشن طور سے درج ہے کہ جب آپ نے اسلام قبول کیا تو اپنی دولت کا ایک بڑا حصہ پرفنا و رغبت راہ خدا میں خرچ کر ڈالا،

(۷)

(۸) حضرت ورید المرہب

نام و نسب | ورید نام، حبشہ کے رہنے والے اور مذہباً عیسائی تھے، حضرت نجاشی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو وفد بھیجا تھا، اس میں حضرت ورید بھی تھے،

فضل و کمال | المرہب اس کے نام کا جز ہو گیا تھا جس سے ان کے فضل و کمال پر روشنی پڑتی ہے،

اس آیت کے جو لوگ مصداق ہیں ان میں حضرت ادرید کا نام بھی لیا گیا ہے،

وَإِذَا سَمِعُوا مَا نُزِّلَ إِلَيْهِ
الرَّسُولِ تَرَىٰ عَلَيْهِمْ تَغْيِيرًا
مِّنَ اللَّحْمِ

رسول اللہ کی طرف جو کچھ نازل ہوا
جب انہوں نے اسے سنا تو تم دیکھو گے کہ انکی
آنکھیں پر نم ہو گئیں،

(ذ) حضرت ذر ورجین

نام و نسب | علقمہ نام، ذر ورجین کے نام سے مشہور ہیں، حبشہ سے بہتر اور مہین کا جو وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ آیا تھا، اس میں آپ بھی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے ان کا نسب دریافت کیا، تو ان میں ایک نے کچھ اشعار پڑھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت ہرور علیہ السلام کی اولاد سے ہیں،

اسلام | قبول اسلام کے متعلق کوئی تصریح نہیں ملی، مگر اتنا معلوم ہے کہ اس وفد کے کام

افراد شریفیت سے سرفراز ہوئے تھے، اسد الغابہ میں ہے،

وَجِئُوا بِالْحَمْدِ لِلَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سب سے سب صحابی ہیں،

اس سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ یہ لوگ حبشہ میں اسلام لائے تھے، اگر مدینہ میں اسلام لاتے تو جس طرح نسب کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال اور ان کے جواب کا ذکر ہے، اسلام لانے کا بھی ذکر ضرور ہوتا، واللہ اعلم

زندگی کے دو سمر کے حالات اور وفات وغیرہ کے متعلق کوئی تفصیلی نہیں معلوم ہو سکتی،

۱۵ اصحاب جلد ۱ صفحہ ۴۷۲ ۱۵۲ ایضاً ۲۸۵

۱۲۱ اصحاب جلد ۲ صفحہ ۱۲۱

دونوں کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا، میں اپراؤنٹین کو کھینچتا رہا، اسی اثنا میں مجھے نیند آگئی اور ایسی گہری نیند آئی کہ جب اٹھا تو سورج کی کرنیں میرے اوپر پڑ رہی تھیں میں نے دیکھا کہ دونوں اونچان چہرہ ہی ہیں، میں دونوں کی تکمیل پکڑے ہوئے جہاں سب لوگ سو رہے تھے،... آیا، اور کنارے سے ایک شخص کو جگایا، اور پوچھا کہ تم لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ اس نے کہا نہیں! پھر اس نے سب لوگوں کو جگایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اٹھے، اور اپنے اور تمام صحابہ نے وضو کیا اور باجماعت نماز فجر کی قضا کی، اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سفر کسی غزوہ ہی کے لیے رہا ہوگا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک تو آپ مدینہ میں رہے، بعد میں شام منتقل ہو گئے، اور غالباً وہیں سکونت بھی اختیار کر لی، اس لیے کہ اہل طبقات آپ کو شام میں ہی شہر کرتے ہیں،

وفات | وفات کے متعلق اہل طبقات نے تو کوئی تصریح نہیں کی ہے، البتہ تہذیب لہند میں یہ ہے کہ

نزل الشام وومات ببلہ شام گئے اور وہیں وفات پائی علم فضل | آپ سے سند میں متعدد روایتیں ہیں، ابو داؤد اور ابن ماجہ میں بھی آپ کی

روایتیں موجود ہیں، حسب ذیل حضرات نے آپ سے روایتیں کی ہیں، ابو جحیٰ انون جیمیر ابن نفیر، عباس بن عبد الرحمن، عمرو بن عبد اللہ الحضرمی وغیرہ،

خدمت نبوی | ذوق غمخیز کا سب سے بڑا شرف نامہ ہے کہ آپ کا شمار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لے الیدایم ج ۵ میں ہے،

۱۵۱ شیخ ابی سعید ج ۱ ص ۱۰۱،

کے خدام میں ہے، اس شرف میں آپ اس قدر مشہور ہوئے کہ بعض لوگوں نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے موالی کی فہرست میں آپ کو بھی شمار کیا ہے،

(۲۴) حضرت ذومناحب رضی

نام و نسب | آپ کے نام میں تھوڑا سا اختلاف ہے، بعض لوگوں نے مناحب (خ) اور بعض
لوگوں نے ذومنارح (ح) اور بعض نے ذومناحب لکھا ہے،

زیارت نبوی | آپ بھی جلسہ کے وفد کے ساتھ خدمت نبوی میں حاضر ہو کر زیارت گمشدہ
ہوئے اور دوسرے حالات حضرت ذومناحب کے تذکرہ میں گزر چکے ہیں،

(۲۵) حضرت ذومہدم

نام و نسب | ذومہدم نام، آپ بھی جلسہ کے وفد کے ساتھ مدینہ آئے تھے،

خدمت نبوی میں آمد | جب جلسہ کا وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، اور

آنحضرت صلعم نے ان کا نسب دریافت کیا تو حضرت ذومہدم نے ان اشعار میں جواب دیا،

عَلِي عَهْدِي الْقَرْنِيْنَ كَانَتْ سِيَوْفُنَا صَوَارِمُ يَغْلِقُنَ الْحَدِيْدَ الْمَذَاكِرَا

وَهُوَ أَبُو نَاسِيْدِ النَّاسِ كُلِّهِمْ وَفِي زَمَنِ الْاَحْقَافِ عَدَا مَفْخَلٌ

فَمَنْ كَانَ يَعْصِي عَنِ اَمِيهِ فَاَمْنَا وَجَدْنَا اَبَانَا الْعَدُوَّ الْمَذَاكِرَا

اور دوسرے حالات پر وہ خطا میں ہیں،

یہ موالی جنگجو اور وہیں غلام کہا جاتا ہے اس سے وہ لوگ مراد ہوتے ہیں، چونکہ میں گرفتار ہو کر آئے تھے، اور خادم ہر وہ شخص ہے جو کسی کی
خدمت کرتا ہو، موالی خاص ہے اور خادم عام ہے بعض لوگوں نے ذومناحب اور ذومنارح کو دو سمجھا ہے، مگر اسد الغابہ نے یہ تصریح کی ہے
کہ ذومناح اور ذومناحب ہما و احداً اور ذومناحب میں ایک ہی ہے۔ اسد الغابہ میں ان اشعار کے نقل کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ
دھود ابو ناسی قابل غور ہے، اس لیے کہ ان میں دھود علیہ السلام کی اولاد میں نہیں ہیں، پھر خود ہی جواب دیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ عرب کے
باشعربے ہوں اور جلسہ میں سکونت اختیار کر لی ہو، واللہ اعلم، اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۲۵۔

(۲۶) حضرت رافع القرظی رضی اللہ عنہ

نام و نسب | رافع نام، بنو قریظہ کی ایک شاخ زبیر بن عقیل، آپ کا کنیت تعلق اسی قبیلہ زبیر بن عقیل تھا

اسلام | اس کی تصریح نہیں مل سکی کہ آپ کب اسلام لائے،

خدمت نبویؐ میں درخواست | آپ کو اپنے متعلق غالباً کچھ خطرہ تھا، اس لیے آپ انحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور امان کی ایک تحریر لکھ دینے کی درخواست کی، انحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں یہ تحریر لکھ دے دی

انہ لایحیی علیہ احد اکایدہ (اپنے کیے پر ماخوذ ہوں گے) اس کے علاوہ

کوئی دار و گیر نہیں کر سکتا،

وفات اور دوسرے حالات کی کوئی تصریح نہیں ملتی،

(۲۷) حضرت رفاعہ بنت السموال

نام و نسب | رفاعہ نام باپ کا نام سموال یہود مدینہ کے مشہور قبیلہ بنو قریظہ سے آپ کا کنیت

لے تحریر میں رافع بن القریظی درج ہے، مگر اور کتب طبقات میں رافع القرظی ہے، اس لیے ہم نے اسی کو ترجیح

دی ہے، اصابع ص ۵۰۱ لے سموال فیاضی اور سخاوت کے علاوہ شاعری میں بھی ممتاز تھا، اسکے یہودی یا نصرانی

ہونے میں کھوڑا سا اختلاف ہے، اکابر شیخو حنفیوں نے سموال کا دیوان شائع کیا ہے، اس کے مقدمہ میں

لکھا ہے کہ وہ نصرانی تھا، اور اس کے ثبوت میں دو باتیں خاص طور سے پیش کی ہیں، ایک یہ کہ سموال غسان

کی طرف منسوب ہے، اور ظاہر ہے کہ غسان نصرانی تھے، دوسری یہ کہ سموال کے بعض اشعار میں مسیح

بحوارہ وغیرہ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ نصرانی تھا، لیکن چونکہ اشعار

ذاتی تھیں، لہذا

تعلق تھا، سہمواں کی ایک لڑکی سبرہ سحی بن اخطب حضرت صفیہؓ کے باپ سے منسوب تھی، اور اسی رشتہ سے حضرت رفاعہؓ حضرت صفیہؓ کے ناموں ہوتے تھے،

اسلام | آپ کے اسلام لانے کے متعلق کوئی تفصیل کتابوں میں مذکور نہیں ہے، غزوہ بدری میں

کے روز ایک عورت کے کہنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو قتل ہی ہری کر دیا تھا (البداۃ ص ۲۶)

آپ کا نکاح اور طلاق | عائشہ یا تمیمیہ نام ایک صحابیہ سے شادی کر لی تھی، لیکن کسی وجہ سے اس

طلاق دیدی، حضرت تمیمیہ نے ایک یہودی صحابی عبد الرحمن بن زبیر سے نکاح کر لیا، مگر

عبد الرحمن بن زبیر سے بھی کسی خاص وجہ سے تعلقات خوشگوار نہیں رہے، اس لیے انھوں نے

(بقیہ جاشیہ ص ۳۵) اکابر شیخوں نے انکے عیسائی ہونے پر استدلال کیا ہے، حماسہ کے شارح نے لکھا ہے کہ اشعار سہمواں کے

نہیں بلکہ عبد اللہ بخاری کے ہیں، اب یہی اسکی نسبی حیثیت تہ اہل انساب میں اختلاف ضروری، لیکن یہ کہیں سوتہ نہیں

کہ وہ نصرانی تھا، اور اگر اس کو کفار تھی، بھی مان لیا جائے، تو یہ کتنا صحیح نہیں ہے کہ وہ نصرانی بھی تھا، نیز یہ کہ

خود اسکے بھائی شعبہ بن عویض کے متعلق سب یہ کہتے ہیں کہ وہ یہودی تھا، اسکے علاوہ سہمواں کے عزیزان و تعلقات بھی

پتہ چلتا ہے کہ وہ یہودی تھا چنانچہ حضرت صفیہؓ کی ماں اسی سہمواں ہی لڑکی تھیں، اور حضرت صفیہؓ کے متعلق معلوم ہے

کہ وہ مدینہ کے مشہور یہودی سحی بن اخطب کی صاحبزادی تھیں، محمد بن سلام نے بھی اپنی کتاب طبقات الشراہ میں جو

شعرا کا سب سے قدیم تذکرہ ہے، لکھا ہے کہ وہ تیما کا یہودی تھا ص ۱۰۹ مسعودی وغیرہ کے بیان سے معلوم

ہوتا ہے کہ حضرت رفاعہ کا آبائی وطن تیما، اور سبی تعلق عادی سے تھا، چونکہ انکی بہن سبرہ سحی بن اخطب سے منسوب تھی، شاید

اسی ذریعہ سے یہ لڑکی مدینہ چلے گئے ہوں گے، اسکا ثبوت اس سے بھی ملتا ہے کہ حضرت رفاعہ کا باپ سہمواں ابن عادی کے نام سے

مشہور ہے اور ظہور اسلام کے وقت بنو عادی کا خاندان تیما، پر حکم تھا، (البتنیہ والاشرف ص ۲۵) جو الیاسی زندگی ص ۲۶

ازدکتر حمید اللہ) اسد لغابہ ج ۲ ص ۳۵ آپ کے نام میں بڑا اختلاف ہے، ان دو ناموں کے علاوہ سمیہ، رمیصا، اممیہ،

شمیما، اسماء مذکور ہیں، مگر زیادہ تر دو تین میں عائشہ یا تمیمیہ آتا ہے، اسد لغابہ ج ۵ ص ۱۸۵

ان سے بھی علیحدگی کرانی، اسکے بعد پھر دوبارہ حضرت فاعہ سے نکاح کا خیال ظاہر کیا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس ارادہ سے باز رکھا، اس آیت

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَكَ مِنْ
بَعْدِ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهَا

جب وہ طلاق دیدے تو جب تک عورت دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے اس کیلئے حلال نہیں ہوتی، کے نزول کا سبب یہی واقعہ ہے، اسد الغابہ میں ہے کہ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد وہ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں آئیں اور حضرت رفاعہؓ سے نکاح کا خیال ظاہر کیا، مگر انھوں نے بھی روکا، حضرت ابو بکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور ان سے نکاح کی اجازت چاہی، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس کے بعد تم اس ارادہ سے باز نہ رہو گی تو تم کو رجم کر دوں گا، چنانچہ پھر وہ اس ارادہ سے باز رہیں،

عہد صدیقی اور عہد فاروقی اس مذکورہ واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت

تک حضرت رفاعہؓ زندہ رہے، لیکن اس کے بعد وہ کب تک اس دار فانی میں رہے اور کب داعی اجل کو لبیک کہا، تذکروں میں اس کی تصریح نہیں ملتی،

(۳۵) حضرت رفاعہ القرظیہؓ

نام و نسب رفاعہ نام، باپ کا نام قرقظ، نسباً یہودی تھے، جب بنو قریظہ کے لوگوں کو قتل

کے چونکہ یہ صورت حلالہ کی تھی اور حضرت عبدالرحمنؓ اب تک ان سے متمتع نہیں ہو سکے تھے اس لیے آپ کے اس ارادہ سے

باز رکھا اور روح المنانی ج ۲ ص ۲۲۲) اسد الغابہ میں یہی واقعہ رفاعہ بن ذہب کے تذکرہ میں بھی درج ہے، مگر اخیر میں انھوں نے

یہ تصریح کر دی ہے کہ یہ دونوں واقعہ ایک ہی ہے، حافظ ابن حجر نے بھی ایک ہی واقعہ تسلیم کیا ہے، ص ۱۹

کے بعض لوگوں نے رفاعہ بن السمرال اور ان کے ایک قصیر کیا ہے، مگر اصحابہ میں اسکی تردید ہے، اصحابہ ج ۱ ص ۵۱۹ شہ ابداً والنهاية ج ۵ ص ۱۲۵

کرنے کا فیصلہ ہوا تو یہ تاکید تھی کہ نابالغ بچے نہ قتل کیے جائیں، حضرت رفاعہؓ اس وقت کسین تھے، اس لیے قتل نہیں کیے گئے،

اسلام | قبول اسلام کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں معلوم ہو سکی، اصحاب میں اس قدر ہے کہ ان کو دیدار نبوی حاصل ہوا تھا، آپ کے صاحبزادے علی کا بیان ہے کہ

کان ابی من الوفد الذین اسلموا
من اهل الکتاب
اہل کتاب کے اس وفد میں حضور نے اسلام قبول کیا میرے باپ بھی تھے،

فضل و کمال | آپ کا شمار ان اہل کتاب صحابہ میں ہے جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی،

وَلَقَدْ وَصَّيْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ
ہم نے اس کلام کو وقتاً فوقتاً کیے بعد دیگرے بھیجا

يَتَذَكَّرُونَ، الذین آتینہم الکتاب
تاکہ وہ لوگ نصیحت پکڑیں اور جنکو ہم نے اس سے پہلے کتاب

مِن قَبْلِهِ هُم بِهِ يُؤْمِنُونَ
دی وہ اس پر بھی ایمان لاتے ہیں (اور قرآن پر بھی)

حضرت رفاعہؓ خود فرماتے تھے کہ یہ آیت جن دس آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی، ان میں ایک میں بھی تھا،

دین کی راہ میں آپ کو بارہا مشق ستم بننا پڑا، مگر آپ کے قدم میں کبھی لغزش نہیں آئی، آپ کے صاحبزادے علی فرماتے ہیں کہ جب یہودی میرے والد کے پاس سے گزرتے تو ان کا مذاق

اڑاتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی،

اُولَئِكَ يُوْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ
یہی لوگ ہیں جنہیں ان کے بھر کی وجہ سے

بِنَاصِبَرٍ
دوہرا ثواب ملے گا،

(۲۹) حضرت زید بن سعفہ (رض)

نام و نسب | زید نام، باپ کا نام سعفہ، آپ کا شمار علماء یو دین تھا، یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آپ کا نسبی تعلق کس قبیلہ سے تھا،

اسلام | زید بن سعفہ نے اپنے اسلام لانے کے واقعہ کو خود بیان کیا ہے، فرماتے ہیں کہ تو ریت میں آنحضرت کی جتنی نشانیاں بتائی گئی تھیں، وہ سب کی سب میں نے آپ کے چہرہ انور پر دیکھ لیں، صرف دو چیزوں کا مجھے تجربہ کرنا تھا، جب ان کا بھی تجربہ ہو گیا، تو اسلام قبول کر لیا۔ چنانچہ میں نے آپ سے ملنا جلنا شروع کر دیا کہ آپ کے حکم کا اندازہ کروں، فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرے سے باہر نکلے، آپ کے ہمراہ حضرت علیؓ بھی تھے، اسی وقت ایک دیہاتی شخص آپ کے پاس آیا، اور اس نے آپ سے کہا کہ فلان بستی کے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا، میں ہمیشہ ان سے یہ کہتا تھا کہ اسلام قبول کر لو تو رزق کی فراوانی ہوگی، لیکن اللہ کا کیا دیکھیے کہ اس سال سخت قحط پڑا ہے، بارش بالکل نہیں ہوتی ہے، یا رسول اللہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ اسلام چھوڑ دوں، اگر آپ ان کی مدد کے لیے کچھ غلہ وغیرہ بھیجتے تو بہت بہتر ہوتا وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور کچھ فرمایا، حضرت علیؓ نے جواب دیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے تو کوئی چیز باقی نہیں رہ گئی،

حضرت زید بن سعفہ کہتے ہیں کہ میں آپ کے قریب گیا، اور کہا کہ آپ فلان باغ کی کھجوریں کچھ مہلت کے ساتھ فروخت کریں گے؟ آپ نے فرمایا کہ کچھ کھجوریں فروخت تو ضرور کرنا چاہتا ہوں، مگر کسی خاص باغ کی شرط نہیں لگا سکتا، میں نے کہا اچھی بات ہے

پھر میں نے اپنی روپیوں کی پھلی کھولی اور اسی ثقیل سونا ایک تین دنوں کے لیے دیدیا،
 جب مدت ختم ہونے میں دو تین روز باقی رہ گئے تو میں آپ کے پاس آیا، اور آپ کا گریبان
 پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور غصہ آلود نگاہوں سے آپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا کہ اب تک
 تم نے قرض ادا نہیں کیا، خدا کی قسم جو عبد المطلب ہمیشہ ایسے ہی حیلہ حوالہ کرتے رہتے
 ہیں، مجھے کئی بار لین دین میں تجربہ ہو چکا ہے، حضرت عمرؓ بھی موجود تھے، یہ دیکھ کر غصہ سے
 بیتاب ہو گئے، اور کہا کہ اور دشمن خدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گستاخی کر رہا ہے،
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم فرمایا اور کہا کہ اے عمر! تم سے ہم کو یہ توقع تھی کہ
 تم اس سے کہتے کہ زمی سے تقاضا کرو اور مجھ سے کہتے کہ میں وقت پر اس کا قرض
 ادا کروں، عمر! چاؤ اس کا قرض ادا کرنے کے بعد میں صاع کھجوریں اور زیادہ دیدیا
 حضرت سعیدؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ یہ زیادہ کیوں دینے کو کہتے ہیں، حضرت
 عمرؓ نے کہا کہ میں نے جو تم سے سخت کلامی کی ہے، یہ اس کا کفارہ ہے، پھر میں نے کہا عمر!
 تم نے مجھے پہچانا، انھوں نے کہا نہیں، میں نے کہا کہ میں زید بن سعید ہوں، حضرت عمرؓ
 نے کہا کہ وہ زید بن جریج عالم مشہور ہیں! میں نے کہا ہاں، پھر انھوں نے کہا کہ کیا بات تھی
 کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا کیا، زید بن سعید نے کہا کہ نبوت
 کی اور تمام نشانیوں تو انھوں نے چہرے بشرے سے ظاہر تھیں، صرف ان دو باتوں
 کا تجربہ کرنا تھا،

هل يستبق جلدہ۔ اچھلاؤ کہ لا تزدید۔ کیا اس کا علم اسکے غصہ سے سبقت لیجاتا ہے اور جاہلانہ

شدتہ جہل الاحمالہ۔ حرکتیں علم و تحمل کو اور بڑھا دیتی ہیں،

ان باتوں کا تجربہ ہو گیا، ایسے ایسے اسلام کا حلقہ بگوش ہوتا ہوں، چنانچہ وہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہوئے، اور اسلام قبول کیا،
 وفات | آخری مرتبہ زید غزوہ تبوک میں شریک ہوئے، پوری شجاعت سے لڑے،
 مدینہ واپس ہوتے ہوئے راستہ میں شہادت نصیب ہوئی،
 غزوات | اسلام لانے کے بعد سے جتنے غزوات ہوئے سب میں شریک ہوئے،
 اتفاق فی سبیل اللہ | آپ کے صحیفہ اخلاق میں اتفاق فی سبیل اللہ نمایان طور سے نظر آتا ہے، چنانچہ جب
 آپ نے اسلام قبول کیا تو اپنا نصف مال راہ خدا میں صدقہ کر دیا،

(۳۱) حضرت سعد بن وہب

نام و نسب | سعد نام، باپ کا نام وہب، قبیلہ بنو نضیر سے منسوب تھا،
 اسلام | بنو نضیر جب اپنی بد عہدی کی وجہ سے مدینہ سے جلا وطن کیے گئے تو ان میں سے جو وہ
 آدمی اسلام کی دولت سے بہرہ ور ہوئے ان میں ایک حضرت سعد بن وہب بھی تھے،
 بنو نضیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بد عہدی اور دشمنی کی حد کر دی تھی،
 چنانچہ وہ جلا وطن کیے گئے، تو ان کا مال اور انکی جائیداد بھی ضبط کر لی گئی، مگر حضرت سعد
 چونکہ اسلام لائے تھے، اس لیے ان کی تمام چیزیں محفوظ رہیں،

(۳۲) حضرت سعید

نام و نسب | سعید نام، پورا سلسلہ نسب یہ ہے، سعید بن عریض بن عادیب اللہی،
 مستدرک ج ۳ ص ۴۰۵ ایضاً ۳ ایضاً ۴ اصحابِ تجرید وغیرہ ۵ البدایہ ص ۶۶،

۶ ایضاً، شام اور حجاز کے درمیان ایک مقام ہے، اصحاب ج ۲ ص ۴۲،

نسباً اور عقیدۃً یہودی تھے،

اسلام | زمانہ قبول اسلام کی کوئی تصریح نہیں ملتی، حضرت علیؑ کے معاویہ بنی تھے، اور ان سے خاص تعلق تھا،

حضرت معاویہؓ سے آپؑ گفتگو | ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ حج کے لیے تشریف لائے تو مسجد

میں حضرت سعیدؓ سے ملاقات ہوئی، آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ ارضِ تیمار کا کیا حال ہے، انھوں نے جواب دیا کہ وہ صحیح و سالم باقی ہے، حضرت معاویہؓ نے کہا کہ اسے میرے

ہاتھ فروخت کر دو، آپ نے نہایت عفا فی سے فرمایا کہ اگر مجھے ضرورت ہو بھی ہوتی تو میں اسے

فروخت نہ کرتا، پھر آپ سے اور حضرت امیر معاویہؓ میں بہت سی باتیں ہوئیں، اثنائے

گفتگو میں حضرت علیؑ کا ذکر بھی آگیا، حضرت سعیدؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کی شان میں کچھ

سخت الفاظ استعمال کیے، حضرت امیر معاویہؓ نے کہا کہ چھوڑو، بڑھا سھیا گیا ہے، حضرت

سعیدؓ نے فوراً کہا کہ اے معاویہ! تمہیں یاد نہیں ہے کہ ایک روز ہم سب لوگ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت علیؑ آگے آئے، آپ نے انکی طرف

مخاطب ہو کر فرمایا،

اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کرے جو تجھ سے لڑے

قاتل اللہ من یقاتک

حضرت امیر معاویہؓ اس کے بعد موضوع گفتگو بدل کر دوسری گفتگو فرمانے لگے،

وفات | حضرت امیر معاویہؓ کے آخری عمر خلافت میں آپ نے وفات پائی، لیکن یہ نہ معلوم

ہوسکا کہ وفات کہاں ہوئی،

۱۰ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ میرا خیال تھا کہ یہ محض میں ہیں مگر میں نے ابن ابی طی کے ہاتھ کا لکھا ہوا

رجال سبعہ امامیہ کا نسخہ پایا جس میں تحریر تھا کہ یہ صحابی ہیں ۴۲ ۱۰ ایضاً

حلیہ بڑھاپے کے آثار کے باوجود اپنے ہم عمروں میں نہایت ہی خوش صورت، خوش
وضع و خوش لباس تھے، اصحاب میں سے، کان احسن لشیوخ سمنا وانظہم ثویبا

(۳۲) حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ

نام و نسب | آپ کا نام سعید، باپ کا نام عامر تھا، صاحب بخرید نے آپ کو قبیلہ عجم کی طرف
منسوب کیا ہے، اصحاب میں سے ہے کہ یہود میں جن لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا، ان میں حضرت
سعید بھی ہیں، طبری نے اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں آپ کا نام بھی لیا ہے،

الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْكِتَابَ
يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ ... تلاوت کرتے ہیں،
جن کو ہم نے کتاب دی ہے، وہ اس کے حق کے مطابق اسکی

(۳۳) حضرت سلام رضی اللہ عنہ

سلام نام، سلسلہ نسب کی تصریح نہیں مل سکی، مگر اتنا معلوم ہے کہ حضرت عبد اللہ
ابن سلام کے بھانجے تھے،

اسلام | اسلام لانے کی کوئی تصریح کتب طبقات میں نہیں ملتی، البتہ مفسرین اس آیت

کے ضمن میں حضرت عبد اللہ بن سلام وغیرہ کے ساتھ آپ کا نام بھی لیتے ہیں،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
لِئَلَّامِنَ وَالْوَالِيَانِ لَأُولَئِكَ هُمُ الرَّاغِبُونَ إِلَى اللَّهِ وَأُولَئِكَ
سَيَرْحَمُهُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ

اللہ سے سولہ والکتاب
رسول پر اور جو کتاب ان پر نازل کی گئی، اور

الَّذِي نَزَّلَ عَلَيْنَا سُلْطَانًا مُّبِينًا
جو کتاب اس سے پہلے اللہ نے نازل کی،

وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلْنَا مِنْ قَبْلُ (نار۔)

اس سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ اسلام لائے ہوں گے،

(۳۴) حضرت سلمہ بن سلام

نام و نسب | سلمہ نام، باپ کا نام سلام، مشہور صحابی عبد اللہ بن سلام کے بھائی تھے،

اسلام | عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ جب سلمہ بن سلام اور عبد اللہ بن

سلام وغیرہ اہل کتاب صحابہ نے اسلام قبول کیا تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا
اے ایمان لانے والو! اللہ اور اس کے

باللہِ دَسَّ سُوْلِهِ
رسول پر ایمان لاؤ،

اس سے گمان ہوتا ہے کہ آپ نے بھی ہجرت کے ابتدائی سالوں میں اسلام قبول

کیا ہوگا،

زندگی کے اور حالات معلوم نہ ہو سکے،

(۳۵) حضرت سلمان فارسی

نام و نسب | نسبی تعلق اصفہان کے آب الملک کے خاندان سے تھا، مجوسی نام باپ تھا،

اسلام کے بعد سلمان رکھا گیا، اور بارگاہ نبوت سے سلمان الحیر لقب ملا، ابو عبد اللہ

کنیت ہے، سلسلہ نسب یہ ہے: بابہ ابن بزوختان بن مورسلان بن یہووان بن فیروز

ابن سہرک،

قبل اسلام | سلوان کے والد اصفہان کے جی نامی تریہ کے باشندہ اور وہ ان کے زمیندار و

یہ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ ان کے بھتیجے تھے مگر صحیح یہی ہے کہ ان کے بھائی تھے، اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۳۶

کاشتکار تھے، ان کو حضرت سلمانؓ سے استفادہ محبت تھی کہ ان کو لڑکیوں کی طرح گھر کی چار دیواری سے نکلنے نہ دیتے تھے، آتشکدہ کی دیکھ بھال ان ہی کے متعلق تھی تھی، چونکہ مذہبی جذبہ مسلمانین میں ابتدا سے تھا، اس لیے جب تک آتش پرست رہے اس وقت تک آتش پرستی میں سخت غلو رہا، اور نہایت سخت مجاہدات کیے، شب و روز آگ کی نگرانی میں مشغول رہتے تھے حتیٰ کہ ان کا شمار ان چار یونین ہو گیا تھا جو کسی وقت آگ کو بجھنے نہ دیتے تھے،

مجموعیت سے نفرت اور عیسویت کا میلان	زمین ہی ان کے باپ کے معاش کا ذریعہ تھی، اس لیے زراعت کی نگرانی وہ بذات خود کرتا تھا، ایک دن وہ گھر کی درمت میں مشغول
-------------------------------------	--

کی وجہ سے گھینٹا خود نہ جاسکا، اور اس کی دیکھ بھال کے لیے سلمان کو بھیجا، ان کو راستہ میں ایک گر جا ملا، اس وقت اس میں عبادت ہو رہی تھی، نماز کی آواز میں سکر دیکھنے کے لیے گریچے میں چلے گئے، نماز کے نظارہ سے ان کے دل پر خاص اثر ہوا، اور مزید حالات کی جستجو ہوئی، عیسائیت کا طریقہ عبادت اس قدر بھایا کہ بیساختہ زبان سے لکل آیا کہ یہ مذہب ہمارے مذہب سے بہتر ہے، چنانچہ کھیتوں کا خیال چھوٹے اسی میں محو ہو گئے، عبادت ختم ہوئے کے بعد عیسائیوں سے پوچھا کہ اس مذہب کا سرچشمہ کہاں ہے، انھوں نے کہا کہ شام میں، پتہ پوچھ کر گھر واپس آئے، باپ نے پوچھا کہ اب تک کہاں رہے، جو ایسا یا کچھ کہہ گئے ہیں عبادت گریچے سے، چھکار ان کا طریقہ ایسا بھلا معلوم ہوا کہ تڑپ آتا ہے تاکہ زمین، باپ نے کہا، وہ مذہب تھا جس سے مذہب کا پانگسا بھی نہیں، جو اب دیا، بخدا وہ مذہب ہمارے مذہب سے کہیں بہتر ہے، اس جواب سے ان کے باپ کو خطرہ پیدا ہو گیا کہ کہیں یہ خیالی تبدیلی مذہب کی صورت میں نہ ظاہر ہو، اس لیے بیڑیاں پہنا کر مقبرہ کو دیا، مگر ان کے دل میں تلاش حق کی تڑپ تھی، اس لیے عیسائیوں کے پاس آکر پوچھا کہ جب شام کے تاجر

آئین تو ٹھکرا اور اظہار دینا چنانچہ جب وہ اسے تو ان کو خبر کر دی، انھوں نے کہا کہ جب وہ واپس ہوں
 تو مجھے بتلانا، چنانچہ جب کاروان تجارت واپس لوٹنے لگا، ان کو خبر کی گئی، یہ بیڑیوں کی قید سے نکل کر
 ان کے ساتھ ہو گئے، شام پہنچ کر دریافت کیا کہ یہاں سب سے بڑا مذہبی شخص کون ہے، لوگوں
 نے وہاں کے پادری کا پتہ دیا، اس سے جا کر کہا کہ ٹھکرا تمہارا مذہب بہت پسند ہے، اس لیے
 میں چاہتا ہوں کہ تمہارے پاس رہ کر مذہبی تعلیم حاصل کروں اور ٹھکرا اس مذہب میں داخل کرو
 تبدیل مذہب | چنانچہ وہ بڑی سیرت کے آتشکدہ سے نکل کر آسمانی باپ کی بادشاہت کی پناہ
 میں آ گئے، مگر یہ پادری بہت بد کردار اور بد اخلاق تھا، لوگوں کو صد کرنے کی تلقین کرتا، اور
 جب اس کے قبضہ میں آجاتا تو فقرا اور مساکین کو دینے کے بجائے خود لے لیتا، حتیٰ کہ سونے
 اور چاندی کے ساتھ ٹھکے اسکے پاس جمع ہو گئے، حضرت سلمانؓ اس کی حرص اور آز کو دیکھ کر
 بیخ و تاب کھاتے تھے، مگر زبان سے کچھ نہ کہہ سکتے تھے، اتفاق سے وہ مر گیا، عیسائی نشان
 و شوکت سے اس کی ہمیز و تکھین کرنے کو جمع ہو گئے، اس وقت انھوں نے سارا اعمال
 ان لوگوں کے سامنے کھول کر رکھ دیا، انھوں نے ان کو لیا کر اسکے اندر ختم کے پاس کھڑا
 کر دیا، تلاش لی گئی تو واقعی ساتھ ٹھکے سونے چاندی سے بھرے ہوئے برآمد ہوئے
 عیسائیوں نے اس کی سزا میں دشن کرنے کے بجائے اس کی نفس کو صلیب پر لٹکا کر
 شگ سار کیا، اس کی جگہ دوسرا پادری مقرر ہوا، یہ بڑا عابد و زاہد اور تارک الدنیا تھا،
 شب و روز عبادت الہی میں مشغول رہتا، سلمان اس سے بہت باتیں ہو گئے، اور
 ولی عبت کرنے لگے، اور آخر تک اس کی صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے، جب اسکی
 موت کا وقت قریب آیا، تو اس سے کہا کہ میں آپ کے پاس عرصہ تک نہایت لطف و
 کے ساتھ رہا، اب آپ کا وقت آ گیا ہے، اس لیے آئندہ کسی لیے ٹھکرا کو یاد اپنا ہوتی

اس نے کہا کہ میرے علم میں کوئی ایسا عیسائی نہیں ہے جو مذہب عیسوی کا سچا پیرو ہو، سچے لوگ مڑھ پیانگے اور موجودہ عیسائیوں نے مذہب کو بہت کچھ بدل دیا ہے، بلکہ بہت سے اصول تو سر سے چھوڑ ہی دیے ہیں، ہاں موصل میں فلان شخص ہے جو دین حق کا سچا پیرو ہے، تم جا کر اس سے ملاقات کرنا،

موصل کا سفر | اس پادری کی موت کے بعد حق کی جستجو میں وہ موصل پہنچے، اور تلاش کر کے اس سے ملے، اور اپنا واقعہ بیان کیا کہ فلان پادری نے مجھ کو ہدایت کی تھی کہ آپ کے یہاں ابھی تک حق کا سرچشمہ ابھرتا ہے، اور میں آپ سے ملکر اپنی تشنگی فرو کرنا چاہتا ہوں، اس نے ان کو ٹھہرایا، پہلے پادری کی رائے کے مطابق یہ پادری درحقیقت بڑا متقی اور پاکباز تھا، اس لیے انھوں نے اس کے پاس مستقل قیام کر لیا، مگر تھوڑے دنوں کے بعد اس کا وقت بھی آگیا، آئندہ کے متعلق حضرت سلمان نے اس سے بھی وصیت کی جو اس کی۔ اس نے نصیبین میں ایک شخص کا پتہ بتایا،

نصیبین کا سفر | چنانچہ اس کی موت کے بعد آپ نصیبین پہنچے اور اس پادری سے ملکر دوسرے پادری کی وصیت بتلائی، یہ اس شخص بھی پہلے دو دنوں استغفون کی طرح بڑا عابد اور زاہد تھا، سلمان یہاں مقیم ہو کر اس سے روزانہ گفتگو حاصل کرنے لگے، ابھی کچھ ہی دن اس کی صحبت سے فیض اٹھایا تھا کہ اس کا وقت بھی آفر ہو گیا، حضرت سلمان نے گذشتہ استغفون کی طرح اس سے بھی آئندہ کے متعلق مشورہ طلب کیا، اس نے عموریہ میں گوہر مقصود کا پتہ دیا،

عموریہ کا سفر | چنانچہ اس کی موت کے بعد انھوں نے عموریہ کا سفر کیا، اور وہاں کے سے ملکر پیام سنایا، اور اس کے پاس مقیم ہو گئے، کچھ کچھ بیان خرید لیں، اس سے ماویہ اور

حاصل کرتے تھے، اور صبر و شکر کے ساتھ روحانی غذا اسقف سے حاصل کرنے لگے، جب اس کا پہلا حیات بھی لبریز ہو گیا، تو حضرت سلمانؓ نے اپنی سرگذشت سنائی کہ اتنے مراتب طے کرتا ہوا، آپ کے پاس پہنچا تھا، آپ بھی آخرت کا سفر کرنے کو آمادہ ہیں، ایسے میرا کوئی سامان کرتے جیسے، اس نے کہا بیٹا میں تمہارے لیے کیا سامان کروں، آج دنیا میں کوئی شخص ایسا باقی نہیں ہے کہ جس سے ملنے کا میں تمہیں مشورہ دوں، البتہ اب اس نبی کے ظہور کا زمانہ قریب ہے، جو ریگستانِ عرب سے اٹھکر دین ابراہیم کو زندہ کیسے گا اور کھجوروں والی زمین کی طرف ہجرت کرے گا، اس کے علامات یہ ہیں کہ وہ ہدیہ قبول کرے گا، لیکن حدیث کو اپنے لیے حرام سمجھے گا، اس کے دونوں شانوں کے درمیان ہر نبوت ہوگی، اگر تم اس سے مل سکو تو ضرور ملتا،

اسقف کی بشارت	اس پادری کے مرنے کے بعد عرصہ تک عمور یہ میں رہے کچھ دنوں
اور عرب کا سفر	بعد بنو کلب کے تاجر ادھر سے گذرے، آپ نے ان سے کہا کہ اگر

تم مجھ کو عرب پہنچا دو تو میں اپنی گائین اور بکریاں تمہاری نذر کر دوں گا، وہ لوگ تیار ہو گئے، اور زبان حال سے یہ شعر

چلتا ہوں تھوڑی دیر ہر اک اہر و گیتا
پہنچتا نہیں ہوں ابھی راہر کو میں

پڑھتے ہوئے ساتھ ہو لیے،

غلامی	لیکن ان عربوں نے وادی القریٰ میں پہنچا انکو دھوکا دیا، اور ایک یہودی کے ہاتھ غلام بنا کر فروخت کر ڈالا، کھجور کے درخت نظر آئے تو اس بندھی کہ شاید وہ مندر
-------	---

مقصود جس کا اسقف نے پتہ دیا تھا، تھوڑے دن قیام کیا تو یہ امید بھی منقطع ہو گئی،

آقا کا چچا زاد بھائی مدینہ سے ملنے آیا، اس نے سلمان کو ان کے ہاتھ بیچ دیا،

غلامی اور مدینہ کا سفر وہ اپنے ساتھ ایک مدینہ سے چلا، اور سلمان غلامی اور غلامی کی رسوائی

سے جو مدینہ پہنچے، مگر ہاتھ غیب شکین سے رہا تھا کہ یہ غلامی نہیں ہے،

اسی سے ہو گی تیرے غمگدہ کی آبادی۔ تیری غلامی کے صدقے ہزار آزادی

و حقیقت اس غلامی پر جو مقصود و دوزخ کے آسمان پاک تک پہنچانے کا ذریعہ بن جائے۔

ہزاروں آزادیاں تیرا بنیں، جون جون محبوب کی منزل فریب آتی جانی تھی، کشش بڑھتی جاتی تھی، اور آثار

و علامات بتاتے تھے کہ شاہ مقصود کی جلوہ گاہ یہی ہے، اب ان کو پورا یقین ہو گیا اور

و پیرا جمال کی آرزو میں یہاں دن کاٹنے لگے،

اس وقت آفتاب رسالت مکہ پر پرتوا لگن ہو چکا تھا، لیکن جو رستم کے بادلوں میں

چھپا تھا،

سلمان کو اتنی خدمت سے اتنا وقت نہ ملتا کہ خود اس کا پتہ لگائے، آخر انتظار

کرتے کرتے وہ روز مسعود بھی آگیا کہ مکہ کا آفتاب عالمیاب مدینہ کے افق پر طلوع ہوا،

حرام نصیب سلمان کی شہ پہر تمام ہوئی اور صبح امید کا اجالا پھیلا، یعنی سرکارِ دو عالم

صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے، سلمان کھجور کے درخت پر چڑھے ہوئے

کچھ درست کر رہے تھے اور آفتاب نے چھپا ہوا تھا کہ اس کے چچا زاد بھائی نے آکر کہا کہ

خدا نبی قید کو غارت کرے، سب کے سب قبائین ایک شخص کے پاس جمع ہیں جو مکہ سے آیا

ہے، یہ لوگ اس کو نبی سمجھتے ہیں، سلمان کے کانوں تک اس خبر کا پہنچا تھا کہ یا رائے

ضبط باقی نہ رہا، بصر و شکیب کا دامن چھوٹ گیا، بدن میں سنسناہٹ پیدا ہو گئی اور قریب تھا

کہ کھجور کے درخت سے فرش زمین پر آجائیں، اسی بد ہوشی میں جلد از جلد درخت سے نیچے

اڑے اور بدحواسی میں بے تحاشا پوچھنے لگے، تم کیا کہتے ہو، آفتاب نے اس سوال پر گولنا

مار کر ڈانہا کہ تم کو اس سے کیا عرض، تم اپنا کام کرو، اس وقت سلمان خاموش ہو گئے، لیکن اب صبر کسے تھا کھانے کی کچھ چیزیں پاس تھیں، ان کو لے کر دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ خدا کے پرگزیدہ بندے ہیں، اور کچھ غریب یا اور اہل حاجت آپ کے ساتھ ہیں، میرے پاس یہ چیزیں صدقہ کے لیے رکھی تھیں، آپ لوگوں سے زیادہ ان کا مستحق کون ہو سکتا ہے، اسکو قبول فرمائیے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے لوگوں کو کھانے کا حکم دیا، مگر خود نوش نہ فرمایا، اس طرح سے سلمان کو نبوت کی ایک علامت کا مشاہدہ ہو گیا کہ نبی صدقہ نہیں قبول کرتا، دوسرے دن پھر یہ لیکر حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ کل آپ نے صدقہ کی چیزیں نہیں نوش فرمائی تھیں، آج یہ بدیر قبول فرمائیے، آپ نے قبول فرمایا، خود بھی نوش کیا اور دوسروں کو بھی دیا، اس طرح سے دوسری نشانی یعنی مہربوت کی بھی زیارت کی اور باہتیم پر تم آپ کی طرف بوسہ دینے کو جھکے، آنحضرت نے فرمایا سامنے آؤ، وہ سامنے آئے اور اپنی ساری سرگذشت سنائی، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پچھپ داستان اپنے تمام اصحاب کو سنوائی،

اسلام | حضرت سلمان جب اپنا گہر مقصود پا چکے تو اس دولت کو اپنے دل کے خزانے میں رکھ کر آقا کے گھر واپس آئے، اتنے مرحلوں کے بعد وہ دین سے ہم آغوش ہوئے

آزادی | غلامی کی مشغولیت کے باعث فرائض مذہبی ادا نہ کر سکتے تھے، اسی وجہ سے غزوہ بدر و احد میں شریک نہ ہو سکے، ایسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اپنے آقا کو معاوضہ دیکر آزادی حاصل کر لو، تین سو گھوڑوں کے درخت اور چالیس اوقیہ سونے پر معاملہ طے ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام مسلمانوں سے سفارش فرمائی کہ اپنے بھائی کی مدد کرو، سب سے حبشیت گھوڑوں کے درخت دیے، اس طریقہ سے تین سو درخت انکو

مل گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد سے ان کو بٹھایا، اور زمین وغیرہ ہموار کر کے ایک شرط پوری کر دی، اب سونے کی ادائیگی باقی رہ گئی، اس کا سامان بھی خدا نے کر دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی غزوہ میں مرغی کے بیضہ کے برابر سونا مل گیا، آپ کے سلمان کو ویدیا، یوزین، پین ٹیک چالیں اوقیہ تھا، اس سے گلوٹلا بھی حاصل کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے لگے،

مواخاۃ | غلامی سے آزادی کے بعد مسلمانوں کے ساتھ مستقل اقامت اختیار کی، اس وقت بالکل غریب الیاء تھے، کوئی شناسا نہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہماجرین کی طرح ان سے اور ابوروارث سے مواخاۃ کرادی،

غزوات | بدر و احد کی لڑائیاں ان کی غلامی کے زمانہ میں ختم ہو چکی تھیں، آزادی کے بعد پہلا غزوہ خندق پیش آیا، اس میں انھوں نے اپنے حسن تدبیر سے دونوں لڑائیوں کی تلافی کر دی، غزوہ خندق میں تمام عرب کا ڈیڑھ لاکھ مسلمانوں کے خلاف اٹھ آیا تھا، کہ ان کا کامل استیصال کر دے، حملہ خود مدینہ پر تھا، جس کے چاروں طرف قلعہ تھا، نہ فیصل تھی، اور مقابلہ بھی سخت تھا، ایک طرف کفار کی تعداد پاکستان عرب کے ذروں کے برابر تھی اور دوسری طرف مٹھی بھر مسلمان تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام مسلمانوں سے مشورہ کیا، سلمان فارسی چونکہ ایران کی صفت آرائیاں دیکھے ہوئے تھے، اس لیے جنگی اصولوں سے اچھی طرح واقف تھے وہ پہلے پھر انھوں نے مشورہ دیا کہ اس ابنوہ کا کھیلے میدان مقابلہ کرنا اچھا نہیں ہے، بلکہ مدینہ کے چاروں طرف خندقیں کھود کر شہر کو محفوظ کر دینا چاہیے یہ تدبیر

لے قبل از اسلام سے آزادی تک کے کل حالات مسدا احمد ابن حنبل ج ۵ ص ۱۴۲ و ۱۴۳ و ۱۴۴ سے ماخوذ ہیں

۱۴۵ بخاری ج ۲ ص ۸۹۸ مواخاۃ کے معنی بھائی چارہ کے ہیں،

مسلمانوں کو بہت پسند آئی، اور اسی پر عمل کیا گیا، خندق کی گھوڑائی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
 نفس نفیس شریک ہوئے تھے، اور مٹی ڈھونڈ ڈھونڈ کر شکر مبارک مٹی سے اٹ گیا تھا،
 اور تیرہ اشجار زبان مبارک پر جاری تھے، یہ قعدہ سترہ میں طرفین میں جنگ شروع
 ہوئی، عربوں کو اس طریقہ جنگ سے واقفیت نہ تھی اور آئے تو تھے کہ مدینہ کی اینٹ
 اینٹ بچاؤ میں گئے، مگر یہاں اگر دیکھا کہ ان کے اور مدینہ کے بیچ میں خندق کی فصل مائل
 ہے اور ان تک مسلسل محاصرہ کیے جا رہے تھے مگر شکر تک پہنچا ان کو نصیب نہ ہوا، اور آخر کار
 انجام واپس پھر گئے،

غزوہ خندق کے علاوہ حضرت سلمان تمام لڑائیوں میں مسلمانوں کو دشمنی شریک
 رہے اور غزوہ خندق کے بعد سے کوئی غزوہ ایسا نہیں ہوا جس میں شریک ہو کر
 داؤ شجاعت نہ دی ہو،

خبر صدیقی اور عراق | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ جو حصہ تک مدینہ میں
 رہے، محمد صدیقی کے انگریز عہد فاروقی کی ابتدا میں انھوں نے عراق کی اور ان کے اسلاف
 بھائی ابودرداءؓ نے شام کی سکونت اختیار کر لی، یہاں کی اقامت کے بعد ابودرداء کو خدا
 والی اور اولاد کی حیثیت سے بہت توارا، انھوں نے سلمان کو خط لکھا کہ تم جو اب ہونے کے
 بعد خدا نے مجھ کو مال و دولت اور اہل و عیال سے سرفراز کیا، اور اہل مقدس کی سکونت
 کا شرف بخشا، انھوں نے جواب دیا کہ یاور گھوڑا مال دولت اور اولاد کی کثرت میں کوئی
 خیر نہیں ہے، بلکہ خیر میں ہے کہ تمہارا علم زیادہ ہو اور تمہارا علم تم کو فقیح پہنچائے۔

ابو بن سعد جزائری نے کہا کہ کتاب لغازی غزوہ خندق سے سند ابن عیسیٰ ج ۵ ص ۲۲

گاہ ۲۳۰ ص ۲۳

محض ارغی مقدس کا قیام کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا، جب تک تمہارا عمل اس قابل نہ ہو،
اور نیک بھی اس طرح کا ہو کہ گویا خدا تم کو دیکھ رہا ہے، اور تم اپنے کو مردہ سمجھو۔

عہد فاروقی | ایران کی فوج کشی میں مجاہدانہ شریک ہوئے، اور چونکہ خود ایرانی تھے،

اسی لیے فتوحات میں بہت قیمتی امداد پہنچائی، مگر اصول اسلام کو ہمیشہ پیش نظر رکھا، ایک
ایرانی نصر کے محاصرہ کے وقت جارحانہ حملے کے پہلے حضورین کو سمجھا دیا کہ میں بھی تمہارا ہم قوم
تھا، لیکن خدا نے مجھ کو اسلام سے نوازا، تم لوگ عربوں کی اطاعت گزار ہی سے کسی طرح نہیں
بچ سکتے، میں تم کو سمجھائے دیتا ہوں کہ اگر تم اسلام لا کر ہجرت کر کے ہم میں مل جاؤ تو تم کو
اہل عرب کے حقوق ویسے جائین گے، اور جو قانون ان کے لیے ہے وہی تم پر جاری
کیا جائے گا، اور اگر اسلام نہیں قبول کرتے اور صرف جزیرہ منظور کرتے ہو تو ذمیوں کے
حقوق تم کو ملین گے، اور ان کا قانون تم پر نافذ کیا جائے گا، تین دن تک برابر تبلیغ کا
فرض ادا کرتے رہے، جب کوئی اثر نہ ہوا تو حملہ کا حکم دیدیا، اور مسلمانوں نے نصر مذکور
بزرگ شمشیر فتح کر دیا۔

فتح جلولا میں بھی شریک تھے، اور وہاں مشک کی ایک تھیلی ان کے ہاتھ آئی

تھی جس میں کچھ اپنی زندگی کے آخری لمحات میں کام میں لائے،

گورنری | حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں وائین کی حکومت پر سر فراز ہوئے، اس کی

تفصیلات آئندہ اخلاق دعاوات میں آئیں گی،

چونکہ حضرت عثمانؓ مقرر ہیں بارگاہ نبویؐ میں سے تھے، اسی لیے حضرت عثمانؓ کا بہت احترام
کرتے تھے، ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے پاس گئے، اس وقت آپ ایک گدے پر ٹیک

لگائے بیٹھے تھے، سلمان کو دیکھ کر گدّا ان کی طرف بڑھا دیا،

علامت | حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں بیمار پڑے، سعد بن ابی وقاص عیادت کو

گئے، تو رونے لگے، سعد نے کہا ابو عید اللہ رونے کا کون سا مقام ہے، آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم تم سے خوش خوش دنیا سے اٹھے، تم ان سے حوض کوثر پر لو گے، پچھڑے ہوئے

ساتھیوں سے ملاقات ہوگی، کہا خدا کی قسم میں موت سے نہیں گھبراتا، اور نہ دنیا کی

حرص باقی ہے، ورنہ یہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے عہد کیا تھا کہ ہمارا دنیاوی ساز و سامان

ایک مسافر کے زادراہ سے زیادہ نہ ہو، حالانکہ میرے گرو اسقدر سانپ (اسباب) جمع ہیں،

سعد کہتے ہیں کل سامان جس کو سانپ سے تعبیر کیا تھا، ایک بڑے پایے، ایک لگن،

اور ایک تسلہ سے زیادہ نہ تھا، اس کے بعد سعد نے خواہش کی کہ جھکو کچھ نصیحت کیجئے،

فرمایا کسی کام کا قصد کرتے وقت، فیصلہ کرتے وقت اور تقسیم کرتے وقت خدا کو یاد رکھا کرو،

اس بیماری کے دوران میں اور اجاب پانے بھی نصیحت اور وصیت کی خواہش کی، فرمایا

تم میں سے جس سے ہو سکے اس کی کوشش کرے کہ وہ حج، عمرہ، جہاد یا قرآن پڑھتے ہوئے

جان دیدے، اور فسق و فجور اور خیانت کی حالت میں نہ مرے،

وقت آخر آیا تو اپنی بیوی سے وہی مشک کی تھیلی منگائی، اور اپنے ہاتھ سے پانی

میں گھول کر اپنے چاروں طرف چھڑکوا یا، اور سب کو اپنے پاس سے ہٹا دیا، لوگ تنہا

چھوڑ کر مہٹ گئے، تھوڑی دیر کے بعد پھر گئے تو دیکھا کہ مرغِ روح نفسِ خاکی سے

پیشوا ہو کر چپکا تھا۔

نفل و کمال | حضرت سلمانؓ کے دن کا بڑا حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں گزرتا

۱۰ متریک حاکم ج ۳ ص ۵۹۹ ۱۰ ابن سعد جزو ۱۱ ص ۶۵۵ ۱۰ ایضاً ص ۶۶

اس لیے قدرۃ آپ علوم و معارف نبوی سے کافی بہرہ ور ہوئے، حضرت علی سے آپ کے مبلغ علم کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا، ان کو علم اول اور علم آخر سب کا علم تھا، اور وہ خود ایسا دریا تھے جو پایابی سے ناآشنا رہا، وہ ہمارے اہل بیت میں تھے، دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ وہ علم و حکمت میں لقمان حکیم کے برابر تھے، علم اول سے مراد کتب سابقہ کا علم اور علم آخر سے مقصود آخری کتاب الہی یعنی قرآن کا علم ہے، اور اہل بیت سے ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قربت و اختصاص کی بنا پر اور اس لیے کہ عربوں میں ان کا کوئی خاندان نہ تھا، آپ نے ان کو یہ شرف بخشا کہ اعزاز اپنے اہل بیت میں داخل کر لیا۔

حضرت معاذ بن جبل جو خود بھی بہت بڑے عالم اور صاحب کمال صحابی تھے، ان کے کمال علم کے معترف تھے، چنانچہ ایک مرتبہ اپنے ایک شاگرد سے کہا کہ چار آدمیوں سے علم حاصل کرنا، ان..... میں ایک سلمان کا نام بھی تھا، ایک موقع پر خود زبان نبوت نے ان کے علم و فضل کی ان الفاظ میں تصدیق کی ہے کہ سلمان علم سے بزرگ ہیں، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں کہ سلمان فضلاء صحابہ میں تھے، آپ کی کوششوں سے حدیث کا کافی حصہ اشاعت ہوا، آپ کے مرویات کی تعداد ۶۰ ہے، ان میں سے تین حدیثیں متفق علیہ ہیں، ان کے علاوہ ایک میں مسلم اور تین میں بخاری منفرد ہیں،

ابو سعید خدری، ابو الطفیل، ابن عباس، اوس بن مالک اور ابن عمر وغیرہ آپ کے

زمرہ تلامذہ میں ہیں،

گو حضرت سلمان علم اول اور آخر کے امین تھے تاہم حدیث بیان کرنے میں بہت

مخاطب تھے، اس لیے ان کی مرویات کی تعداد ۶۰ سے زیادہ متجاوز نہ ہوئی، حضرت خدیجہ

۱۔ استیعاب ج ۲ ص ۵۲، ابن سورج ج ۱ ص ۱۱۵، ایضاً اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۳، تنزیہ کمال ص ۱۴

مدائن میں لوگوں سے ایسی باتیں بیان کرتے تھے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ کی حالت میں کسی سے فرمائی تھیں، لوگ اس کی تصدیق کے لیے حضرت سلمانؓ کے پاس آئے، آپ نے صرف اس قدر جواب دیا کہ حذیفہ خود زیادہ اچھا جانتے ہیں، لوگوں نے حضرت حذیفہؓ سے آکر کہا کہ ہم نے آپ کی بیان کردہ حدیث سلمانؓ کو سنائی، وہ نہ اس کی تصدیق کرتے ہیں اور نہ تردید، حضرت حذیفہؓ نے آکر سلمانؓ سے کہا جو کچھ تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، اس کی تصدیق کیوں نہیں کرتے، فرمایا بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو کچھ غصہ میں کہہ دیتے تھے، اور بعض اوقات خوش ہو کر کچھ فرما دیتے تھے، معلوم ہوتا ہے کہ تم اس قسم کی باتوں کو بیان کر کے کسی کو کسی کا دوست اور کسی کو کسی کا دشمن بنا دو گے، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ خداوند غصہ کی حالت میں اگر کسی کے متعلق کوئی برا کلمہ نکل جائے تو اس کو بھی اس کے حق میں خیر کر دینا، پھر ان سے کہا کہ تم اس قسم کی باتوں سے باز آؤ، نہیں تو میں تم کو آگاہ کر دوں گا،

چونکہ وہ اسلام کے قبل عرصہ تک نصرانی رہ چکے تھے، اس لیے عیسائی مذہب کے متعلق بھی کافی معلومات رکھتے تھے، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے تھے کہ سلمانؓ دو کتابوں کا علم رکھتے ہیں، کلام اللہ کا اور انجیل کا، مذہب عیسوی کے مسائل محض پاریوں کی زبانی نہیں سنے تھے بلکہ خود انجیل کا مطالعہ کیا تھا، چنانچہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے توراہ میں دیکھا ہے کہ کھانے کے بعد وضو کرنے سے برکت ہوتی ہے،

عام حالات میں تقرب بارگاہ نبوی | حضرت سلمانؓ صحابہ کرام کے اس مخصوص زمرہ میں تھے جسکو

بارگاہ نبوی میں خاص تقرب حاصل تھا، مخصوص صحابہ کرام کے علاوہ کم لوگ ایسے تھے، جو

لے سند ابن جنبل ج ۵ ص ۱۱۷ لے ایضاً

جو بارگاہ نبوت کی پذیرائی میں حضرت سلمانؓ کی ہمسری کر سکتے ہوں، غزوہ حندق کے موقع پر جب ہاجرین اور انصار علیحدہ علیحدہ جمع ہوئے تو ہاجرین کہتے تھے کہ سلمانؓ ہمارے زمرہ میں ہیں، انصار کہتے تھے کہ ہماری جماعت میں ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلمان ہمارے اہل بیت میں ہیں، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ سلمانؓ کی شب کی تنہائی کی صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اتنی لمبی ہوتی تھی کہ ہم لوگوں (ازواج) کو خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں ہماری باری کی رات بھی اس نشست میں نہ گزر جائے۔ انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جنت میں آدمیوں کی مشاق ہے، علی عمار اور سلمانؓ کی، آپ کے تقرب کی آخری مثال یہ ہے کہ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبرؓ جیسے فدائی اسلام اور چلی لقلعہ صحابی سے حضرت سلمانؓ اور ان کے بعض رفقاء کے بارہ میں رنجیدہ ہو گئے، اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ اوسفیان چند آدمیوں کے ساتھ حضرت صہیبؓ، حضرت بلالؓ اور حضرت سلمانؓ کے پاس سے گزرے، ان تینوں بزرگوں نے کہا کہ خدا کی کوئی تلوار خراکے دشمن (اوسفیان) کے گردن پر نہیں پڑی، حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ تم لوگ سرور قریش کے متعلق زبان سے ایسا کلمہ نکالتے ہو، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ شاید تم نے ان لوگوں کو ناراض کر دیا، اگر تم نے ان لوگوں کو ناراض کیا تو گو یا خدا کو ناراض کیا، حضرت ابو بکرؓ بہت نادیم ہوئے اور اگر ان بزرگوں سے معذرت کی،

اخلاق و عادات | حضرت سلمانؓ ناراضی میں مذہبی جذبہ کی شدت نظر کی گئی جس طرح آنس پرستی کے زمانہ میں سخت آتش پرست اور نصرانیت کے زمانہ میں سخت عابد و زاہد نصرانی تھے، اسی طرح

مشرک بہ اسلام ہونے کے بعد اسلام کا کمال ترین نمونہ بن گئے، ان کے اصلی فضل و کمال کا میدان یہیں ہے،

زید و تقویٰ | ان کا زہد و ورع اس حد تک پہنچ گیا تھا جس کے بعد رہبانیت کی حد شروع

ہو جاتی ہے، اس کی ادنیٰ مثال یہ ہے کہ عمر بھر گھر نہیں بنایا، جہاں کہیں دیوار یا درخت کا سایہ ملتا پڑ رہتے، ایک شخص نے اجازت چاہی کہ میں آپ کے لیے مکان بنا دوں، فرمایا مجھکو اس کی حاجت نہیں، وہ پیسہ اصرار کرتا، پایہ برابر انکار کرتے رہے، آخر میں اس نے کہا کہ آپ کی مرضی کے مطابق بناؤں گا، فرمایا وہ کیسا، عرض کیا کہ اتنا مختصر کہ کھڑے ہوں تو سر چھت سے بلجائے اور اگر لیٹیں تو پیر دیواروں سے لگیں، فرمایا خیر اس میں کوئی مضائقہ نہیں، چنانچہ اس نے ایک چھوٹی سی بنادی،

اس زہد کا اثر زندگی کے ہر شعبہ میں نمایاں تھا، مزخرفات دنیاوی کو کبھی پاس نہ آنے دیا، وفات کے وقت گھر کا پورا اثاثہ بیس بائیس درہم سے زیادہ کا نہ تھا، بستر میں معمولی سا بچھونا تھا، اور دو ایٹین جن کا تکیہ بناتے تھے، اس پر بھی روتے تھے، اور فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان کا ساز و سامان ایک مسافر سے زیادہ نہ ہونا چاہیے، اور میرا یہ حال ہے، یہ حالت زندگی کے ہر دور میں قائم رہی جب امارت کے عہدہ پر ممتاز تھے اس وقت بھی کوئی فرق نہ آیا، حسن بیان کرتے ہیں کہ سلمان جب پانچراہ تنخواہ پاتے تھے اور تیس ہزار نفوس پر حکومت کرتے تھے، اس وقت بھی صرف ان کے پاس ایک عبا تھی جس میں لکڑیاں جمع کرتے تھے، اس کا اڈھا حصہ بچھاتے تھے اور اڈھا اوڑھتے تھے، ورع کا یہ حال تھا کہ خادم کو گوشت کی بو بیان گن کر دیا کرتے تھے کہ بواو اسکی طراٹ کوئی بو نہیں پہنچتی،

رہبانیت ہی اجتناباً اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہ اسلام کی تعلیم کے خلاف رہبانیت کی
 طرف مائل تھے مذہبی تشدد کے ساتھ ساتھ دنیاوی حقوق کا بھی پورا پورا لحاظ رکھتے تھے، اور
 دوسروں کو بھی اسکی تلقین کرتے تھے، ان کے اسلامی بھائی حضرت ابو برداءؓ بڑے عابد و زاہد تھے
 رات بھر نماز پڑھتے تھے اور دن بھر روزہ رکھتے تھے حضرت سلمانؓ ان کو ملنے انکے گھر جایا کرتے
 ایک مرتبہ ابو برداءؓ کی بیوی کو بہت خراب حالت میں دیکھا، پوچھا تم نے کیا صورت
 بنا رکھی ہے، انھوں نے کہا اس کے لیے بناؤ سنگار کروں، تمہارے بھائی کو تو دنیا
 کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے حضرت ابو برداءؓ جب گھر آئے تو بڑے تپاک سے ملے
 وہ کھانا تنگوارا گر خود معذرت کی کہ میں روزے سے ہوں، فرمایا جب تک تم نہ کھاؤ گے،
 میں نہ کھاؤں گا، پھر رات کو حضرت سلمانؓ ان کے پاس ہی لیٹے، اور ان کو دیکھتے
 ہی رہے، جب وہ عبادت کو اٹھے تو روک کر فرمایا کہ تم پر تمہارے رب، تمہاری
 آنکھ اور تمہاری بیوی سب کا حق ہے، روزوں کے ساتھ افطار اور شب بیداری
 کے ساتھ سونا بھی ضروری ہے، اس کے بعد دونوں نے یہ معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کے پاس پیش کیا، آپ نے ابو برداء کو مخاطب کر کے فرمایا کہ سلمانؓ تم سے زیادہ مذہب
 کے واقف کار ہیں،

ساوگی | حضرت سلمانؓ کی تصویر حیات میں تکلف سے آپ وزنگ کے بجائے ساوگی
 بہت غالب تھی، جو ہر زمانہ میں یکساں قائم رہی، مدائن کی امارت کے زمانہ میں جب کہ
 شان و شوکت اور خدم و حشم و حرم و حرم و حرم و حرم و حرم و حرم و حرم و حرم و حرم
 بھی ان کی ساوگی میں کوئی فرق نہیں کیا، لباس میں ایک عبا اور ایک معمولی سی جاگھیا اور ایک

اونچا پانچا مہ ہوتا تھا، چونکہ ان کے سر کے بال گھنے اور کان لمبے لمبے تھے اس لیے اس اپرانی
ہینت کو دیکھ کر لوگ گرا گرا کر گرا گرا کہتے۔ ایک مرتبہ اسی امارت کے زمانہ میں اس شان و شوکت
سے نکلے کہ سواری میں با زین کا گدھا تھا، لباس میں ایک تنگ اور چھوٹی قمیص تھی، جو سواری
پر سے کسی وجہ سے اٹھ گئی تھی، جس سے گھٹنے بھی نہ چھپتے تھے، ٹانگیں کھلی ہوئی تھیں، لڑکے اس
ہینت کدائی میں ٹیک کر بیچھے لگ گئے، لوگوں نے یہ طوفان بدتمیزی دیکھا تو ڈانٹ کر انکو پٹنایا
کہ امیر کا پیچھا کیوں کرتے ہو، ایک مرتبہ ایک دستہ فوج کی سواری سپرد ہوئی، فوجی امارت
کی شان و شوکت کا تو کیا ذکر یہاں معمولی سپاہی کی بھی وضع نہ تھی، چنانچہ فوجی نوجوان دیکھ کر
ہنستے اور کہتے کہ یہی امیر ہیں، حضرت ابو بردا کی والدہ فرماتی ہیں، کہ حضرت سلمانؓ ایک مرتبہ
مدائن سے شام آئے، اس وقت وہ وہاں کے گورنر تھے، مگر اپنی ساوگی کی وجہ سے معمولی لباس
اور اتر جالتا میں تھے، ان سے کہا گیا کہ آپ نے اپنے کو اس قدر اتر کیوں بنا رکھا ہے، آپ نے
فرمایا کہ آرام و راحت تو صرف آخرت کے لیے ہی

ابو قلابہ راوی ہیں کہ ایک شخص سلمانؓ کے یہاں گیا، دیکھا تو بیٹھے آنا گوندھ رہے ہیں،

پوچھا خادم کہاں ہے، کہا کام سے بھیجا ہے، مجھ کو یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ وہ وہ کاموں کا
بار اس پر ڈالوں،

اس غیر معمولی ساوگی کی وجہ سے لوگوں کو ان پر اکثر مزہ دور کا دھوکا ہو جایا کرتا تھا، ایک مرتبہ
ایک عیبی نے جانور کے لیے چارہ خریدا، حضرت سلمانؓ کھڑے تھے، ان کو کہا کہ اسکو گھر تک پہنچاؤ
وہ اٹھا کر لے چلے، راستہ میں لوگوں نے دیکھا تو کہنے لگے لایئے ہم پہنچاؤ میں، یہ حال دیکھ کر عیبی
نے پوچھا یہ کون ہیں، لوگوں نے کہا انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، وہ شکر بہت نام
ہوا، اور کہا کہ آپ تکلیف نہ کیجئے، آپ نے فرمایا اس میں مجھے نیت کا ثواب ملتا ہے، اب میں

اس بوجھ کو بغیر پہنچائے ہوئے نیچے نہیں رکھ سکتا،

فیاضی | فیاضی اور اتفاق فی سبیل اللہ بھی آپ کا نمایاں وصف تھا، جو کچھ آپ کو تنخواہ ملتی تھی

وہ کل کی کل مستحقین میں تقسیم کر دیتے تھے، اور خود چٹائی پن کر معاش پیدا کرتے تھے، اور چٹائی کی

آمدنی کا بھی ایک تہائی اصل سرمایہ کے لیے رکھ لیتے تھے، ایک تہائی بال بچوں پر خرچ کرتے

اور ایک تہائی خیرات کرتے تھے، اور باب علم کے بڑے قدر دان تھے، جب کوئی رقم ہاتھ

آجاتی تو حدیث نبوی کے شائقین کو بلا کر کھلا دیتے تھے،

صدقات سے اجتناب | صدقات سے بہت سخت پرہیز کرتے تھے، اگر کسی چیز میں صدقہ کا ادنیٰ

شائبہ ہوتا تو اس سے بھی احتراز کرتے، ایک غلام نے خواہش کی کہ مجھ کو مکاتب بنا دیجئے، فرمایا

تمہارے پاس کچھ ہے، کہا میں لوگوں سے مانگ کر دوں گا، فرمایا تم مجھ کو لوگوں کے ہاتھ

کا دھون کھلانا چاہتے ہو، (حالانکہ اس کا مانگنا ان کے لیے صدقہ نہ رہ جاتا)

حلیہ | بال گھنے، کان لمبے اور دراز قامت تھے،

زیرین اقوال | حضرت سلمانؓ کے بہت سے حکیمانہ جملے اور زیرین اقوال کہیں احادیث میں

منقول ہیں، ان میں سے چند جو اہم ترین ہیں ہم یہاں نقل کرتے ہیں،

ایک مرتبہ وجلہ کے کنارے جانے کا اتفاق ہوا، ایک شاگرد بھی ساتھ تھا، حضرت سلمانؓ

نے اس سے کہا کہ گھوڑے کو پانی پلاؤ، اس نے حکم کی تعمیل کی، آپ نے فرمایا خوب اچھی طرح پلاؤ

جب وہ سیراب ہو گیا تو شاگرد سے مخاطب ہو کر حضرت سلمانؓ نے فرمایا کہ کیا اس جانور کے پانی

پینے سے وجلہ میں کوئی کمی واقع ہوئی؟ اس نے کہا جی نہیں، پھر آپ نے فرمایا کہ علم کی مثال بھی

ایسی ہی ہے، اس میں جتنا بھی خرچ کیا جائے، بگھٹتا نہیں چاہیے کہ علم نافع طلب کرو،

۱۵۱ بن سعد جزوہم قسم ۱ ص ۶۴ ۱۵۱ ایضاً ص ۶۴

آپ نے فرمایا کہ علم ہر وقت ہے اور عمر ٹھوڑی، تو بقدر علم دین اسے حاصل کر لو، اور ساری
دنیا کے علوم کے پیچھے نہ پڑو۔

فرمایا، مومن کی مثال ایک مریض کی ہے اور اس کے پاس طبیب موجود ہے جو مرض
اور اس کے علاج سے بخوبی واقف ہے، مریض کو جب کوئی ایسی چیز کی خواہش ہوتی ہے
جو اس کیلئے مضر ہوتی ہے، تو وہ اس کو روکتا ہے، اسی طرح وہ برابر اس کی دیکھ بھال کرتا رہتا
ہے، یہاں تک کہ وہ بالکل تندرست ہو جاتا ہے، اسی طرح مومن کی خواہشات بھی بہت
ہوتی ہیں، مگر اللہ تعالیٰ اس کو بری اور مضر خواہشات سے بچاتا رہتا ہے، تا آنکہ اسے موت
آجاتی ہے، اور وہ جنت کی تمام نعمتوں سے بہرہ ور ہوتا ہے، اگر وہ پہلے باز نہ رکھا گیا ہوتا تو اسکو
یہ نعمتیں کیسے ملتیں،

ابو ذرؓ نے ایک مرتبہ ان کو لکھا کہ آپ ارض مقدس (غالباً بیت المقدس) میں
چلے آئیے، حضرت بیانؓ نے ان کو جواب میں لکھا کہ کوئی زمین انسان کو مقدس نہیں بناتی،
بلکہ اس کو خود اس کا عمل مقدس اور شکر بنا تا ہے، پھر آپ نے لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم
کسی جگہ کے قاضی بنا دیے گئے ہو، تو اگر تمہارے فیصلوں سے لوگوں میں انصاف ہو تو بہت
اچھا ہے، اور اگر تم مصنوعی قاضی ہو تو پھر ایسا نہ ہو کہ اپنے فیصلوں سے تمہیں دوزخ میں جانا پڑے
یہ بھی ہیں سعید بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد ابو ذرؓ کا یہ حال ہو گیا کہ جب وہ وادیموں میں
تبادلہ کرتے اور فریقین واپس جانے لگتے تو ان کی طرف ایک نظر ڈالتے، اور ان سے فرماتے
کہ واقعی میں مصنوعی قاضی ہوں، واپس آؤ اور پھر مجھ سے اپنا مقدمہ بیان کرو، شاید فیصلہ میں
غلطی ہو گئی ہو۔

فرماتے کہ مجھے تین آدمیوں پر بڑا تعجب ہوتا ہے، ایک وہ جو دنیا کی طلب میں پڑا ہوا ہے

اور موت اسے طلب کر رہی ہے، دوسرے پوچھتا ہے غافل حالانکہ موت اس سے غافل نہیں ہے
تیسرے ہو قہقہہ مار کر ہنستا ہے، اور نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ اس سے رائی ہے یا ناراض فرمایا
چیزیں مجھے استغریب لگتی ہیں کہ میں رو دیتا ہوں، ایک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے
صحابہ کی جدائی، دوسری عذاب قبر، تیسری قیامت کا خطرہ،

آپ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے آپ سے نصیحت کی خواہش ظاہر کی، آپ نے
فرمایا بولو! نہیں، اس نے کہا کہ لوگوں میں رہ کر یہ کیسے ممکن ہے، آپ نے فرمایا کہ اگر بولو تو
صحیح اور مناسب بات کہو، اس نے کہا کہ کچھ اور ارشاد ہو، فرمایا کہ غصہ نہ کرو! اس نے کہا
کہ میں غصہ میں قابو سے باہر ہو جاتا ہوں، فرمایا کہ اپنے ہاتھ اور زبان کو قابو میں رکھو، اس نے کہا
کچھ اور ارشاد فرمائیے فرمایا کہ لوگوں سے بلو! نہیں، اس نے کہا یہ کیسے ممکن ہے کہ لوگوں سے
ملاجلانہ جائے، آپ نے فرمایا اگر ملتے جلتے ہو تو پھر بات میں سچائی سے کام لو اور امانت دار کرو!

(۳۶) حضرت سمعان بن خالد

صاحب اصحاب نے ان کے تذکرہ میں صرف اتنا لکھا ہے کہ یہ بنو قریظہ سے تھے، آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، آپ نے ان کے لیے برکت کی دعا کی اور ان کے سر پر اپنا
دست شفقت پھیرا،

صاحب تجرید نے اتنا اضافہ کیا ہے کہ ان سے کچھ احادیث بھی مروی ہیں، جو انکی
اولاد کے پاس موجود ہیں،

لے یہ تمام اقوال صفحہ ۱۰۰ سے لے گئے ہیں،

لے اصحاب جلد ۲ ص ۸۰ کے تجرید کا ذکر سمعان بن خالد

حضرت سیمونہ بلقاویؓ

نام و نسب | سمونہ یا سیمانام نسباً اور عقیدۃ نصرانی بلقا کے رہنے والے تھے، اور انکا شمار عباد
نصرانی میں تھا۔

اسلام | یہ تصریح نہیں مل سکی کہ کب اسلام لائے۔ یہ باپ پر حال صرف اتنا لکھتے ہیں،
کہانہ نصرانیہا سمانا سافاسلم ایک نصرانی عابد شخص تھے، پھر اسلام لائے

مدینہ سے تجارتی تعلقات | حضرت سیمونہ کو تجارت کے سلسلہ میں مختلف جگہ جانے کا اتفاق ہوتا

تھا، کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم چند آدمی بلقا سے گہون لے کر مدینہ آئے اور یہاں اسے فروخت کیا
اور اس کی قیمت میں مدینہ کی کھجوریں بلقا لیجانیکا خیال ہوا، مدینہ کے لوگوں نے کھجوریں اپنے
سے انکار کیا، یہ معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اہل مدینہ سے فرمایا کہ یہ لوگ اپنا گہون سستا دیتے ہیں، اور کھجوریں گران خریدتے ہیں، اتنا
پر بھی تمہیں اطمینان نہیں ہے، تم لوگ انہیں کھجوریں لیجانے کے لیے لے دو۔

وفات | آپ کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے برکت دی تھی، ایک سو بیس برس کی عمر میں وفات پائی، سنہ

وفات کی تصریح نہیں مل سکی۔

فضائل | شرف صحبت کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کا شرف بھی حاصل

ہے، فرمایا سلم بن

رأیت النبی صلعم وسمعت میں نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا اور ان کے

من فیہ اذنی کہ وہیں مبارک سے خود میرے کانوں نے سنا،

منصور بن صحیح نے جریج بن صحیح مشہور تابعی کے بھائی بن، حضرت سیمونہ سے روایت کی ہے،

(۳۷۸) حضرت شمعونؑ

نام و نسب | شمعون نام، ابوریحانہ کنیت، پورا سلسلہ نسب یہ ہے شمعون بن یزید بن خاندانہ القرظیؑ،
ام المؤمنین حضرت ریحانہ کے والد تھے،

اسلام | یہ تو نہیں معلوم ہو سکا کہ کب اسلام لائے مگر حافظ ابن عبد البر نے یہ تصریح کی ہے،

لہ صحبۃ و سماع و روایت صحابی ہیں، سماع اور روایت کا شرف بھی حاصل ہے،

غزوات | نسائی اور طبرانی کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ کسی غزوہ میں بھی شریک ہوئے تھے،

کان مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الغزوة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی غزوہ میں شریک تھے،

اگرچہ اس کی تصریح نہیں ملتی کہ کس غزوہ میں شریک ہوئے تھے،

عہد فاروقی | عہد حدیثی میں تو آپ کا ذکر کہیں نہیں آتا، مگر عہد فاروقی میں جب دمشق فتح ہوا، تو
آپ بھی اس شرف جہاد میں شریک رہے،

شام کا قیام | آپ مستقل طور سے شام میں رہتے تھے لیکن کچھ دنوں کے لیے مصر میں چلے آئے تھے، مگر
وہاں تھوڑے روز رہ کر پھر واپس شام چلے آئے،

وفات | سنہ وفات معلوم نہیں ہے،

۱۔ استیعاب ج ۲ ص ۶۰۳ لکھا ہے ایضاً ابن سعد نے حضرت ریحانہ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ یہ نبی بنو قریظہ سے تھی لیکن شادی
بنو نضیر کے ایک شخص کے ساتھ ہوئی تھی، اس بنا پر حضرت شمعون کو بھی نضیری سمجھنا چاہیے، لیکن یہ بھی یقین
نہیں کہ تمام ارباب رجال کہتے ہیں کہ حضرت ریحانہ بنو قریظہ کی جنگ میں گرفتار ہوئی تھیں، اس بنا پر وہ قرظی
ہوئیں، ۱۱۔ بنو نضیر کی جلاوطنی تو اس سے ایک سال پہلے ہو چکی تھی، ان دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے، ہو سکتا ہے
کہ حضرت شمعون نضیری کے لیکن حضرت ریحانہ کی شادی بنو قریظہ میں کر دی ہو اور دوسرے تعلقات کی بنا پر وہ ان ہی
کے ساتھ رہنے لگے ہوں، ۱۲۔ اصحاب جلد ۲ ص ۱۵۶ لکھا ہے ایضاً ابن سعد نے ج ۲ ص ۶۰۳

فضل و کمال آپ کا شمار عباد اور زہاد و صحابہ میں تھا، حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں،

کان من فضلاء الاحیاء الزاہدین فی
الدین الراجین مع عند اللہ (استیعاب ص ۶۱)
اخیر علماء میں تھے، دنیا سے بالکل بے تعلق
اور اللہ پر متوکل تھے،

اسد الغابہ میں ہے:

کان من صالحی العبادۃ و عبادہم (ص ۶۲)
صالح، نیک اور عبادت گزار صحابہ میں انکا شمار تھا،

اصابہ میں ہے:

کان ینکثر السجود
نماز میں بہت پڑھتے تھے،
قرآن سے شغف | قرآن سے پیہر شغف تھا، بسا اوقات آپ قرآن پڑھنے میں ایسا منہمک جاتے

تھے کہ آرام کرنے کا بھی خیال نہ رہتا تھا،

ایک مرتبہ آپ کسی غزوہ سے واپس ہوئے، کھانا کھایا اور وضو کر کے اپنے پروردگار کے سامنے
سجدہ شکر ادا کرنے کے لیے مسجد میں حاضر ہوئے، کوئی سورت پڑھنی شروع کی اور رات بھر اسی کو
پڑھتے رہے، صبح کی نماز پڑھ کر جب گھر تشریف لائے تو بیوی نے کہا کہ غزوہ سے تھکے ماندے واپس
آئے تھے کچھ آرام تو کر لینا چاہیے تھا، آپ نے فرمایا ہاں یہ تو ٹھیک ہے،

ان ذکر تک لکان علی حق
اگر تم یاد آگئی ہو میں تو ضرور پھر تمہارا حق ہوتا مگر یاد آئی میں دوسری یاد آئی

بیوی نے پوچھا، آخر کس چیز نے آپ کو اس قدر مشغول کر لیا تھا؟ آپ نے فرمایا

التفکر فیہا وصف اللہ فی جنتہ ولذاتہا
اللہ تعالیٰ نے جو جنت اور اسکی لذات کی تعریف کی ہے اسی میں

حقی سمعت اللہ ذن (اصابہ ص ۱۵۶)
غور و فکر کرتا رہا، یہاں تک کہ صبح کی آذان ہو گئی،

آپ قرآن یاد کرنے کی سعی کوشش کرتے تھے، مگر وہ زیادہ یاد نہیں رہتا تھا، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں تشریف لائے، اور قرآن کے بار بار بھول جانے اور اپنے یاد کرنے کی محنت کا ذکر کیا، تو آپ نے فرمایا کہ

لا متقبل ما لا تطيق علیہ

اپنی یادداشت بھریا کرو، نماز کی زیادہ پابندی

بالسجود رکھو (یعنی جب نماز زیادہ پڑھو گے تو قرآن بھی

کتاب لاسناد و الکنی للرد ولابی ج ارض) بار بار پڑھو گے، اس طرح وہ یاد رہے گا

(۳۹) حضرت صالح القرظی (ص)

صالح نام تھا، قبیلہ قرظی سے آپ کا نسبی تعلق تھا جب مقوقس (شاہ مصر) نے ماریہ قبیلہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ تشریف لائے اسی وجہ سے بعض لوگوں کو یہ دھوکا ہو گیا ہے کہ ان کو بھی مقوقس ہی نے بھیجا تھا، مگر صابہ نے اس کی تردید کی ہے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو حضرت ابوالیوب انصاری کے مکان میں ٹھہرایا،

زندگی کے اور دوسرے حالات نہیں معلوم ہو سکے،

(ع)

(۴۰) حضرت عامر الشامی

عامر نام، شام یا حبشہ کے رہنے والے تھے،

اسلام اس کے تعلق کوئی تصریح نہیں ملی کہ کب اسلام لائے، مگر جب حضرت جعفر حبشہ سے واپس آئے تو ان کے ساتھ حبشہ سے کچھ لوگ جو اسلام لائے تھے خدمت نبوی

لے آئے ہیں ہے والصواب قبلی، مگر اور دوسرے از باب طبقات قرظی لکھتے ہیں، تجرید ج ۱ ص ۲۸۱، الفہم

ج ۳ ص ۱۰، صابہ ج ۲ ص ۱۶، ص ۱۵۰ ایضاً

میں مدینہ آئے، ان ہی آنے والوں میں حضرت عائشہ بھی تھیں، ان آنے والوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی،

الَّذِينَ اتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ مِنْ
قَبْلِهِ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ، وَإِذَا
يُنزِلُ عَلَيْهِمْ قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ
الْحَقُّ مِنْ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهِ
مُسْلِمِينَ

جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب
دی وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں، جب ان کے
سامنے قرآن کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو
وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے بیشک
یہ حق ہے ہمارے رب کی طرف سے، ہم اس کے

مذہب سے مسلمان ہیں،

(۳۱) حضرت عبدالحارث بن السنی

نام و نسب | عبدالحارث یا عبد الرحمن نام، پورا سلسلہ نسب یہ ہے، عبدالحارث بن السنی
ابن الدیان الحارثی، آپ کا شمار بخران کے ممتاز لوگوں میں تھا، جب رسول اللہ ﷺ
کی وفات کی خبر بخران پہنچی اور وہاں فتنہ ارتداد اٹھا تو آپ نے روک تھام کی پوری کوشش کی،
آپ نے اہل بخران کے سامنے ایک بہت بلند خطبہ دیا جس کے الفاظ یہ ہیں،

يَا اَهْلَ بَخْرَانَ مِنْ اَمْرِكُمْ بِالْثَبَاتِ
عَلَى هَذَا الدِّينِ وَقَدْ نَصَّحَكُمْ
وَمِنْ اَمْرِكُمْ اَنْ تَزِيغُوا فَقَدْ تَشْكُمُ
اِلَى اَنْ قَالِ وَاِنَّمَا كَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ
اَسْ اَهْلَ بَخْرَانَ جِسْنِي تَمَّ كَوَاسِ دِينِ اِسْلَامِ
پَرچم جانے کے لیے کہا وہ تمہارا خیر خواہ ہے اور جس نے
کج روی کی تلقین کی وہ تمہارا بد خواہ اور تم کو
دھوکا دے رہا ہے، یہ اللہ کے نبی محمد صلعم

لہ پوری تفصیل حضرت اشرف کے حالات میں گزر چکی ہے، طبری سے تحریر میں آپ کا نام
عبد الرحمن درج ہے، حافظ ابن حجر نے اصحاب میں لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبدالحارث سے آپ کا
نام تبدیل کر کے عبد الرحمن رکھ دیا ہو، اصحاب ج ۲ ص ۳۸۸

عاریۃ بین اظہارکم فاتی علیہ
 اجلہ وبقی الکتاب الذی جاء به
 فامرہ امر وثمبہ نہی الی یوم
 القیامہ

شہور سے زمانہ کے لیے تمہارے پاس آئے
 تھے، اب انکی وفات ہو چکی ہے، مگر جو کتاب
 وہ لیکر آئے تھے وہ اب بھی باقی ہے اس کا حکم
 حکم ہے، انکی نہیں ہے، اسکا احکام اور منہیات ۲

تو اس کتاب کی

اور پھر یہ اشعار پڑھے،

و نحن بحمد اللہ ہامۃ مدنا جح
 و نحن علی دین النبی منہی الذی
 بنوا الحریث الخیر الذین ہم مدد
 نہانا حراما منہ واکامہ ما امر
 چنانچہ بہت سے لوگ آپ کی کوشش کی وجہ سے ارتداد سے باز آ گئے،
 وفات وغیرہ کے متعلق کوئی تفصیل نہیں معلوم ہو سکی،

(۲۲) حضرت عبد اللہ بن سلامؓ

نام و نسب | جاہلی نام حنین تھا، اسلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ نام
 رکھا، ابو یوسف کہتے ہیں، یہ یور مدینہ کے خاندان قینقاع سے تھے، مشہور ہے کہ ان کا
 سلسلہ نسب حضرت یوسف علیہ السلام تک بنتی ہوتا ہے، مختصراً آپ کا شجرہ نسب یہ ہے
 عبد اللہ بن سلام بن حارث، قبیلہ خزرج میں ایک خاندان بنی عوف کے نام سے مشہور ہے،
 اس میں ایک شاخ کا نام قواقل ہے، حضرت عبد اللہ اسی قواقل کے حلیف تھے،
 اسلام | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے اور مالک بن نجار کے
 محلہ میں ناقد سے آئے، تو عبد اللہ بن سلام کو خبر ہوئی، وہ اپنے بچوں کے لیے بارغ میں

پہل چھنے گئے تھے، جلدی سے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اور کہا، آپ سے میں بائیں
 دریافت کرتا ہوں، جو انبیاء کے سوا کسی کو معلوم نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا
 جواب دیا، تو فوراً بول اٹھے اشھدان الہ الا اللہ واشھدانک رسول اللہ
 اس کے بعد کہا کہ یہود اقرار پر داز قوم ہے، اور میں عالم بن عالم اور رئیس بن رئیس ہوں،
 آپ ان کو بلا کر میری نسبت دریافت کیجئے، لیکن میرے مسلمان ہونے کی خبر نہ دیجئے گا، آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو بلا کر اسلام کی دعوت دی اور کہا عبد اللہ بن سلام کون شخص ہیں؟
 ہوسکے ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے بیٹے ہیں، فرمایا وہ مسلمان ہوسکتے ہیں؟ جواب
 ملا، کبھی نہیں، عبد اللہ بن سلام مکان کے ایک گوشہ میں چھپے ہوئے تھے، آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم نے آواز دی تو کلمہ پڑھتے ہوئے باہر نکل آئے، اور یہودیوں سے کہا ذرا خدا سے
 ڈرو تمہیں خوب معلوم ہے کہ یہ رسول ہیں، اور ان کا مذہب بالکل سچا ہے، اور بائیمہ ایمان
 لانے پر تلگوگ آما وہ نہیں ہوتے، یہود کو خلاف توقع جو سخت نصیب ہوئی، اس نے ان کو
 آتش زیر پا کر دیا، اور غصہ میں کہا کہ تم چھوٹے ہو اور ہماری جماعت کے بدترین شخص ہو اور
 تمہارا باپ بھی بدترین شخص تھا، حضرت عبد اللہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے
 دیکھا، مجھ کو اسی کا خوف تھا۔

عزوات | بدر و احد کی شرکت کے متعلق اختلاف ہے، صاحب طبقات کے نزدیک خندق
 ان کا پہلا غزوہ تھا۔ اس لیے انھوں نے اجماع کے تیسرے طبقہ یعنی اصحاب خندق میں انکا
 تذکرہ لکھا ہے، خندق کے بعد جو سر کے پیش آئے وہ ان میں بھی شامل ہوئے، امام سرخسی
 نے لکھا ہے کہ بنو نضیر کے محاصرے کے وقت جنگی ضرورتوں کی بنا پر جب ان کے نخلستان

صاف کیے جانے لگے تو اس کام پر جو لوگ مشغین تھے، ان میں عبداللہ بن سلام بھی تھے،

عہد فاروقی | عہد نبوت کے بعد خلافت فاروقی میں جب حضرت عمر صلی اللہ علیہ وسلم کے

کیلے ہرینے سے شام روانہ ہوئے تو حضرت عبداللہ بن سلام بھی ہمراہ تھے،

عہد عثمانی | حضرت عثمان بن عفان کے زمانہ خلافت میں جب باغیوں نے آستانہ خلافت کا محاصرہ

کر کے آپ کے قتل کی تیاریاں کیں تو عبداللہ بن سلام حضرت عثمان کی خدمت میں

حاضر ہوئے، اور کہا کہ آپ کی مدد کے لیے تیار ہوں، فرمایا، تمہارا مکان کے اندر

رہنا ٹھیک نہیں، باہر جا کر حج کو منتشر کرو، حضرت عبداللہ بن سلام باہر تشریف

لائے، اور ایک مختصر تقریر کی جس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

”گوگو! میرا نام جاہلیت میں فہان تھا (جہین) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عہدِ

رکھا، میرے متعلق قرآن مجید میں کئی آیتیں نازل ہوئیں، چنانچہ شہدا شہاد من بنی اسرائیل

اور قل کفی باللہ بنظیرا ابنہ وبینکم ومن عندہ علم الکتاب میری ہی شان میں

اتری ہیں، خدا کی تلوار تک نیام میں ہے، اور فرشتوں نے تمہارے شہر کو جو

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دارالہجرت ہے، اپنا نشین بنا لیا ہے، پس ڈرو اور خدا سے

ڈرو، اور ان کو (حضرت عثمان) قتل نہ کرو، خدا کی قسم اگر تم ان کے قتل پر کمر بستہ ہوئے

تو تمہارے ہمسایہ فرشتے مدینہ چھڑوین گے، اور خدا کی وہ تلوار نکل پڑے گی جو اس وقت

تک نیام میں بند ہے، اور جو پھر قیامت تک نیام میں واپس نہ جائے گی، لیکن سنگد

پر اس پر روزِ تقریر کا کچھ اثر نہ ہوا، بلکہ اس کے خلافتِ شقاوت اور زیادہ ترقی کر گئی،

ہے کہ اس یہودی اور عثمان دونوں کو قتل کر ڈالو،

۱۷ شرح السیر الکبیر ج ۱ ص ۲۲ سے صحیح ترمذی ص ۶۲۸

عہد مثنوی | حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں مدینہ سے کوثر دار الخلافہ

تبدیل کرنا چاہا تو انھوں نے آپ کو کہلایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر نہ چھوڑیے، ورنہ پھر اس کی زیارت نہ کر سکیں گے، لوگوں نے حضرت علیؑ کو خبر کی تو فرمایا، وہ بیچارے نہایت نیک آدمی ہیں،

وفات | ۳۳ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا، یہ امیر معاویہ کا زمانہ خلافت تھا،

اولاد | دو بیٹے یادگار چھوڑے، یوسف اور محمد، دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ

میں پیدا ہوئے تھے، یوسف بڑے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی گود میں بٹھایا، سر پر ہاتھ پھیرا اور یوسف نام رکھا،

علم و فضل | توراہ اور انجیل کے عالم تھے، اسلام لانے کے بعد قرآن و حدیث کی طرف توجہ

کی اور آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوا جن کی طرف سے مسائل میں فتویٰ لیا جاتا تھا،

حضرت معاویہ بن جبلی سے لوگوں نے مرض الموت میں وصیت کی خواہش کی تو آپ نے

فرمایا میں نہ رہوں گا، مگر علم اپنی جگہ پر باقی رہے گا، اور جو اس کی جستجو کرے گا خصوصیت سے

چار آدمیوں کے پاس پائیگا، پھر آپ نے ابودرداء، سلمان فارسی، عبد اللہ بن مسعود اور

عبد اللہ بن سلام کے متعلق یہ فرمایا،

یہ یہودی تھے مسلمان ہوئے، میں رسول اللہ

کان یہودیا فاسلم فاقبعت

صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے تھے کہ وہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وسوین حبشی ہیں،

يقول انه عاشر عشرا لجنه

حضرت ابوبکرؓ باوجودیکہ خود بہت بلند پایہ کے تھے، مگر بعض مسائل آپ کے پوچھا

۱۔ اصابت نام عن ۱۸ ۲۔ سند ص ۱۵ ۳۔ سند ص ۵۵ ۴۔ اصابت نام عن ۱۸

کرتے تھے، جمعہ کے روز ایک گھڑی ایسی سجے حسین نمازی کی وعا ضرور قبول ہوتی ہے،
 حضرت ابوبہریرہؓ نے عبد اللہ بن سلام سے دریافت کیا کہ وہ کونسی گھڑی ہے، آپ نے
 فرمایا کہ وہ شکر کے بعد کا وقت ہے، حضرت ابوبہریرہؓ نے فرمایا کہ یہ ذکر خاص تھا نماز کا ہے،
 حضرت عبد اللہ بن سلامؓ نے فرمایا کہ کیا وہ حدیث پیش نظر نہیں ہے حسینؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے ارشاد فرمایا کہ جب تک نماز کے انتظار میں رہتا ہے وہ گویا نماز میں ہوتا ہے، تو
 حضرت ابوبہریرہؓ نے فرمایا کہ آپ ٹھیک فرماتے ہیں،

روایت حدیث | آپ سے صرف ۲۵ روایتیں منقول ہیں، راویوں میں بعض صحابہ کرام

بھی ہیں جن کے نام نامی یہ ہیں، آپ کے دونوں صاحبزادے یوسف و محمد، ازادہ بن
 ابی، ابوبہریرہ، عبد اللہ بن معقل، عبد الرحمن بن حنظلہ، تابعین میں حسب ذیل
 لوگوں نے آپ سے روایتیں کی ہیں، خروشمہ بن اعمر، قیس بن عبادہ، ابوسلمہ بن
 عبد الرحمن، حمزہ بن یوسف آپ کے پوتے، عمر بن محمد پوتے، عوف بن مالک
 ابوبہریرہ بن موسیٰ، ابوسعید المقبری، عبادة الزرقی، عطاء بن یسار، عبید اللہ بن حبیش
 وغیرہ

اتباع سنت | عطاء بن یسار فرماتے ہیں، آپ ان صحابہ میں سے جو نماز گزار گناہ نداشت

وہر خاست ہر چیز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتے تھے، ایک مرتبہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صحابہ کو جمع کر کے انکے سامنے بیٹھ کر فرمایا **مَا فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ**
 تو حضرت عبد اللہ بن سلام کا دستور تھا کہ وہ بھی لوگوں کے سامنے یہ آیت تلاوت کیا کرتے
 تھے اور بیٹھ کر امام اور اعلیٰ کسی برابر جا رہا،

۱۰ مسند احمد ج ۱ ص ۱۰۰

تواضع و خاکساری | زندگی ہی جنت کی بشارت مل چکی تھی، علم و فضل اور تقویٰ و دیانت میں

بھی آپ اپنی نظیر تھے لیکن اس فضل و کمال کے باوجود مزاج میں انتہائی تواضع و خاکساری

تھی، حضرت عبادہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ مسجد نبوی میں آئے، آپ کے چہرہ سے

خشوع و خضوع کا اظہار ہو رہا تھا، آپ نے دو رکعت نماز ادا کی، اس اثنا میں لوگوں نے یہ کہنا

شروع کیا، یہ شخص جنتی ہے، جب وہ نماز ادا کر چکے تو میں بھی ان کے ساتھ ہوں لیا گھر

پہنچ کر کچھ باتیں کیں، جب ذرا آپ مجھ سے مانوس ہو گئے تو میں نے کہا کہ مسجد میں لوگ

آپ کے متعلق ایسا کہہ رہے تھے، آپ نے فرمایا کہ لوگوں کو جو بات معلوم نہ ہو وہ بات

میں کہنی چاہیے، پھر فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ خواب دیکھا تھا جس کی تعبیر رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتائی کہ تمہارا خاتمہ اسلام پر ہوگا،

یہ بات آپ نے انکساری کی وجہ سے فرمائی، ورنہ اوپر گزر چکا ہے کہ معاذ بن جبل فرمایا

کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ سنے ہیں کہ

انہ عاشر عشرۃ الجنۃ

اسی طرح کی ایک روایت سعد بن عبادہ سے بخاری میں ہے،

ما سجدت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم | موجودہ لوگوں میں میں نے عبد اللہ

یقول لرحمۃ یثیب علی اکابرہ | ابن سلام کے علاوہ کسی کے متعلق رسول اللہ

اللہ من اهل الجنة الا لعبد | صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے نہیں سنا ہے کہ

ابن سکاح | وہ اہل جنت میں سے ہیں،

لہ اس روایت میں اشکال یہ ہے کہ ان کے علاوہ اور بھی بعض لوگ ہیں جن کو زندگی ہی میں جنت کی بشارت

دیدگی تھی، اور اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ صرف عبد اللہ بن سلام ہی اس فضل کے مستحق ہیں،

(باقی حاشیہ میں دیکھیں)

ایک مرتبہ لکڑیوں کا گٹھا اٹھا کر لار ہے تھے، لوگوں نے کہا آپ کو خدا نے اس سے مستغنی کیا ہے، فرمایا یہ ٹھیک ہے، لیکن میں اس سے کبر و غرور کا قلع قمع کرنا چاہتا ہوں،^۱
 اس خاکساری و تواضع کے ساتھ حق و صداقت کا جوش بھی بے اندازہ تھا، فرماتے تھے کہ
 تم کو ایک بار قریش سے لڑائی پیش آئے گی، اس وقت اگر مجھ کو قوت ہو تو تخت پر بیٹھا کر مجھ کو
 فرقین کی صفوں کے درمیان رکھ دینا،^۲

(۴۳) حضرت عبدالرحمان بن زبیر

نام و نسب | عبدالرحمان نام، باختلاف روایت پورا سلسلہ نسب یہ ہے عبدالرحمن بن زبیر
 ابن باطیاء القرظی، یہو کے مشہور قبیلہ بنو قریظہ سے تھے،
 اسلام | یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کب اسلام لائے،
 کتب احادیث میں آپ کا یہ واقعہ درج ہے،

حضرت عائشہ نے اپنی بیوی تمیمہ کو طلاق دیدی تھی، جن سے عبدالرحمن بن زبیر نے
 شادی کر لی، مگر حضرت عبدالرحمان کی کچھ بی قوت کی کمزوری کی وجہ سے ان سے نباہ

(بقیہ حاشیہ ص ۱) حافظ ابن حجر نے اس اشکال کے مختلف جوابات دیے ہیں، ان میں سے صحیح بات یہ ہے کہ سعد بن عبادہ نے
 دو کسے حضرت کی وفات کے بعد یہ کہا تھا، سعد بن عبادہ خود انہی بشرین جنت میں ہیں، لیکن انھوں نے خاکساری اپنا نام نہ لیا،
 لہٰذا تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۳ ۲۴ استیعاب ج ۱ ص ۳۹۶ ابن مندہ نے آپ کا سلسلہ نسب یہ لکھا ہے،
 عبدالرحمن بن زبیر بن زید بن امیہ بن زید بن مالک بن عمرو بن عمرو بن مالک بن اوس اس سے معلوم ہوتا ہے
 کہ وہ اوس کی تھے، مگر حافظ ابن حجر نے اسکی تردید کی ہے، اور لکھا ہے کہ زبیر بن باطیاء بنو قریظہ کے مشہور معروف لوگوں
 میں ہیں یہ ہو سکتا ہے کہ قبیلہ اوس کے وہ متنبی ہوں اور اس حیثیت اوس کی مشہور ہو گئے ہوں (اصحاب ص ۳۹۸، اسد الغابہ)
 ۱۸۶

نہ ہو سکا، تمہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور علیحدگی کی درخواست
 کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کچھ باتیں اور پانچ سو گز کے بعد اپنے فریاد کی شرح
 چیت تک پہنچائی نہ ہو جائے گی، اس وقت تک تم کو علیحدگی کا اختیار نہیں ہے، اس کے کچھ
 روز بعد پھر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں، مگر آپ نے پھر بھی علیحدگی کی اجازت
 نہیں دی، پورا واقعہ حضرت رفاعہ کے تذکرہ میں آچکا ہے،

وفات آپ کی وفات کی ایک چھوٹی تصریح نہیں ملتی، مگر حضرت رفاعہ کے حالات میں گذر چکا
 ہے کہ تمہیں حضرت عمر کے زمانہ تک چاہتی رہیں کہ حضرت عبد الرحمن بن زبیر سے علیحدگی ہو جائے
 اس سے قیاس ہوتا ہے کہ غالباً حضرت عبد الرحمن بن زبیر فاروقی تک زندہ رہے، واللہ اعلم
 اس آیت کا نشان نزول آپ ہی کے نکاح کا واقعہ ہے،

فَلَا تَحْسَبُ أَنَّ لَكَ مِنَ بَعْدِي عِشَّةً
 پس جب تک دوسرا شوہر نکاح نہ کرے
 تَتَّبِعُكَ نِسَاءٌ مِمَّنْ بَعْدِي
 دوسرا نکاح جائز نہیں ہے،

(۴۴) حضرت عدا اس

عدا اس نام تھا، تمہیں بن ربیعہ کے غلام تھے، نبیؐ کے مشہور مقام موصل کے کسی گاؤں کے
 رہنے والے تھے، ذہباً عیسائی تھے،

جب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طائف کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے طائف
 تشریف لائے، اور ان لوگوں نے آپ کے ساتھ بد سلوکی کی اور آپ وہاں سے واپس
 ہوئے تو راستہ میں تمہیں اور علیہ نے جو آپ کی یہ جاننا دیکھ رہے تھے، عداس کو ان کے کچھ
 دوستوں نے

دیکر آپ کے پاس بھیجا، جب عداس آپ کے پاس آگورا لائے تو آپ نے بسم اللہ فرمایا اور لے لیا۔
 عداس نے تعجب سے کہا کہ یہ تو ایک سبباً طرز کلام میں رہا ہوں، آپ نے فرمایا کہ کہاں
 کے رہنے والے ہو، عداس نے بتایا کہ میوا کا رہنے والا ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا: جہان کے حضرت یونس رہنے والے تھے، عداس نے کہا کہ آپ کو کیسے معلوم
 ہوا کہ یونس کون ہیں، آپ نے فرمایا کہ وہ بھی نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں،
 اسلام | عداس نے نبوت کے یہ آثار و صفات دیکھ کر آپ کے دست مبارک اور
 پیروں کا بوسہ لیا اور کہہ اٹھے

اشهد انك عبد الله ورسوله
 میں گواہی دیتا ہوں کہ تجھ کو اللہ کے بندہ اور اس کے رسول
 ہیں

شبیہ و غلبہ دور سے حضرت عداس کی یہ کیفیت دیکھ رہے تھے، جیسا وہ اپنے ہونے
 تو انھوں نے کہا کہ تم نے دست بوسی کیوں کی، حضرت عداس نے کہا کہ یہ دنیا کے بہترین
 شخص ہیں، یہ شکر ان دونوں نے کہا کہ ہمیں وہ تمہارے دین سے برگشتہ نہ کر دین، تمہارا
 دین ان کے دین سے بہتر ہے، (البدایہ ج ۴)

پدر کے روز جب دونوں طرف سے جنگ کی تیاریاں ہو رہی تھیں تو حضرت عداس
 ایک سیل پر بیٹھ گئے جب شبیہ اور ربيعة ادھر سے گزرے تو آپ نے ان دونوں کا پر تمام لیا،
 اور فرمایا کہ خدا کی قسم تم لوگ نبی سے لڑنے کے لیے جا رہے ہو، تم لوگوں کا چکر واپس آنا بہت
 مشکل ہے، حضرت عداس کو ان دونوں سے ایک گونہ لعل تھا، اس لیے بہت کچھ سمجھایا،
 مگر وہ نہ مانے تو آپ ان کے گھمبیر ہو کر بیٹھ گئے،

۱۔ اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۴۰، ایک روایت میں ہے کہ بسم الرحمن الرحیم فرمایا اور قاتی ص ۲۴۰ اور ص ۲۴۱ ص ۲۴۲
 نے یہ تمام واقعات تفصیل سے لکھے ہیں، اور اصحاب بن مجاہد واقعات نہ کو رہیں، ارد قاتی ج ۱ ص ۲۵۸ و اصحاب ص ۲۶۲

زندگی کے دوسرے واقعات کا ذکر جہاں کی کتابوں میں نہیں ملتا،

(۴۵) حضرت عدی بن حاتم

نام و نسب | عدی نام، ابوہریرہ کینت، نسب نامہ یہ ہے، عدی بن حاتم، عبد اللہ بن سعد بن مشرج بن امرئ القیس،
ابن عدی بن ربیعہ بن جبرول بن ثعلب بن عمرو بن نفوس بن طے بن اود بن زید بن کملان، عدی مشہور حاتم طائی کے
شکی فیاضیان ضرب المثل ہیں ایسے ہیں عقیدے کے اعتبار سے عیسائیوں کے رکوی فرقہ سے تعلق رکھتے تھے،

عدی کا خاندان مدت سے قبیلہ طے پر حکمران چلا آتا تھا، اور ظہور اسلام کے وقت وہ
خود تخت فرما رہے تھے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلسل فتوحات حاصل ہوئیں
اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کا اثر و اقتدار اور اسلام کا دائرہ وسیع ہونے لگا اور عدی کو
نظر آیا کہ کچھ دنوں میں ان کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سراسر اطاعت ختم کیے بغیر
چارہ کار نہیں رہ جائے گا، تو دوسرے فرمانرواؤں کی طرح ان کی تخت کو بھی ایک
معمولی قریشی کی ماتحتی اور حکومت گوارا نہ ہوئی، لیکن ایک طرف اسلام کے بڑھتے ہوئے
سیلاب کارو کمان کے بس سے باہر تھا، دوسری طرف حکمرانی کا غرور اسلام کے سامنے
سر جھکانے کی اجازت نہ دیتا تھا، اس لیے انھوں نے ترک وطن کا فیصلہ کر لیا، اور سامان سفر
درست کر کے اسلامی فوجوں کی آمد کا انتظار کرنے لگے کہ ادھر وہ ان کے حدود کی طرف بڑھیں
اُدھر یہ اپنا وطن چھوڑ کر نکل جائیں، جب اسلامی فوجیں سوار قبیلہ طے میں پہنچے تو عدی اپنے
اہل و عیال کو لیکر اپنی عیسائی برادری کے پاس شام چلے گئے،
اتفاق سے عدی کی ایک عزیزہ چھوٹ گئی تھیں، وہ مسلمانوں کے ہاتھ آئی تھی،

اور عام قیدیوں کے ساتھ ایک مقام پر منتقل کر دی گئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر سے گزر ہوا تو ان خاتون نے عرض کیا، یا رسول اللہ! پاپ مرچکے ہیں، چھڑانے والا اس وقت موجود نہیں ہے، مجھ پر احسان کیجئے، خدا آپ پر احسان کرے گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، چھڑانے والا کون ہے، عرض کیا عدی بن حاتم، فرمایا وہی عدی جس نے خدا اور رسول سے فرار اختیار کیا، یہ کہہ کر چلے گئے، دوسرے دن پھر گزرے، اسیر خاتون نے پھر وہی درخواست کی، اور پھر وہی جواب ملا، تیسری مرتبہ اس نے حضرت علیؑ کے مشورے سے درخواست کی، اس مرتبہ درخواست قبول ہوئی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رہا فرما دیا، لیکن چونکہ بڑے گھر کی عورت تھیں، اس لیے ان کے رتہ اور اعزاز کا لحاظ کر کے ارشاد ہوا کہ ابھی جانے میں جلد ہی نہ کرو، جب تمہارے قبیلہ کا کوئی معتبر آدمی مل جائے تو مجھے خبر کرو، چند دنوں کے بعد قبیلہ بنی اور قضاہ کے کچھ لوگ مل گئے، طائی خاتون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی، آپ نے ان کے شایان شان سواری، لباس اور اخراجات سفر کا انتظام کر کے بحفاظت تمام روانہ کر دیا، یہاں سے یہ خاتون براہ راست عدی کے پاس شام پہنچیں، اور ان کی نہایت بری طرح خبر لی، کہ تم سے زیادہ قاطع رحم کون ہو گا، اپنے اہل و عیال کو لے آئے اور مجھ کو تنہا چھوڑ دیا، عدی نے نہایت اور شرمساری کے ساتھ اپنی غلطی کا اعتراف کیا، چند دنوں کے بعد عدی نے ان سے پوچھا، تم ہو شیبار اور عاتقہ ہو، تم نے اس شخص (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کیا بارے سے قائم کی، انھوں نے کہا کہ میری یہ رائے ہے کہ یہ اللہ رحمدی ہو سکے، تم ان سے لو، اور اگر وہ بنی بنی تو ان سے ملنے میں سہولت کہنا شروع ہو، اور اگر بادشاہ بنی تو کچھ نہیں ہو گا، ایک بار حضرت فرمانروا انکا کچھ نہیں، بگڑا رہا۔

یہ معقول بات عدی کے سمجھ میں آگئی، چنانچہ وہ شام سے مدینہ آئے، اور مسجد نبوی
 میں آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے، اپنے انکا نام پوچھا اور انکو لیکر کاشانہ اقدس کی طرف چلے
 راستہ میں ایک بوڑھی عورت ملی، اس نے انکو دکھایا، آپ دیکھ کر اس سے باتیں کرتے
 رہے، اس کا عدی کے دل پر خاص اثر ہوا، اور انھوں نے کہا کہ یہ طرز دنیاوی بادشاہ کا
 نہیں ہو سکتا، گھر پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر ارعدی کو ایک گدے پر بٹھایا،
 اور خود زمین پر بیٹھے، اس اخلاق کا عدی کے دل پر اور اثر ہوا اور انھیں یقین ہو گیا کہ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی طرح دنیاوی بادشاہ نہیں ہو سکتے، اس کے بعد آنحضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم کے سامنے اسلام پیش کیا، انھوں نے کہا کہ میں تو ایک مذہب کا پیرو ہوں
 آپ نے فرمایا، میں تمہارے مذہب سے تم سے زیادہ واقف ہوں، عدی نے سمجھنا نہ
 پوچھا آپ میرے مذہب سے کچھ سے زیادہ واقف ہیں؟ فرمایا، بیشک، کیا تم کو یقین نہیں ہو
 اور مال علمیت کا پوچھنا ہی حشر نہیں لیتے ہو، عدی نے اقرار کیا، ان کے اقرار کے بعد
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اقرار فرمایا کہ یہ تمہارے مذہب میں جائز نہیں ہے، یہ حقیقت
 سکر عدی کمزور پڑ گئے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ کیا پرتھار
 اسلام قبول کرنے میں مانع جوتی ہے، اسلام کے منتقلی تمہارا خیال ہو گا کہ اس کے
 پیرو کمزور اور ناتوان لوگ ہیں، جن کے پاس نہ کوئی طاقت ہو اور نہ انکا کوئی پڑسان حال
 پھر پوچھا، تم حیرہ کو جانتے ہو، عدی نے کہا، دیکھا تو نہیں ہے، لیکن نام سنا ہے، آپ نے فرمایا
 اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ایک دن خدا اسلام کو تمہیل کے درجہ تک
 پہنچائے گا اور (اس کی برکت سے) ایک تنہا عورت بلا کسی حفاظت کے حیرہ سے آکر
 کعبہ کا طواف کرے گی، اور کسری بن ہریر کا خزانہ فتح ہو گا، عدی نے استعجاباً پوچھا کسری

ابن ہرمز! فرمایا ہاں، کسریٰ بن ہرمز، اور مال کی اتنی فراوانی ہوگی کہ لوگوں کو ویاجائے گا اور وہ
 لینے سے انکار کریں گے، اس گفتگو کے بعد عدیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ حق پرست
 پر مسلمان ہو گئے،

امارت | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر نئے مسلمان سے اس کے رتبہ کے مطابق کام لیتے تھے،
 اور اسلام سے پہلے جن کا جو رتبہ تھا اس کو اسلام کے بعد برقرار رکھتے تھے، عدیٰ قبیلہ طے کے
 حکمران تھے، اس لیے اسلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طے کی امارت پر
 ممتاز فرمایا،

عہد صدیقی | حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں جب ارتداد کا فتنہ اٹھا تو بہت سے عرب قبائل نے
 زکوٰۃ دینی بند کر دی، اس موقع پر عدیٰ کی کوششوں سے ان کا قبیلہ اس فتنہ سے محفوظ رہا،
 اور عدیٰ برابر زکوٰۃ وصول کر کے دربار خلافت میں پہنچاتے رہے،

عہد فاروقی | ۱۳ھ میں جب حضرت عمرؓ نے عراق کی فتوحات کی تکمیل کے لیے تمام عساکر
 حرم سے فوجیں طلب کیں، تو عدیٰ بھی اپنے قبیلہ کے آدمیوں کو لیکر شرکت جہاد کے لیے
 پہنچے، اور امیر العسکر مثنیٰ کے ساتھ حیرہ کے معرکہ میں شریک ہوئے، اس معرکہ میں مسلمانوں
 کو کامیابی ہوئی، اور ایرانیوں نے شکست کھائی، اس کے بعد مثنیٰ پر صفا آرائی ہوئی،
 اس میں بھی عدیٰ شریک تھے اور ایرانی ناکام رہے، اس کے بعد حیرہ کے معرکہ میں شریک
 کی، اس میں مثنیٰ کی قلعی سے مسلمانوں کو شکست ہوئی، اس سلسلہ کی سب سے بڑی جنگ قادیسیہ

۱۷ مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۲۵۶ سندین یہ حالات جتہ جتہ ہیں، ہم نے انہیں جمع کر کے ایک

سلسلہ میں لکھ دیا ہے، ۱۷ سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۵۷ ۱۸ سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۹

۱۹ ابن اثیر ج ۲ ص ۲۴۱ ۲۰ اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۲۹۳

ہیں بھی عدی نے واو شجاعت وی، سب سے آخرین کوئی اور مدائن پر فوج کشی ہوئی اعدی اس
 میں بھی شریک اور مدائن کے فاتحین میں تھے، ان کے سامنے کسری کا خزانہ مسلمانوں کے قبضہ
 میں آیا، اور انھوں نے اپنی آنکھوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی پوری ہوتی ہوئی
 دیکھی، ان لڑائیوں کے علاوہ تیسرا اور نہاوند کے معرکوں میں بھی شریک تھے، شام کی بعض
 جنگوں میں بھی وہ حضرت خالد بن ولید کے ہمراہ تھے، غرض اس عہد کی اکثر لڑائیوں میں انھوں
 نے شرکت کی سعادت اور فتوحات حاصل کیں۔

عہد مرقنوی | حضرت عثمان کے طرز عمل سے عدی کو اختلاف تھا، اس لیے ان کے زمانہ میں
 بالکل خاموش رہے، ان کی شہادت کے بعد جب حضرت علی اور دوسرے اکابر صحابہ میں
 اختلاف ہوا، تو عدی نے حضرت علی کی نہایت پر جوش حمایت کی، چنانچہ جنگ جمل میں وہ
 حضرت علی کے ساتھ تھے، بصرہ کے قریب جب حضرت علی نے اپنی فوج کو مرتب کیا تو
 قبیلہ طے کا علم عدی کو عنایت کیا، وہ جنگ جمل میں حضرت علی کی حمایت میں نہایت جانناز
 کے ساتھ لڑے، جس میں ان کی ایک آنکھ کام آگئی، جنگ جمل کے بعد صفین میں بھی وہ اسی
 جوش و خروش کے ساتھ حضرت علی کی حمایت میں نکلے، اس جنگ میں بنو قضاہ کی کمان
 حضرت عدی کے ہاتھوں میں تھی، صفین کا معرکہ مدتوں جاری رہا شروع میں قریشیوں
 کے پہاڑ اور ایک ایک دستہ لیکر میدان میں اترتے تھے، ایک دن حضرت خالد کے
 صاحبزادے شامیوں کی جانب سے میدان میں اترے، حضرت علی کی جانب سے
 جناب عدی ان کے مقابلہ کو نکلے، اور صبح سے شام تک مقابلہ کرتے رہے۔

۱۵ اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۹۳ ۱۶ مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۵۶ ۱۷ ابن اثیر ج ۲ ص ۲۴۱

۱۸ اخبار الطوال ص ۱۵۵ ۱۹ ایضاً ص ۱۸۳ ۲۰ ایضاً ص ۱۹۸

ایک دن جبکہ گھمان کی لڑائی ہو رہی تھی اور عراقی فوجین پر اگندہ ہو رہی تھیں، حضرت علیؑ
 علیہ السلام ایک دستہ کو لیے صف آرا تھے، عدی کو حضرت علیؑ نے نظر نہ آئے تو آپ کی تلاش میں
 نکلے، اور ڈھونڈ کر عرض کیا کہ اگر آپ صحیح و سالم ہیں تو معرکہ نہ کر لینا کچھ دشوار نہیں ہے،
 میں آپ کی تلاش میں لاشوں کو روڈتا ہوا آپکا پہنچا ہوں، اس دن سب سے زیادہ ثابت قدم
 عدی نے دکھائی تھی، ان کا ماتحت دستہ ربیعہ اس بھادری سے لڑا کہ حضرت علیؑ کو کہنا پڑا کہ
 ربیعہ میری زرہ اور تلوار ہیں۔

صفین کے بعد نہروان کا معرکہ گرم ہوا، اس میں بھی عدی حضرت علیؑ کے دست راست
 تھے، غرض شروع سے آخر تک وہ براہِ حضرت علیؑ کے جان نثارانہ شریک رہے،
 وفاتِ مختار تقنی کے خروج تک عدی کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے، اس اعتبار سے وہ
 جنگ صفین کے بعد ۳۰ سال تک زندہ رہے، مگر اس میں سالہ زندگی کے واقعات پر وہ کھفا
 میں ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ حضرت علیؑ کے فدائیوں میں تھے، اور آپ کے بعد انھوں نے
 گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی، ابن سعد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوفہ میں غارت کی
 زندگی بسر کرتے تھے، اور یہیں ۶۶ھ میں وفات پائی۔

فضل و کمال | عدی کو آخری زمانہ میں مشرف باسلام ہوئے، تاہم چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 اور شیخین کے پاس برابر آتے جاتے رہتے تھے، خصوصاً حضرت علیؑ سے۔ ان کے توفقات
 بہت زیادہ تھے، اس لیے وہ مذہبی علوم سے بھی واقف تھے، چنانچہ ان کی ۶۶ روایتیں
 حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں، ان میں سے چھ تعلق علیہ ہیں، اور تین میں امام بخاری
 اور وہیں امام مسلم منفرد ہیں، ان کے تلامذہ ہیں عمرو بن حریشہ، عبد اللہ بن معقل، مسلم بن عوف

۱۔ اخبار الطوال ص ۱۹۸ ۲۔ استیعاب ص ۵۱۴ ۳۔ اخبار الطوال ص ۱۹۸ ۴۔ تہذیب الکمال ص ۲۶۳

خلیفہ بن عبدالرحمن، محل بن خلیفہ طائی، عامر الشعمی، عبد اللہ بن عمرو، ہلال بن منذر، سعید بن جبیر، قاسم بن عبدالرحمن، عبادہ بن جیش وغیرہ قابل ذکر ہیں، علامہ ابن عبد البر نے ان کے کمالات کے متعلق یہ رائے ظاہر کی ہے،

کان سیدنا اشرفاً فی قومہ
خطیباً حاضر الجواب صار کرمیاً^۱
وہ اپنی قوم کے مغزین میں تھے خطیب
حاضر جواب، فاعل اور کریم تھے،

نزدہی زندگی | یوں تو عدی کی پوری زندگی خالص نزدہی زندگی تھی، لیکن نماز اور روزوں کیساتھ خاص شغف تھا، نماز کے لیے یہ اہتمام تھا کہ ہر وقت با وضو رہتے تھے، کبھی اقامت کے وقت وضو کی ضرورت نہیں پڑتی، ہر وقت نماز میں دل لگا رہتا تھا، اور نہایت اشتیاق سے نماز کے وقت کا انتظار کرتے رہتے تھے، روزہ کے شرائط کی اسی سختی سے پابندی کرتے تھے کہ جب یہ آیت

حَتَّى يَذُوبَ لَكُمُ الْحَيْضُ الْاَبْيَضُ
مِنَ الْحَيْضِ الْاَسْوَدِ
یہاں تک کہ ظاہر ہو جائے تمہارے لیے
سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے،

نازل ہوئی تو سوتے وقت سفید و سیاہ عقال تکیہ کے نیچے رکھ لیتے تھے، اور اس سے سحری کے وقت کے اختتام کا اندازہ لگاتے تھے، لیکن سیاہی اور سفیدی میں کوئی امتیاز نہیں ہوتا تھا، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے ہنس کر فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے تمہارا تکیہ بہت لمبا چوڑا ہے، اسو و ابیض سے مراد رات دن ہیں،
فیاضی اسماوت و فیاضی وراثتہ ملی تھی، ان کا دروازہ ہر وقت ہر شخص کے لیے کھلا رہتا تھا،

۱۔ تہذیب التہذیب ج ۱، ص ۱۶۷ ۲۔ استیعاب ج ۲، ص ۱۶۷ ۳۔ اصابع ج ۳، ص ۲۲۸ ۴۔ استیعاب

ج ۲، ص ۱۶۷ ۵۔ ابوداؤد کتاب الصوم باب وقت السجود

ایک مرتبہ اشعث بن قیس نے دیکھ کر مانگ بھیجی، حضرت عدی نے انہیں پھر واکر بھیجا، اشعث نے کہلا بھیجا کہ میں نے تو خالی مانگی تھی، جواب میں کہلا بھیجا کہ میں عاریتہ بھی خالی دے گا۔
 تین دینا، ایک مرتبہ ایک شاعر سالم بن عمار نے آکر کہا میں نے آپ کی مدح میں اشعار کہے ہیں، عدی نے کہا رک جاؤ میں ذرا اپنے مال و امیال کی تفصیل تو تمہیں بتا دوں، اس کے بعد سنانا، میرے پاس ایک ہزار بچے والے مویشی، دو ہزار درہم، ۳۰ غلام اور ایک گھوڑا ہے، اس کے بعد شاعر نے مدحیہ قصیدہ سنایا، جو شخص ان کے رتبہ سے کم سوال کرتا ہے نہ دیتے تھے، صحیح مسلم میں بروایت صحیح مروی ہے کہ ایک شخص نے سو درہم کا سوال کیا، اتنی کم رقم سنکر بولے، میں حاکم کا بیٹا ہوں اور تم مجھ سے صرف سو درہم مانگتے ہو، خدا کی قسم ہرگز نہ دوں گا۔

ان کی فیاضی سے انسان تو انسان حیوان تک مستفید ہوتے تھے، حیوانوں کی غذا مقرر تھی، ان کے لیے روٹیاں توڑ کر ڈالتے تھے، کہتے تھے یہ بھی حقدار ہیں،

بارگاہ نبوی میں عزت | عدی اپنے ذاتی اور خانہ دانی فضائل کی وجہ سے بڑی عزت و وقوت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ ان کے لیے جگہ خالی کر دیتے، خلفاء کے یہاں بھی یہی وقعت قائم تھی، ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مدینہ آئے اور ان سے ملکر پوچھا، آپ نے مجھے پہچانا، فرمایا، پہچانتا کیوں نہیں تم اس وقت ایمان لائے جب لوگ کفر میں مبتلا تھے، تم نے اس وقت حق کو جانا جب لوگ حق کے منکر تھے، اور تم نے اس وقت وفا کی جب لوگ وھوکا دے رہے تھے اور

۱۵ اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۹۳ ۱۵ استیعاب ج ۲ ص ۵۱۶ ۱۵ مسلم ج ۲ ص ۲۲ مطبوعہ مصر ۱۵ اسد الغابہ

ج ۲ ص ۳۹۳ ۱۵ استیعاب ج ۲ ص ۵۱۶

تم اس وقت آئے جب لوگ پیٹ پھیر رہے تھے، سب سے پہلا صدقہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے چہروں کو بتاش کیا وہ تمہارے قبیلہ طے کا تھا،

(۲۶) حضرت عطیہ القرظیؓ

نام و نسب | عطیہ نام، باپ کے نام کے متعلق کوئی تصریح نہیں ملی، قبیلہ بنو قریظہ کے یہودی تھے
اسلام | بنو قریظہ کے روز جو لوگ نابالغ سمجھے چھوڑ دیے گئے تھے، اور بعد میں مسلمان ہو گئے، ان میں حضرت عطیہ بھی تھے،

زندگی کے عام حالات اور وفات کے متعلق کوئی تصریح نہیں ملی،
علم و فضل | کتب احادیث میں آپ کی ایک روایت مجاہد عبد الملک بن عمیر وغیرہ کے واسطے سے مروی ہے،

(۲۷) حضرت علی بن قانعؓ

نام و نسب | علی نام، حضرت رفاعہ صحابی کے صاحبزادے اور نسباً یہودی تھے،
اسلام اور شرف صحبت | قائلہ اپنے والد حضرت رفاعہؓ کے ساتھ اسلام لائے، پورے اپنے والد کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اہل کتاب میں سے جو لوگ اسلام لائے تھے، ان میں میرے والد بھی تھے، اسی روایت کی بنا پر صاحب کرمیہ اور ابوموسیٰ وغیرہ کا خیال ہے کہ ان کو شرف صحبت حاصل نہیں ہے، لیکن حافظ ابن حجر نے اس کی تردید کی ہے،

۱۔ اصحاب ج ۲ ص ۲۲۹ خیف تغیر کے ساتھ یہ روایت بخاری کتاب المغازی میں بھی ہے۔ استیعاب ص ۵۱۸

۲۔ اسد الغابہ ص ۱۳۳ ج ۳ کے ایضاً ہے اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۵

اور لکھا ہے کہ ابو حاتم نے ایک روایت نقل کی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی صحابی ہیں اور روایت یہ ہے، عمرو کہتے ہیں کہ مجھے طاؤس نے لکھا کہ مخابره کے متعلق انصار سے دریافت کرو، میں نے علی بن رفاعہ سے دریافت کیا، تو انھوں نے فرمایا کہ ہو کس اکابر رضی اللہ عنہم والذی بیع مخابره نام یوزین کو تھائی یا چوتھائی پیداوار پر لکھائے علم و فضل | مذکورہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں دینی مسائل اور احکام میں کافی ورک تھا، اور لوگ ان سے مسائل پوچھتے تھے،

(۲۸) حضرت عمرو بن سعدی

نام و نسب | عمرو نام، باپ کا نام سعدی قبیلہ قرظیہ سے نسبی تعلق تھا، اسلام | بنو قرظیہ جس روز جلا وطن کیے گئے، آپ یہود کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ اسے یہود تم کو گرنے محمد علی اللہ علیہ وسلم سے نفع عہد کیا، ان سے عداوت کی، ان سے تم نے عہدہ کیا تھا کہ ان کے دشمنوں کی مدد نہ کرو گے، مگر تم نے اس کی خلاف ورزی کی، میں نے اس وقت بھی اس سے گریز کیا تھا، اور اب بھی تم سے بالکل علیحدہ ہوں، البدایہ والنہایہ میں ہے کہ انھوں نے یہ بھی کہا کہ:

یا قوم منکم ما اذیتتم فانتیم یومئذ
اے قوم جو آپ کو پیش آیا وہ تم کو کچھ چکے۔ اب آؤ

لغة مزارعہ اور مخابره بن فرق ہے، مزارعہ بن بیج مالک کا ہوتا ہے اور مخابره بن عامر کا، دوسرا فرق صاحب صحیح بخاری الا نوار نے یہ بیان کیا ہے۔ مزارعہ اکثر احوال بعض ما یخرج والخاصہ اکثر احوال اللہ من بعض ما یخرج جلد الفظ "خبر" یہ لفظ خبر یا خیر سے مشتق ہے،

کہ اصحاب جلد ۲ ص ۳۵۵

تعالوا تتبع محمدًا واللہ انکر

محمد کا اتباع کریں، خدا کی قسم تمہیں معلوم

تعالون انہ نبی قد بشرنا بہ

ہے کہ ابن الہییمان اور ابن الحراش جو

وہاہن کا ابن الہییمان و عمیر۔

ہم سب سے بڑے عالم تھے ان کی آمد اور

ابن الحراش ہوا علم یہود

اس واقعہ کی خبر دے چکے تھے۔

اس کے بعد وہ مسجد میں آئے، اور رات کو وہیں بسر کی، اور اسلام قبول کیا، اور پھر

دوسرے روز مدینہ سے باہر کہیں چلے گئے، ان کے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا،

اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو اسکی سچائی کی

ذالک رجل نجاہ اللہ

وجہ سے نجات دی،

بصدقہ

(۶۹) حضرت عمیر بن امیہ

عمیر نام، باپ کا نام امیہ تھا، پورا سلسلہ نسب معلوم نہیں، ذیل کے واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ یہودی تھے،

ان کے ایک بہن تھی، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف طریقہ سے تکلیف

دیتی تھی اور سخت وسخت کہا کرتی تھی، حضرت عمیر کو ایک روز غصہ آیا اور چپکے سے اسے

قتل کر دیا، جب اس کے لڑکوں کو خبر ہوئی تو بہت برہم ہوئے، اور آپ کے بجائے

ایک دوسرے شخص کو قاتل سمجھا کر اس سے بدلہ لینا چاہا، حضرت عمیر صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے قتل کیا ہے، فرمایا اپنی بہن

کو قتل کر ڈالا؟ کہا ہاں یا رسول اللہ۔ وہ آپ کو بہت تکلیف دیا کرتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے گون کو بلوایا، اور واقعہ پر چھا، انھوں نے ایک دوسرے سے انھیں کا نام لیا، لیکن آپ نے انھیں عمیر کا نام بتلایا اور ان کو سمجھا بچھا کر موادمہ رفع و دفع کر دیا، جس عورت کو انھوں نے قتل کیا تھا، اس کے متعلق تصریح ہے کہ وہ یہودیہ تھی، اور چونکہ وہ آپ کی بہن تھی، اس لیے آپ بھی یہودی رہے ہوں گے، واللہ اعلم،

(۵۰) حضرت کثیر بن السائب

نام و نسب کثیر نام، باپ کا نام سائب تھا، جو خاندان فریضہ سے تھے، غزوہ قریظہ میں جو لوگ نابالغ سمجھ کر چھوڑ دیے گئے تھے، ان میں حضرت کثیر بھی تھے، نسائی نے ان سے صرف ایک روایت کی ہے، لیکن ابو نعیم اور ابن مندہ وغیرہ نے متعدد روایتوں کی تخریج کی ہے،

زندگی کے اور حالات معلوم نہیں ہو سکے،

(۵۱) حضرت کریم بن علقمہ

نام و نسب کریم یا کوز نام، باپ کا نام علقمہ تھا، آپ کا نسبی تعلق بیلہ بکر بن وائل سے تھا

لے اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۰۰ ہے بعض لوگوں نے ان کو زمرہ تابعین میں شمار کیا ہے، لیکن حافظ ابن حجر نے

اصابہ بن ابی نعیم ابن شاہین، اور ابن مندہ وغیرہ کے احوال قتل کیے ہیں، جو اس سے آپ کا صحابی ہونا ثابت

ہوتا ہے، واللہ اعلم بالصواب۔ اصابہ ذکر کثیر بن السائب کا نام، تھوڑا اختلاف ہے، بعض

لوگوں نے کریم اور بعض لوگوں نے کوز لکھا ہے،

آپ نے اپنے بھائی ابو حارثہ کے ساتھ نصرانیت قبول کر لی تھی، اور بجران میں مقیم ہو گئے تھے،
اس لیے بجرانی مشہور ہیں،

اسلام | جب بجران کے عیسائیوں کا وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ آیا تو
اس میں آپ کا بھائی ابو حارثہ بن علقمہ بھی تھا، دو نون بھائی ایک ہی سواری پر سوار تھے،
راستہ میں جب کہیں سواری کو ٹھوکر لگتی تو گرز کہتے کہ نفس اکابعد (دور رہنے والے دم) کا
پرہیز ہو، ابو حارثہ نے یہ سنا تو کہا کہ تمہارا پرہیز ہو، گرز نے بھائی سے کہا ایسا کیوں کہتے ہیں،
بھائی نے جواب دیا کہ

قد والله النبی الذی کنا
نتنظره
خدا کی قسم یہ وہی نبی ہیں جس کا ہم لوگ
انتظار کر رہے تھے،

پھر گرز نے کہا کہ تو تم ان کا اتباع کیوں نہیں کرتے ہو؟ ابو حارثہ نے کہا کہ یہ
مال و دولت، اور عزت و عظمت جو کچھ حاصل ہے وہ سب چھین جائے گی، ابو حارثہ کا یہ جملہ
حضرت کریم کے دل میں نور لفقین پیدا کر دینے کا سبب ہو گیا اس وقت تو وہ خاموش رہے
مگر کچھ روز کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور اسلام قبول کر لیا
سنائے اسلام تھے اس لیے زندگی کے زیادہ تر واقعات پر وہ خفا میں ہیں،

(۵۲) حضرت کعب بن سلیم

نام و نسب | کعب نام، باپ کا نام سلیم تھا، یہ مدینہ کے مشہور قبیلہ بنو قریظہ سے تھے، چونکہ
قریظہ اس کے حلیف تھے اس لیے کعب قریظی اور اوسکی دونوں مشہور ہیں،

لہ البیاض والنهاہ ج ۵ ص ۵۶ لہ اصابع ج ۳ ص ۲۹۲

اسلام | بنو قریظہ کے روز جو لوگ نابالغ سمجھ کر چھوڑ دیے گئے تھے، ان میں حضرت کعب بن جریج بھی تھے، اور اپنے دوسرے احباب کی طرح بعد میں دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے،

وفات | وفات کا سنہ معلوم نہیں،

اولاد | بیٹی وندہیہی فضل و کمال کے علاوہ آپ کا اصنافی فضل یہ ہے کہ محمد بن کعب القرظی

مشہور تابعی آپ ہی کے صاحبزادے ہیں،

(۵۳) حضرت حرب

نام و نسب | حرب نام، الرباب الشنی مشہور عیسائی کاہن کے لڑکے تھے،

صاحب اصحاب نے آپ کو صحابہ میں شمار کیا ہے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو عمان کے والی ابن الجندی کے پاس بطور سفیر بھیجا تھا آپ کے ایک صاحبزادے شعیب بڑے صاحب فضل و کمال ہوئے ہیں،

(۵۴) حضرت محمد بن عبد اللہ بن سلام

نام و نسب | محمد نام، حضرت عبد اللہ بن سلام کے صاحبزادے تھے

اسلام | آپ کے اسلام لانے کی کوئی تصریح نہیں ملتی ہے، غالباً حضرت عبد اللہ بن سلام

کے ساتھ اسلام لائے ہوں گے، آپ کو شرف صحبت اور روایت دونوں حاصل ہے،

کتب رجال میں ہے کہ

لہ روئے و ماویۃ محفوظۃ

ان کو صحبت اور روایت دونوں حاصل ہے،

۱۵ استیعاب ج ۱ ص ۲۶۶ ۱۵ اصابع ج ۳ ص ۳۶ ۱۵ ایضاً ۱۵ ایضاً ۱۵ اصابع

مسندین آپ کے دو روایتیں مروی ہیں۔ ان میں ایک روایت بہت مشہور ہے وہ یہ ہے

عن محمد بن عبد اللہ بن سلام لما قدم رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم علینا یعنی قبلاً قال ان اللہ عز وجل قد انشی علیکم

فی الطہور

وفات اور زندگی کے دوسرے حالات کتب رجال میں مذکور نہیں ہیں،

(۵۵) حضرت مخزومیؓ

نام و نسب | مخزومی نام، قبیلہ نضیر سے بنی تعلق تھا، آپ کا شمار علماء یہود میں تھا،

اسلام | اسلام قبول کرنے کے متعلق کتب رجال و سیر میں صرف اتنا مذکور ہے،

کان خدیراً عالمافان بنی بالنبی
 نہایت صالح اور عالم تھے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے،

غزوہ احد میں شرکت اور شہادت | غزوہ احد پیش آیا تو حضرت مخزومیؓ یہود مدینہ کے پاس آئے،

اور ان سے کہا کہ تم لوگوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر طرح مدد کرنی چاہیے، جبکہ تمہیں علم

ہے کہ ان کی مدد تم پر ضروری ہے، یہود نے کہا کہ آج یوم السبت (سنہرے) ہے، ہم کیسے تلوار

اٹھا سکتے ہیں، فرمایا، السبت وغیرہ کیا چیز ہے؟ فوراً تلوار ہاتھ میں لی، اور سر بکٹ خدمت

نبویؐ میں حاضر ہوئے، اور تمام مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو کر پامردی سے لڑے، اور

شہادت پائی،

لہذا ان کی سنیہ چلی ہو کہ آپ کا خاندان اور مدینہ میں بقا میں رہتا تھا۔ تاریخ ۲ ص ۱۰۱، اصحاب میں ہو کر آئے کان من بقا
 یہودی تعلق مگر ماٹھا ان بزرگواران آپ کے نضری ہونے کی طرف سے، کیونکہ انھوں نے مخزومی نضری

سرخی کا نام کی ہے، لہذا تاریخ ۲ ص ۱۰۱، اصحاب ۲ ص ۱۰۱

فضل و کمال آپ نے جب شہادت پائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
 مخرب سائق یہود
 مخرب یہود میں سب آگے جانے والے ہیں،
 مدینہ میں آپ کے کئی باغات تھے، جب غزوہ احد میں آپ زخمی ہوئے تو اپنی ساری
 جائداد باغ اور مال و اسباب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وصیت کر گئے، آپ نے جو باغات
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیے تھے، ان کے نام یہ ہیں،
 المیثا، المصائف، الدلال، حن، جرف، الاعوات، مشربہ ام ابراہیمؑ،
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم مخرب کی اسی جائداد سے عام مسلمانوں کی مدد اور صدقات وغیرہ کیا
 کرتے تھے،

(۵۶) حضرت میمون بن یامینؓ

نام و نسب | میمون نام، باپ کا نام یامین، یہود کے مشہور قیدیہ قرظیہ سے تھے، اسلام لانے
 سے پہلے اپنے قبیلہ میں بہت ممتاز تھے اور آپ کا شمار احبار یہود میں تھا،
 اسلام | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے، تو میمون خدمت نبوی
 میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا، لیکن دل میں یہ تڑپ تھی کہ ان کی قوم کے دوسرے
 لوگ بھی اس دولت سرمدی و سعادت ابدی سے بہرہ ور ہوتے تو اچھا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 سے عرض کیا کہ آپ یہود کو بلوائیں اور ان سے فرمائیں کہ وہ آپس کے اور اپنے درمیان کوئی
 حکم مقرر کر لیں، جس کے فیصلہ پر دونوں فریق گروں چکاوین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

۱۰ اصحاب جلد ۳ ص ۳۹۳ تک روایت میں الیٰت کے بجائے المیشرو اور الاعوات کی جگہ المعوال ہے، اصحاب جلد

ص ۳۹۳ تک ایضاً ۱۰ اصحاب جلد ۳ ص ۳۹۶

یہود کو پورا بھینچا، اور مہمیوں سے کہا کہ تم مکان کے اندر چلے جاؤ، یہود آئے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ تم لوگ اپنے اور میرے درمیان ایک حکم مقرر کرو جس کی تصدیق و عدم تصدیق کے فیصلہ پر ہم دونوں سر جھکا دیں، سب نے ایک زبان ہو کر کہا کہ ہم مہمیوں بن یا من کو اپنا حکم مقرر کرتے ہیں اگر انہوں نے آپ کی تصدیق کر لی تو ہم بھی تصدیق کریں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمیوں کو آواز دی، وہ مکان سے نکلے اور فرمایا

اشھد ان محمدًا رسول اللہ آپ بیشک اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں

لیکن یہود نے قبولِ حق کے بجائے حضرت مہمیوں پر طعن تشنیع شروع کر دی، اور واپس چلے گئے،

آپ کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی،

قُلْ اَرَايْتُمْ اِنْ كَانَتْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ
وَكَلَّمْنَا نَبِيًّا، وَنَسَخْنَا شَاهِدًا
مِنْ بَنِي اِسْرَائِيْلَ

آپ کہہ دیجئے کہ تم مجھ کو بتلاؤ کہ اگر یہ قرآن مجھ سے
اللہ ہوا اور تم اس کے منکر ہو اور بنی اسرائیل
میں کوئی گواہ اس جیسی کتاب پر گواہی دیکر آیا

زندگی کے بقیہ حالات کے متعلق ارباب رجال خاموش ہیں،

حضرت بابورؒ

نام و نسب | بابور نام، اور حسی عرف تھا، حضرت ماریہؓ کے چچا زاد یا مومن زاد بھائی تھے، اور

لیکن یہ واقعہ ارباب رجال حضرت عبداللہ بن سلام کے بارے میں بھی نقل کرتے ہیں، اور آیت کا شان نزول

ان ہی کو بتلاتے ہیں، اگر مہمیوں کوئی ابتداء نہیں ہے، ہو سکتا ہے کہ دونوں کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہو، اور دونوں منشا نزول

جیسا کہ فتح الباری میں دونوں آدیوں کے قبولِ اسلام کا واقعہ اس آیت کے تحت درج ہے، «اصابہ صحیحہ اسد الغابہ»

ان ہی کے ساتھ مقوقش شاہ مصر نے انھیں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحفہ بھیجا تھا۔

اسلام حضرت ماریہ اور ان کی بہن حضرت سیرین نے تو شروع ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا، لیکن باؤ نے کچھ دنوں کے بعد اسلام قبول کیا، حضرت ماریہ سے وہ بہت زیادہ ماٹوس تھے، اور انکی کافی خدمت کیا کرتے تھے، ان کو لکڑی اور پانی وغیرہ کی ضرورت ہوتی، تو اکثر ہی ہتیا کیا کرتے تھے،

(ن)

حضرت نافعؓ (۵۸)

نام و نسب | نافع نام، حبشہ کے رہنے والے اور علمائے نصاریٰ میں تھے،

اسلام | غالباً اپنے دوسرے اجداد کے ساتھ حبشہ میں اسلام لائے،

خدمت نبویؐ میں حاضری | جب ہماجرین حبشہ سے مدینہ واپس آنے لگے تو آپ بھی مدینہ آئے

اور زیارت نبویؐ سے شرف ہوئے،

زندگی کے دوسرے سوانح و حالات نہیں مل سکے، لیکن آپ کا شمار بھی ان صحابہ

میں ہے جن کے بارے میں سورہ مادہ کی یہ آیتیں نازل ہوئی ہیں،

وَلْيَحْذَرَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً
وَدُوسْتَى رُكْنَيْهِ كَقَرِيبٍ نَزَّابٍ

لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا
پائین گئے جو اپنے کو نصاریٰ کہتے ہیں، یہ اس سبب

۱۰ اصحابِ حج ۳۳ ص ۳۳ سے ایضاً ج ۴ ذکر ماریہ سے ایضاً

گاہ آپ کے ساتھ اور کئی آدمی حبشہ سے آئے تھے، جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے، ان ہی کے تذکرہ میں ہیں

آپ کے فضائل اور حالات بھی اچھے ہیں،

سے ہے کہ ان میں بہت سے علم دوست

عالم ہیں اور بہت سے تارک دنیا و دین ہیں

اور اس سبب ہر کہ یہ لوگ شاکر نہیں ہیں،

إِنَّا نَصَارَىٰ ذَالِكِ بِأَنَّهُمْ

قَسِيصِينَ وَسُ هَبَانَا وَ أَلَهُمْ

كَاسْتَكْبَرُونَ (مائدہ)

(۵۹)

حضرت یامین بن عمیر

اسلام و نسب | یامین نام، باپ کے نام میں تھوڑا سا اختلاف ہے، اور بعضوں نے یامین نام

بھی یامین ہی لکھا ہے، مگر عام ارباب رجال کا رجحان عمیر ہی کی طرف ہے، پورا سلسلہ

یہ ہے، یامین بن عمیر بن کنب بن عمرو بن جاش، بنو نضیر سے نسبی تعلق تھا۔

اسلام | یہود و یریبہ کی مسلسل سازشوں، شرارتوں کی بددعا اور منافقوں کے باوجود

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عفو و درگزر سے کام لیتے تھے، مگر جب پانی سر سے اڑھا ہو گیا،

تو ان کی یکے بعد دیگرے سرزنش شروع کر دی گئی، بنی قینقار کے بنو نضیر نے

بد عہدی کی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش شروع کر دی تو ان کو مدینہ

چھوڑ دینے کا حکم دیا گیا، امید تھی کہ اس سزا کے بعد وہ اپنے گزشتہ اعمال سے تائب ہو کر

غلامان نبی میں شامل ہو جائیں گے، مگر ان کے فطرتوں نے جس طرح پہلے روز قبولی حق سے

گریز کیا تھا، اسی طرح آخر وقت تک گریز کرتے رہے، لیکن ان ہی کے فطرتوں میں کہیں

فطرت بھی تھے جنکے دل میں قبول حق کی کسی قدر صلاحیت باقی تھی، انہوں نے جب دیکھا کہ

اسلام کی صداقت کے لیے کسی فریضہ نبوت کی ضرورت باقی نہیں رہی تو فوراً اسلام قبول کر لیا،

لہٰذا اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۹ لے ایضاً انتیاب ج ۲ ص ۶۶، حافظ ابن حجر نے یامین بن عمیر کو

دو شمار کیا ہے، اور دونوں کا ترجمہ الگ الگ لکھا ہے مگر صاحب اسد الغابہ اور صاحب استیوار با دونوں کو ایک شمار کر کے

اور اپنی قوم کا ساتھ چھوڑ دیا کہ وہ دیدہ و دانستہ راہ راست بھاگ رہے تھے، ان ہی مسلمان ہونے والوں میں حضرت یامینؓ بھی تھے،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن سے بدلہ
عمر بن حجاج، یامین کا چچا زاد بھائی تھا، اس نے سازش کی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکے سے ایک مکان کے نیچے بلایا

جائے، اور اوپر سے کوئی وزنی چیز گرا کر کام تمام کر دیا جائے، (معاذ اللہ) لیکن کامیاب نہ ہو سکا، یامین مسلمان ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یامین سے فرمایا، اپنے چچا زاد بھائی کی حرکت دیکھتے ہو، وہ دھوکے سے مجھے قتل کر دینا چاہتا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے جبریل کے ذریعہ مجھے اس کے ارادہ سے آگاہ کر دیا، یامین فوراً اپنی جگہ سے اٹھے اور اس دشمن رسول کی فکر میں لگ گئے، اور ایک روز موقع پا کر اس کو واصل جہنم کر دیا،

غزوہ تبوک میں مدد
غزوہ تبوک پیش آیا تو چند صحابہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے، اور سوار یون کی درخواست کی، مگر اتفاق سے اس وقت سوار یان موجود نہ تھیں، اس لیے معذوری ظاہر کی، وہ لوگ چشم پر نم مایوس واپس گئے، قرآن نے ان کی مایوسی اور رنج و ملال کا نقشہ کھینچا ہے،

جس وقت وہ اچکے پاس آتے ہیں کہ آپ انکو کوئی

اِذَا مَا اتَوْكِهِمْ مَقَلَّتْ

سواری دیدیں اور آپ ان سے کہہ دیتے ہیں کہ میرے

كَأَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا

پاس کوئی چیز نہیں جس پر میں تم کو سوار کر دوں تو

وَأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا

لہ ابن اخیبان نے یہود مدینہ کو وصیت کے طور پر لکھا تھا کہ عنقریب ایک نبی مدینہ میں ہجرت کر کے آئے گا اگر تم نے اس کا اتباع نہ کیا تو بہت سے مصائب پیش آئیں گے، جس میں ایک جلا وطنی ہی

۱۳۵۹۹ ص ۵ ص ۹۹ ۱۳۵۹۹ ص ۲ ص ۲۹۹

أَلَا يَعْلَمُونَ مَا يَنْفِقُونَ وہ ناکام اس حالت سے واپس چلے جاتے

ہیں کہ انکی آنکھوں سے آنسو روان ہو جاتے ہیں

اسی غم میں کراہتوں سے انکو خراج کرنے کو کچھ بھی نہیں

دعویٰ - ۱۶

ان ہی میں حضرت ابو پیلی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود بھی تھے، جنہیں لڑائی میں شریک

نہ ہو سکنے کی پیدہ وجوہ میں تھا، یہ رو رہے تھے کہ یاہن کا اوہر سے گذر ہوا، انھوں نے

پوچھے کی وجہ ہر پانچ کی تو انھوں نے سارا قصہ کہہ سنایا، حضرت یاہن نے فوراً دو سواریا

اور کچھ سامان سفر پیش کیا، اور وہ دونوں غزوہ میں شریک ہو گئے

وفات اور زندگی کے دوسرے واقعات اور حالات بارے میں ارباب سیر خاموش ہیں،

فضائل | حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں

وہو من کبار العبادۃ آپ کا شمار کبار صحابہ میں تھا،

جن لوگوں کو سگے بارے میں یہ آیت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ

اسے اپنا ایمان اللہ اور اس کے رسول

نہ بالکل ہی واقعہ حافظ ابن حجر نے ذکوان بن یاہن کے ذکر میں بھی لکھا ہے لیکن دونوں واقعہ ایک ہی معلوم ہوتا

ہے کہ دوسرے تمام ارباب رجال و سیر نے اس واقعہ کو حضرت یاہن کی طرف منسوب کیا ہے، چونکہ حضرت یاہن کے نام

اور ان کے باپ کے نام میں بڑا اختلاف ہے، اس لیے یہ واقعہ کسی ناموں کی طرف منسوب ہو گیا ہے، چنانچہ تحریر نے

آپ کا نام یاہن ہی لکھا ہے، اور سلسلہ نسب کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکوان حضرت یاہن کے بیٹے

تھے، اس لیے ہو سکتا ہے کہ واقعہ کے وقت وہ بھی موجود رہے ہوں، اور راوی نے انکی طرف بھی ہی واقعہ کو منسوب کر دیا

تھے، اس لیے سیرت ج ۲، ص ۱۶۶، حافظ نے احباب کی اس آیت کا نشاے نزول یاہن بن یاہن کو لکھا ہے،

مگر جیسا کہ اوپر اسد اعجاز کے حوالہ سے لکھا جا چکا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی ہیں،

وَسَمِيًّا

پرایمان لاؤ،

نازل ہوئی ان میں ایک حضرت یاسین بھی تھے،

(۶۰) حضرت یوسف بن عبد اللہ بن سلام

نام و نسب | یوسف نام، ابو یعقوب کینت، حضرت عبد اللہ بن سلام کے صاحبزادے تھے،
جن کا اوپر ذکر آچکا ہے،

تعلیم و تربیت | آپ پیدا ہوئے تو گھر کے اندر اور باہر ہر طرف اسلام کی آواز گونج رہی تھی،
آپ نے اسی ماحول میں آنکھیں کھولیں اور تعلیم و تربیت پائی، صحابہ کا مشمول تھا کہ ان سے کہ
یہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دعاء و برکت کے لیے لاتے،
یہ پیدا ہوئے تو ان کو بھی بارگاہ نبوت میں لایا گیا، آپ نے ان کو گود میں بٹھایا، اور سر پر دست
شفقت پھیرا، اور ان کا نام یوسف تجویز فرمایا، خود یوسف بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ
اجلسنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اپنی گود میں
فی حجری و سر علی راسی و سمانی
بٹھایا اور میرے سر پر دست شفقت پھیرا
یوسف
اور میرا نام یوسف رکھا،

شرف صحبت | فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک کھجور
کو روٹی کے ایک ٹکڑے کے اوپر رکھا، اور فرمایا کہ یہ کھجور اس روٹی کا سالن ہے،
وفات | حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانہ خلافت میں وفات پائی،

۱۰ مندرجہ ۴ ص ۳۵ ۳۶ بعض لوگوں نے آپ کی صحابیت سے انکار کیا ہے، اور روایت سے انکی
تردید ہوجاتی ہے، اصلہ رج ۳ ص ۶۱ ۶۲ ۳ ایضاً

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ حضرت علیؑ اور حضرت عمرؓ وغیرہ سے بھی روایتیں کی ہیں،
علم و فضل | ترمذی، ابوداؤد و مسند احمد میں ان کی متعدد روایتیں موجود ہیں، بعض لوگوں نے
 ان کا شمار ان صحابہ میں کیا ہے، جنہوں نے اپنی کوئی تحریری یادگار چھوڑی ہے،

(۶۱) حضرت ابوسعید بن وہبؓ

نام و نسب | ابوسعید نام یا کنیت، باپ کا نام وہب، تھے تو قبیلہ بنو نضیر سے مگر غلطی سے
 بنو قریظہ کی طرف منسوب ہو کر قرظی مشہور ہیں،

اسلام | بنو نضیر کی جلاوطنی کے روز حضرت یامینؓ کے ساتھ انہوں نے بھی یہودیت سے اپنا
 رشتہ توڑ کر ہمیشہ کے لیے اسلام سے جوڑ لیا،

مسلمانوں کی آپ کے مال و جائداد | بنو نضیر کے متروکہ مال و جائداد پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا، مگر حضرت
 سے دست برداری | یامینؓ اور حضرت ابوسعیدؓ چونکہ اسلام لائے تھے، اس لیے کسی نے

ان کے مال و جائداد کو ہاتھ نہیں لگایا،

وفات | سنہ وفات معلوم نہیں ہو سکا،

علم و فضل | آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے، اور آپ کے صاحبزادے
 روایت کرتے ہیں،

۱۔ اصابع ج ۳ ص ۱۶۱، ۱۶۲، حافظ ابن عبد البر نے ان کے قرظی ہونے کی تردید کی ہے، استیعاب

ج ۲ ص ۱۳، ۱۴، بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ عروۃ قرظیہ کے روز اسلام لائے، مگر حافظ نے اس کی

تردید کی ہے، اصابع ج ۳ ص ۸۶، ۸۷، استیعاب ج ۲ ص ۱۳، ۱۴، اصابع ج ۲ ص ۸۶،

۲۔ اصابع ج ۳ ص ۱۰۵،

(۶۲) حضرت ابوبالک

نام و نسب | عبداللہ نام، ابوبالک کنیت، اسلام سے پہلے آپ علمائے یہود میں تھے، اصل وطن یمن تھا، لیکن کسی وجہ سے ترک وطن کر کے یثرب چلے آئے تھے، اور یہیں قبیلہ قریظہ میں کسی عورت سے شادی کر لی تھی، اسی وجہ سے بجائے یمنی کے قریظی مشہور ہیں۔
وفات | وفات کی تصریح نہ مل سکی،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفات توراہ میں مذکور ہیں ان کے متعلق دریافت

کیا گیا تو فرمایا،

صفحتہ فی کتابنا ہارون الذی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت حضرت ہارون کی

لم یبدل ولم یغیہ احمد بن

کتاب میں موجود ہے جس میں ابنا کوئی تبدیلی

ولد اسمعیل یافنی بدین ^{لحنظیفہ}

اور تحریف نہیں ہوئی، اس میں یہ ہے کہ احمد نام ایک

دین ابراہیم یا زید علی ^{سطحہ}

نبی دین عینیت کو جو حضرت ابراہیم کا دین ہے

و یفسل اطرافہ وهو امض

لیکر آئیے اللہ بندہ سے اور پانچ ہونگے، اپنے

الانبیاء

اعضا کو پاک و صاف رکھتے ہونگے اور یہ آخری نبی ہونگے

آپ سے کوئی روایت مروی نہیں ہے،

(۶۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بیٹے کا نام

نام و نسب تو نہیں معلوم ہو سکا، لیکن حاکم نے متبرک میں حضرت انس سے ایک روایت

لہ اصابع ۴ ص ۱۴۲ لے ایضاً

نقل کی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک یہودی خادم بھی تھے، جو اپنی زندگی کے آخری ایام میں مسلمان ہو گئے تھے، پوری روایت یہ ہے کہ حضرت انس فرماتے ہیں کہ ایک یہودی غلام آپ کی خدمت کیا کرتا تھا، ایک مرتبہ وہ بیمار پڑا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، عیادت کے بعد آپ نے قبول اسلام کی دعوت دی، اس کے باپ وہاں موجود تھے، اس نے باپ کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا، باپ نے کہا جو کچھ نبی امی فرما رہے ہیں اس کی تعمیل کرو، اس نے فوراً کلمہ طیبہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا، غالباً اسی مرض میں اس کی وفات ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کیساتھ ان کے جنازہ کی نماز پڑھی،

اس روایت سے دو خاص باتیں معلوم ہوتی ہیں، ایک تو ایک یہودی خادم رسول کا مشرف باسلام اور صحابی ہونا، اور دوسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت قلب اور وسعت اخلاق کہ جن یہودیوں نے اسلام کی بیخ کنی اور آپ کی دشمنی میں کوئی دقیقہ اٹھانہیں رکھا، ان ہی کے ایک فرد کے ساتھ آپ کا یہ سلوک تھا کہ اس نے پوری زندگی آپ کیساتھ گزار دی، مگر آپ نے ایک روز بھی اس کو اسلام لانے پر مجبور نہ کیا، حالانکہ اس وقت بڑی آسانی سے اسلام کا قلاوہ اطاعت اس کی گردن میں ڈالا جاسکتا تھا، لاکسہ فی الدین کا اس سے پڑھ کر ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے،

لہٰذا اس روایت کو ذہبی نے شخص میں دوسری سند سے ذکر کیا ہے، اور حاکم کی روایت پر کوئی جرح نہیں کی ہے،

مناہدین

اؤکم تغلبی

اؤکم، ہزیم یا ہریم نام، باپ کا نام عبد اللہ تھا، خاندان تغلب کے نصرانیوں سے نسبی
تعلق تھا، زمانہ قبول اسلام کے متعلق کوئی تصریح نہیں مل سکی،

لے نام میں اختلاف ہونے کی وجہ سے بعض لوگوں نے ایک بجائے دو اؤمیون کو شمار کیا ہے، چنانچہ صاحب بذل الجود
نے عین المعبود کے مولف پر استدراک کیا ہے کہ وہ ان دو نون اؤمیون کو ایک سمجھتے ہیں، حالانکہ ایک نہیں، اور وہیں ہریم
کا بھی ہے اور ہزیم صحابی۔ لیکن یہ استدراک میرے خیال میں صحیح نہیں ہے، ارباب جال نے انکو ایک ہی شمار کیا ہے، اسد الغابہ میں ہے کہ
اؤکم اور ہزیم ایک ہی ہیں، صاحب صاب نے بھی اسی کی تائید کی ہے، اور ہریم، تو ہریم ابن عبد اللہ انصاری کا نام کتب جال میں ملتا
لیکن ان کے جی ابن معبد کی روایت ثابت نہیں ہے اور اس نام کا کوئی دوسرا شخص جس کو صحیحی کی روایت بھی ثابت ہو کتب جال میں نہیں
یہ روایت نشانی اور سنن ہی میں بھی ہے، لیکن اس میں اؤکم، ہزیم یا ہریم کے واسطے سڑ روایت نہیں ہے، ابو داؤد میں ہزیم کا نام
آیا ہے، لیکن بخون کے اختلاف کی وجہ سے ان کے نام میں بھی کافی اختلاف ہے، اس لیے ہم نے بھی ارباب جال کے اتباع میں
انکو ایک ہی شمار کیا ہے،

۱۰۵ کی نصرانیوں کی کوئی تصریح نہیں ملتی، لیکن دو قابل ترجیح قرینے موجود ہیں جنکے پیش نظر ہم نے انکو اس فہرست میں لیا ہے،
ایک کہ مدنیوں میں ہے کہ ان بنی تغلب کا نونا انصاری بنو تغلب انصاری تھے اور اس لیے انکا تغلبی ہونا ثابت ہوتا ہے، دوسری کہ
نسبی ابن معبد نے اپنی روایت میں یہ تصریح کی ہے کہ اؤکم ان کے خاندان اور قوم کے اؤقی تھے اور صحیحی ابن معبد کے متعلق معلوم ہے کہ نصرانی اور تغلبی

یہ صحابی بن یا تابعی اس کے بارے میں ارباب رجال کے درمیان اختلاف ہے، صاحب
اسد الغابہ اور صاحب استیعاب نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے، اور صاحب اصحاب نے اپنی
کتاب کی تیسری قسم یعنی مخضرمین میں داخل کیا ہے، جو لوگ ان صحابہ کی فہرست میں داخل کرتے
ہیں غالباً ان کے پیش نظر ابو داؤد کی وہ روایت ہے جس میں ایک تابعی صہبی بن معید نے
ان سے حج میں قرآن کے متعلق دریافت کیا تھا تو انھوں نے صہبی کو اسکی اجازت دیدی تھی،
حدیث کی کتابوں میں یہی ایک روایت ان سے مروی ہے، لیکن ابو موسیٰ نے لکھا ہے کہ
کسی نے اس روایت کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچائی ہے، اور یہی
سبب ہے کہ صاحب اصحاب نے ان کو صحابی شمار نہیں کیا ہے، خود صاحب اسد الغابہ
نے بھی ابو موسیٰ کا یہ قول نقل کر کے کہ ان کی روایت کا سلسلہ سند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
تک نہیں پہنچتا، ان کے صحابی ہونے میں شک ظاہر کیا ہے،
بہر حال اس اختلاف رائے کے باعث ان کی صحابیت کی تعیین نہیں ہو سکی،
اور اسی بنا پر ہم نے ان کو بجائے صحابہ کے زمرہ میں شامل کرنے کے تابعین کی فہرست
میں داخل کیا ہے، زندگی کے دوسرے حالات دستیاب نہیں ہو سکے،

ارمی بن النجاشی

ارمی، ارمی یا اریحانام، نجاشی شاہ حبشہ کے صاحبزادے تھے،

خدمت نبوی میں آمد	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تمام بادشاہوں کو دعوت اسلام
پہلے وفات	کے خطوط و پیغام بھیجے تو شاہ نجاشی کے پاس عمرو بن امیہ کو پیغام دیکر
	بھیجا، شاہ نجاشی نے اس پیغام کا خیر مقدم کیا، اور ساٹھ آدمیوں کے ساتھ اپنے صاحبزادے

ارمی کو خدمت نبوی میں روانہ کیا، لیکن یہ قافلہ راستہ ہی میں، جبکہ وہ ایک دریا کو عبور کر رہا تھا اس کی ہلاکت خیز موجوں کے تدر ہو گیا، اور منزل مقصود کو نہ پہنچ سکا، اگستہ آرمیوں کے اس قافلہ میں صرف ارمی بن النجاشی کا پتہ چل سکا۔

ع خدارحمت کند این عاتقان پاک طہنت را
بقیہ اہل قافلہ تو ان کے وجود کے ساتھ ان کے نام و نشان بھی ہمیشہ کے لیے مٹ گئے،

(۳) اصبح ابن عمرو

نام و نسب | اصبح نام، باپ کا نام عمرو تھا، سلسلہ نسب یہ ہے، اصبح بن عمرو بن ثعلبہ بن حصین ابن ضمکم بن عدی بن جناب، قضاعہ کی ایک شاخ بنو کلب کے تھے، یہ قبیلہ دو مہ اہل نجد کے قریب رہتا تھا، اصبح نے ہمایسائی اور اپنے قبیلہ کے سردار اور حکمران تھے،

اسلام | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام کے لیے حضرت عبد الرحمن ابن عوف کو دو مہ اہل نجد بھیجا تھا، حضرت عبد الرحمن نے وہاں پہنچ کر اہل دو مہ کو اسلام کا پیغام سنایا پہلے روز ان پر کوئی اثر نہیں ہوا، دوسرے روز بھی انھوں نے دعوت دی لیکن ان لوگوں نے کوئی توجہ نہیں کی، تیسرے روز چھ حسب دستور انھوں نے ان کے سامنے اسلام کا پیغام پیش کیا، تو اصبح پر ان کی دعوت کا اثر ہوا، اور انھوں نے نصرا نیت کا قلاوہ گردن سے اتارا اور حلقہ گوش اسلام ہو گئے،

اصبح کی عیال جزادی سے حضرت
عبد الرحمن بن عوف کا نکاح
حضرت عبد الرحمن بن عوف نے انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اصبح کے اسلام کی اطلاع دی، اور اس قبیلہ سے تعلقات قائم رکھنے

کے متعلق بھی دریافت کیا، تو آپ نے ان کو تعلقات کی استواری کے خیال سے اس قبیلہ میں شادی کرنے کی ترغیب دئی، حضرت عبدالرحمان ابن عوف نے تفصیل ارشاد میں اصنع کی صاحبزادی تمار سے نکاح کر لیا، مزید تفصیل تمار کے حالات میں آئے گی،

اس سے پہلے قریش اور بنو کلب وغیرہ میں باہم شادی بیاہ کے تعلقات نہیں تھے، اس لیے کہ قریش اپنی شرافت نسب کے سامنے ان قبائل کو بہت ادنیٰ اور فروتر سمجھتے تھے، لیکن اسلام نے ان معمولی رشتوں اور اضافی اوصاف سے بلند ہو کر دینی اخوت اور اخلاقی ذکر و ار کو شرافت اور رشتہ کا معیار قرار دیا، یہ شادی اس اسلامی مساوات کی پہلی مثال تھی، اصنع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے، لیکن شرف زیارت سے سرفراز نہیں ہوئے، اسی لیے انکا شمار تابعین میں کیا جاتا ہے، اس سے زیادہ ان کے حالات نہیں معلوم ہو سکے،

(۴) اصحیح نجاشی شاہ جیشہ

نام و نسب | اصحیح نام، باپ کا نام ابو جرحہ نجاشی شاہی لقب جیشہ (ابی سینیا) کے بادشاہ تھے، عرب میں عظیمیہ کے نام سے بھی مشہور ہیں،

مسلمانوں کی پہلی ہجرت گاہ | قریش کے ظلم و ستم کا بادل جب یہیم برس گرنے لگا تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہجرت کر جانیکا حکم دیا چنانچہ مسلمانوں کی ایک ٹہنی تعداد مکہ سے جیشہ ہجرت کر گئی جیشہ میں اس وقت ہی اصحیح نجاشی بادشاہ تھے، جسکے ساری عافیت میں پہنچ کر جان نثاران اسلام نے اطمینان کا سانس لیا، نجاشی نے مسلمانوں کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا، قریش کو

۱۰ اصحاب جلد ۱ ۱۱ اصحاب جلد ۲ ذکر تمار سے ۱۲ اصحاب ج ۱ ذکر اصحیح

اس احسان و سلوک کا حال معلوم ہوا تو بڑا پیچ و تاب کھایا، آخر میں طے کیا کہ شاہ نجاشی کے پاس ایک وفد جائے، اور یہ عرضداشت پیش کرے کہ ہمارے ہجر مومن (مسلمانوں) کو ہمارے حوالہ کر دیا جائے، اس قسم کے لیے عمرو بن العاص اور عبداللہ بن حبیب نے خط لکھا جو اس کے پاس پہنچے پہلے تمام پادریوں سے ملے اور تحفے و تحائف پیش کیے، اور مقصد کی تکمیل کے لیے انکو ہموار کر لیا، پھر شاہ نجاشی اٹھ کے دربار میں بارہابی حامل کی اور نذرانہ پیش کیا، نجاشی سے ان کی وجہ دریافت کی، انھوں نے اپنا مطالبہ ظاہر کیا، نجاشی نے پادریوں سے دریافت کیا، انھوں نے بھی یک زبان ہو کر ان کے مطالبہ کی تائید کی، لیکن شاہ نجاشی نے کہا، میں ان لوگوں سے خود بالمشافہ گفتگو کروں گا، اگر وہ لوگ جیسا کہ تم کہتے ہو مجرم ثابت ہوئے تو انکو واپس کر دوں گا، ورنہ جو میری پناہ میں آگیا ہے، اس پر ظلم روا نہیں رکھا جاسکتا، مسلمان دربار میں بلائے گئے، تو اٹھنے ان سے پوچھا کہ تم نے کونسا دین اختیار کیا ہے، جو نہ نصرانیت ہے نہ بت پرستی ہے، اور نہ کسی دوسری قوم کا دین ہے، مسلمانوں کی طرف سے حضرت جعفر نے وکالت کی، اور برسر دربار ایک بہت ہی موثر اور دلنشین تقریر کی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اور اسلام کی اخلاقی خوبیاں بیان کیں، اس کے بعد شاہ نجاشی نے حضرت جعفر سے قرآن کا کچھ حصہ پڑھنے کی فرمائش کی، انھوں نے سورہ مریم کی چند آیتوں کی تلاوت کیں، نجاشی پر رقت طاری ہو گئی، اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اس کے بعد انھوں نے ان دنوں اسلام کو قریش کے حوالہ کرنے سے عاقبتاً انکار کر دیا، اور مسلمانوں کو واپس لے کر مدینہ پہنچا دیا، پھر وہ مدینہ پہنچے، وہاں سے دربار سے نکل آئے،

تھی خبر گرم کہ غالب کے اڑینگے پرے
دیکھنے ہم بھی گئے تھے پر تاشا نہ ہذا

جب قریش کے وفد کو پہلے روز ناکا سیلابی ہوئی تو انھوں نے دو سہرے سے مدینہ پہنچ کر انکو

دربار میں رسائی حاصل کی، اور شاہ نجاشی کے سامنے یہ عرضداشت پیش کی کہ ان مسلمانوں سے حضرت عیسیٰ کے متعلق دریافت فرمایا جائے، مسلمان پھر بلائے گئے، ان کے لیے یہ بڑی آزمائش کا وقت تھا، اگر سچ کہتے ہیں تو شاہ نجاشی ناخوش ہوتا ہے اور اسکے خلاف کہتے ہیں تو دین کے وقار کو صدمہ پہنچتا ہے، آخر انھوں نے یہ طے کیا کہ چاہے جو کچھ بھی ہو انھیں سچ ہی بولنا چاہیے، اس روز بھی حضرت جعفر بنی کفناک کے لیے منتخب ہوئے، انھوں نے فرمایا کہ ہمارے نبی نے ہمیں بتایا ہے کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بندے اس کے کلمہ اور اسکی روح ہیں، نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا کہ خدا کی قسم حضرت عیسیٰ اس تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں ہیں۔ "دربار کے بطریق اور پارسی اس پر بہت ناراض ہوئے، لیکن ان کی ناراضگی کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا، قریش نے جو تحفے تحائف نجاشی کے حضور میں پیش کیے تھے، نجاشی نے سب واپس کر دیا، اور وفود ہان سے نامزد کئے واپس چلا آیا، اسلام | یہ واقعہ بجائے خود نجاشی کے اسلام پر شاہد ہے، لیکن اس کے علاوہ ابو داؤد

میں ابو یوسف سے ایک روایت ہے کہ

قال النجاشی انشہدا ینبئہ

رسول اللہ وانہ الذی

بشیرہ عیسیٰ ابن مریم

نجاشی نے کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ

انحضرت کی آیتیں ساری ساری تمہارے رسول ہیں

اور وہی نبی ہیں جنکی بشارت حضرت عیسیٰ نے دی ہے

بعض روایتوں میں ہے کہ انھوں نے حضرت جعفر کے ہاتھ پر بیعت اسلام بھی کی تھی

خدمت نبوی کی تڑپ | جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام لوگوں کو مسلمان کر دیا اور

بھیجی تو شاہ نجاشی کے پاس بھی اپنا قاصد بھیجا، شاہ نجاشی نے آپ کے قاصد کو پرتیاگ خیر مقدم

کیا، آپ کی رسالت کا اقرار کیا، اور اپنے لڑکے اور عورتوں کو آپ کی خدمت کے لیے بھیجا، اور

لکھا کہ اگر سلطنت کی ذمہ داری کا بوجھ میرے اوپر نہ ہوتا تو میں خود بھی بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر حضور کی کفایت بر واری کی سعادت حاصل کرتا،

وفات | مسلمانوں کے اس عجز اور محسن نے سہ ماہی میں داعی اہل کو لبیک کہا، آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ اسی روز ان کے موت کی اطلاع مل گئی اور آپ نے پڑے رنج و غم کے ساتھ

مدینہ میں ان کی موت کا اعلان کیا، فرمایا کہ مسلمانو! تمہارے پروردگار نے تمہارے انتقال کیا

ان کے لیے وعاد و استغفار کرو، پھر صحابہ کے ساتھ ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی،

فضائل | تفسیر کی روایتوں میں ہے کہ قرآن کی ان آیات

وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَن يُؤْمِنُ

بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ وَمِمَّا

أُنزِلَ إِلَيْهِمْ خَاشِعِينَ لِلَّهِ

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْهِمْ

بعض اہل کتاب ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ

پر اور جو تمہاری طرف نازل ہوا ہے اور جو ان کی

طرف، اللہ سے ڈرتے ہوئے،

جب وہ سنتے ہیں جو کچھ کہ رسول کی طرف

لے ابو داؤد کتاب الجنائز لے بخاری اور تمام کتب حدیث میں یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی روز ان کے موت کی خبر مل گئی تھی، اسی طرح غزوہ موتہ میں بھی آپ کو سپہ سالاران اسلام کی شہادت اور حضرت خالد کے ہاتھوں اس میں فتح کی خبر بھی کسی مادی ذریعہ اطلاع کے بغیر پہنچ چکی تھی، اور آپ نے ان کے بارے میں جو کچھ فرمایا تھا، بعد میں حروف بکرت اس کی تصدیق ہوئی،

لے غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے کے بارے میں فقہاء کے درمیان تھوڑا سا اختلاف ہے، بعض لوگ اس کو عام حکم سمجھتے ہیں، اور اب بھی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے کو جائز سمجھتے ہیں، اور بعض اس کی خصوصیت بتلاتے ہیں، اور بعض لوگ اس کا خیال ہے کہ اگر ایسی کسی جگہ میں کسی مسلمان کا انتقال ہو تو اسکی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے،

مسلم کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ و نجاشی نہیں ہیں جنکی آپ نے نماز جنازہ پڑھی تھی، لیکن حافظ ابن قیم نے اسکی روای کا وہم نہایا ہے

الرَّسُولِ تَرَىٰ أُعْيُنُهُمْ تَفِيضُ
نَازِلٌ هُوَ، تَوْتَمُّ وَيَكْهَوُكَ كَرَانِ كِي اَكْهَوُ
مِنَ الدَّمَاعِ مِمَّا عَرَفُوا مِن لِحْيَتِي
سے آنسو جاری ہو گئے ہیں، یہ اس وجہ سے

کہ انھوں نے حق کو پہچان لیا ہے،

میں دوسرے اہل کتاب کے ساتھ شاہ نجاشی بھی مراد لیے گئے ہیں،

اخلاق | شہادت اوصاف، عدل و انصاف، رحم و کرم اور رعایا پروری کے علاوہ عام انسانی اخلاق
اوصاف سے بھی متصف تھے، اپنے ملک میں منظم و منظم رسیدہ مسلمانوں کے ساتھ انھوں
نے جو حسن سلوک کیا، اس احسان سے امت محمدیہ ہمیشہ گراں بار رہے گی،

(۵) بکا، الراہب

نام و نسب | بکا، نام، شام اصلی وطن تھا، ایک گوشہ نشین اور تارک الدنیا بزرگ تھے،
مشہور ہے کہ چالیس برس تک عبادت گاہ سے باہر قدم نہیں رکھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانہ میں موجود تھے، لیکن شرف زیارت سے مشرف نہ ہو سکے، ذیل کی روایت سے
اس کی تفصیل معلوم ہو جائے گی،

سعد بن العاص صحابی بیان کرتے ہیں کہ میں چھوٹا تھا تو میرے چچا ابان بن سعید
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ برا بھلا کہا کرتے تھے، ایک مرتبہ وہ بفر عن تجارت شام
گئے، وہاں بکا، الراہب سے چوچالیس برس کے بعد عبادت گاہ سے نکلے تھے ملاقات ہوئی،
انھوں نے چاکران سے کہا کہ میری قوم کے ایک فرد نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، بکا،
نے نام دریافت کیا، کہا محمد، پھر پوچھا کتنے زمانہ سے وہ اپنے کو نبی کہتے ہیں، جواب دیا
کہ بیس برس سے، اس کے بعد بکا نے کہا کہ کہو تو میں ان کے صفات بیان کروں، ابان

کہتے ہیں کہ انھوں نے ان کی تمام صفات بیان کیں، اور ذرا غلطی نہیں کی، اس کے بعد کہا کہ خدا کی قسم وہ نبی برحق ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ضرور غالب کریگا، میرا سلام ان کو پہنچا دینا، یہ کہہ کر وہ پھر گرجا میں چلے گئے،

اس ملاقات کا یہ اثر ہوا کہ ابان جب مکہ واپس آئے تو سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دریافت کیے، اور سب سے ملاقات کا سارا واقعہ بیان کیا، اس کے بعد ابان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیا اور پھر کچھ روز کے بعد مسلمان ہو گئے،

(۶) تمام بن یہود

صاحب اصحاب نے لکھا ہے کہ اجبار یہودین سے جو لوگ اسلام لائے تھے، ان میں تمام بن یہود بھی تھے اور اس بنا پر ان کو اپنی کتاب کی قسم اول یعنی صحابہ میں داخل کیا ہے، جس کی کسی دوسرے ماخذ سے تائید نہیں ہوتی، اور خود انھوں نے بھی یعنی صحابہ اصحاب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی ملاقات و روایت کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے، اس بنا پر ہم نے ان کو صحابہ کے بجائے تابعین کی فہرست میں داخل کیا ہے،

(۷) صہبی بن معبد

تمام و نسب | صہبی نام، باپ کا نام معبد تھا، نسباً تغلبی اور مذہباً عیسائی تھے،
اسلام | نصرانیت ترک کر کے اسلام قبول کیا، اور پھر اسی پر خاتمہ ہوا، حدیث کی تمام کتابوں میں ان سے قرآن کے بارے میں ایک مشہور حدیث مروی ہے، وہ یہ ہے،

فرماتے ہیں کہ میں ابھی جدید الاسلام تھا، اور مجھے جہاد کا بڑا شوق تھا، لیکن مجھ پر حج اور عمرے کی ادائیگی بھی فرض تھی، اس لیے میں نے چاہا کہ اسے ادا کر لوں (پھر جہاد میں شرکت کروں) میں اپنی قوم کے ایک بزرگ بزرگ بن عبد اللہ نامی کے پاس گیا، اور ان سے مسئلہ قرآن کے متعلق دریافت کیا، انھوں نے مجھ کو اس کی اجازت دی، حج کے ارکان ادا کر چکا تو مقام عذیب میں سلمان ابن ربیعہ اور زید بن صوحان سے ملاقات ہوئی، ان میں سے ایک نے دوسرے سے میرے بارے میں کہا کہ یہ شخص تمہارے اونٹ سے بھی زیادہ فقیہ ہے (یہ طنز یہ حیلہ تھا کہ مناسک حج سے ناواقف ہے)، میں وہاں سے سیدھا حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا، اور ان سے یہ سارا واقعہ بیان کیا، انھوں نے فرمایا کہ تم نے سنت نبوی کے بالکل مطابق حج کیا ہے،

اسی روایت کو ان کی سوانح حیات کا سرمایہ سمجھنا چاہیے، اس سے زیادہ انکی زندگی کے حالات پر کوئی روشنی نہیں پڑتی،

روایت | حسب ذیل حضرات سے انھوں نے روایت کی ہے،

ابو وائل، مسروق، ابو اسحاق السبسی زین جیش، امام شعبی، ابراہیم نخعی، مجاہد، ابن حبان نے ان کو ثقافت میں شمار کیا ہے، مسلم بن عاتم بھی فرماتے ہیں کہ

تابعی ثقہ ثقہ تابعی تھے،

(۲) صفحہ الاسقف الشہید

نام و نسب | صفحہ نام، روم اعلیٰ وطن تھا، مذہباً عیسائی تھے، ہرقل کے خاص معتمد اور مشیر

لہ ان کا ذکر پہلے آچکا ہے، حج و عمرہ سامعہ کرنے کی اجازت دیدی تھی یہ دونوں آدمی بھی ان ہی کے ہم قوم تھے۔ اس وقت انھوں نے تہذیب التہذیب،

اور قوم کے ریبے پڑے پادری تھے،

اسلام | ہر قتل شہنشاہ روم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وحیہ الکلیٰ کے ذریعہ نامہ اسلام بھیجا، تو ہر قتل نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یقیناً نبی ہیں، لیکن میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے اسلام قبول کیا تو اہل ملک مجھے زندہ نہ چھوڑیں گے، پھر اس نے حضرت وحیہ کو عنقا طرالا کے پاس بھیجا کہ وہ کیارک دیتے ہیں، حضرت وحیہ ان کے پاس آئے تو انھوں نے آپ کی رسالت کی تصدیق کی، اور فرمایا لخر فہ باسہ و وصفہ (ہم ان کے نام اور ان کے صفات سے واقف ہیں) پھر وہ اندر گئے، اپنا مخصوص لباس اتارا، اور سفید لباس پہن کر باہر واپس آئے، اور اسی وقت اہل روم کے پاس گئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور اسلام کی سچائی کا اعلان کیا، یہ اعلان کرنا تھا کہ چاروں طرف سے ان کی قوم نے ان پر ٹرغہ کیا، اور ان کو شہید کر ڈالا،

خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طہیت را

بعض روایتوں میں ہے کہ ہر قتل سے کہا خدا کی قسم یہ وہی نبی ہیں جن کا ہمیں انتظار تھا، اس پر ہر قتل نے آپ کے قتل کا ارادہ ظاہر کیا، تو انھوں نے کہا کہ کچھ بھی ہو، میں تو تابع حق سے بھاگ نہیں سکتا،

(۹) عمیر بن حسین

نام و نسب | عمیر نام، نجران اصلی وطن تھا، مذہباً عیسائی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسلام قبول کر چکے تھے، لیکن شرف زیارت سے بہرہ فراہم نہیں ہو سکے،

لہ اصابت ذکر عنقا طر

اسلام پر استقامت | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب ہجران میں ارتداد

کا فتنہ شروع ہوا تو عمیر نے بڑی استقامت دکھلائی، خود اسلام پر آخری وقت تک

جھے رہے، اور اہل ہجران کو ارتداد سے باز رکھنے کی پوری کوشش کی، انھوں نے

ان کے سامنے یہ پُر اثر تقریر فرمائی کہ

تو اہل ہجران اس وقت اسلام پر زیادہ جھنے کی ضرورت تھی، اور تم اس میں کوتاہی

کر رہے ہو، یقین کے بدشک اور کل کے دین کے بعد آج (یعنی نصرا نیت کے بعد

اسلام) کے دین میں زیادہ سوچنے کی ضرورت تھی، تم کو چاہیے تھا کہ اسلام پر جھے رہتے،

کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی ہدایت کی روشنی تمہیں نصیب ہوتی، پھر اس کے بعد

یہ اشعار پڑھے:

یا اهل ہجران امسکو ابھدی

اللہ کو نوایداً علی الکفء

لا تكونوا بعد الیقین الی

الشک و بعد الرضا الی الکفء

واستقیموا علی الطریقة فیہ

وكونوا کھیئة الانصار

(۱) کعب احبار

نام و نسب | کعب نام، ابو اسحق کنیت، نسائین کے مشہور حمیری خاندان کی شاخ آل ذبی

رودین سے تھے، نسب نامہ یہ ہے، کعب بن مارتع بن ہینوع بن قیس بن معن بن حشم

ابن وائل بن عوف بن جہر بن عوف بن زہیر بن امین بن حمیر بن سبا بن حمیری،

۱۔ اصابع جلد ۲

۲۔ بیان غالباً انصار سے حواری مراد لیا ہے، مدینہ کے مسلمانوں

کا مخصوص گروہ مراد نہیں ہے،

اسلام اور درودِ مدینہ کعب مشہور تابعی ہیں، قبولِ اسلام سے پہلے یہود کے جید علماء میں شمار کیے جاتے تھے، عہد رسالت میں موجود تھے لیکن صحیح روایت کے مطابق اس عہد بابرکت میں وہ اسلام کی سعادت حاصل نہ کر سکے، اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی زمانہ میں مشرف باسلام ہو گئے تھے، کعب کا بیان ہے کہ علیؑ جب یمن آئے تو ان کی خدمت میں حاضر ہو کر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف پوچھے، انہوں نے بتائے، تو میں مسکرایا، علیؑ نے مسکرانے کا سبب پوچھا، میں نے کہا، ہمارے یہاں (نبی آخر الزمان کے) جو علامات بتائے گئے ہیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتے ہیں، اسی لیے مجھے منسی آگئی، اس سوال و جواب کے بعد میں مسلمان ہو گیا، اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے لگا، لیکن قیام میں ہی میں رہا، عمر کے عہد میں ہجرت کر کے مدینہ گیا، کاش میں نے اس سے پہلے ہجرت کی ہوتی، ایک روایت یہ ہے کہ وہ حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں اسلام لائے،

لیکن یہ دونوں روایتیں کمزور ہیں، اس باب میں صحیح ترین روایت وہ ہے جو طبقات ابن سعد میں کعب کے حلیف حضرت عباسؓ سے مروی ہے، جس سے خود کعب کی زبان سے حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ان کا اسلام لانا ثابت ہوتا ہے، سعید بن مسیب کا بیان ہے کہ حضرت عباسؓ نے کعب کے اسلام لانے کے بعد ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ کے زمانہ میں قبولِ اسلام میں کیا چیز مانع تھی کہ عمرؓ کے زمانہ میں اسلام لائے، جواب دیا کہ میرے والد نے مجھ کو توراہ سے ایک تحریر نقل کر کے دی تھی، اور ہدایت کی تھی کہ اس پر عمل کرنا، دوسرے اپنی تمام مذہبی کتابوں پر ہر لگا کر مجھ سے حتیٰ ابوت کا واسطہ لگا

۱۔ اصباح ۵ ص ۳۲۲ کعب کے حالات تابعین سے نقل کیے گئے ہیں، آخر میں اور کہیں کہیں درمیان میں کچھ اضافہ درج ہے۔
۲۔ ایضاً

وعدہ کیا تھا کہ اس کو نہ توڑنا، تو میں نے اس کو نہیں توڑا، اور والد جو تحریر دے گئے تھے، اس کے مطابق میں عمل کرتا رہا، جب اسلام کی اشاعت اور اس کا غلبہ ہونے لگا، اور کسی خوف باقی نہیں رہ گیا تو اس وقت میں نے دل میں خیال کیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ والد نے مجھ سے کچھ علم چھپایا ہے، مجھے ان کتابوں کو کھول کر دیکھنا چاہیے، چنانچہ میں نے ہر توڑ کر کتابیں پڑھیں تو مجھ کو نظر آیا کہ ان میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی امت کے اوصاف لکھے ہیں، اس وقت مجھ پر اصل حقیقت روشن ہوئی اور آ کر مسلمان ہو گیا، قبول اسلام کے بعد وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ کے حلیف بن گئے تھے،

فضل و کمال | کعب یہود کے بڑے ممتاز اور نامور علماء میں تھے، یہودی مذہب کے متعلق ان کی معلومات

نہایت وسیع تھیں، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ علم کا طرف اور اہل کتاب کے علمائے کبار میں تھے، امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کے وفور علم اور توشیح پر سب کا اتفاق ہے، وہ اپنی وسعت علم کی وجہ سے کعب احبار اور کعب الجبر کہے جاتے تھے، ان کے مناقب بکثرت ہیں اور ان کے اقوال و حکم بہت مشہور ہیں، اکابر صحابہ ان کی وسعت نظر کے معترف تھے، ابوورداء انصاری کا حمص میں کعب کا بڑا ساتھ ہا تھا فرماتے تھے کہ ابن حمیرہ کے پاس بڑا علم ہے، امیر معاویہؓ کہتے تھے کہ ابوورداء حکم، میں ہیں اور کعب علماء میں ان کے پاس سمندر جیسا اتھاہ علم تھا،

چونکہ ایک مذہب کے وہ ایک بڑے عالم تھے، اس لیے اسلامی علوم کے ساتھ بھی انہیں خاص مناسبت ہو گئی تھی، مدینہ میں صحابہ سے انہوں نے کتاب سنت کی تعلیم حاصل کی تھی،

۱۔ ابن سعد، ق ۲ ص ۱۵۶ تذکرۃ الخلفاء ج ۱ ص ۴۵ ۳۔ تہذیب الاسما ج ۱ ق ۲ ص ۶۹

۲۔ ابن سعد، ق ۲ ص ۱۵۶ ۵۔ اصابع ج ۵ ص ۳۳۳

اور صحابہ نے ان سے اہل کتاب کے علوم سیکھے تھے،

کتاب وسنت میں انھوں نے حضرت عمرؓ، صہیبؓ اور حضرت عائشہؓ سے استفادہ کیا

تھا، اور اسرار سلیمانؑ میں صحابہ میں ابو ہریرہؓ، معاویہؓ، ابن عباسؓ اور تابعین میں مالک بن

ابی عامر، اصحبی، عطاء بن ابی رباح، عبداللہ بن رباح انصاری، عبداللہ بن حمزہ سلوی، ابورا

صانع، عبدالرحمن بن شعیب اور ایک کثیر جماعت ان سے فیضیاب ہوئی تھی،

علم اور علماء اور زوالِ علم | ایک مرتبہ عبداللہ بن سلام نے ان سے پوچھا کہ کعب، علماء کون لوگ

ہیں، جواب دیا جو علم جانتے ہیں، ابن سلام نے پوچھا کونسی شے علماء کے دلوں سے علم کو زائل

کر دے گی، فرمایا طمع، حرص اور لوگوں کے سامنے اپنی حاجت پیش کرنا، عبداللہ

ابن سلام نے کہا، تم نے سچ کہا،

شام کا قیام | کعب کا آبائی مذہب یہودیت تھا، اس لیے پہلے سے ان کو ارضِ شام کیساتھ

دلی لگاؤ تھا، مسلمانوں کے نزدیک بھی یہ سرزمین مقدس و محترم ہے، اس لیے چند دنوں میں

میں قیام کرنے کے بعد کعب شام چلے گئے، اور حمص میں جا کر سکونت اختیار کر لی،

مواظظ | شام کے زمانہ قیام میں ان کا مشغلہ زیادہ تر اسرائیلی قصص کے مواظظ تھے، ایک مرتبہ

عوف بن مالک نے دورانِ وعظ میں ان سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

سنا ہے کہ امیر، مامور اور مسکف کے علاوہ لوگوں کے سامنے اور کسی کو مواظظ و قصص

زیبا نہ بیان کرنے چاہئیں، یہ سن کر کعب نے وعظ کوئی چھوڑ دی، لیکن پھر امیر کے حکم سے دوبارہ

وہ سلسلہ جاری کر دیا،

۱۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۵ ۲۔ تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۸ ۳۔ اصحاب ج ۵ ص ۲۲

۴۔ ابن سعد ج ۲ ص ۱۵۶ ۵۔ اصحاب ج ۵ ص ۲۲۳

اسلامی روایات میں کعب کی علمی جلالت میں کوئی شک نہیں، وہ یہودی مذہب کے اسرائیلیات کا شمول بڑے نامور عالم تھے، لیکن چونکہ خود یہودیوں کا سرمایہ علم زیادہ تر قصص و حکایات تھیں، اس لیے کعب کا سرمایہ معلومات بھی تمام تر ہی تھا، اس سے ایک نقصان یہ ہوا کہ بہت سی بے سرو پا اسرائیلی روایات ان کے ذریعہ اسلامی طریقہ میں داخل ہو گئیں۔ اسی بنا پر بعض ائمہ حدیث کعب کو روایات میں ساقط الا اعتبار سمجھتے ہیں۔

وفات حضرت عثمان کے عہد خلافت ۳۲ھ میں شام میں وفات پائی،

(۱۱) محمد بن کعب القرظی

نام و نسب محمد نام، ابو جھرہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، محمد بن کعب بن حبان بن سلیم بن اسد قرظی، ان کے والد کعب بنی قریظہ کے یہودی اور انصار کے قبیلہ اوس کے حلیف تھے، غزوہ قریظہ میں گرفتار ہوئے، لیکن بہت کمسن تھے، اس لیے چھوڑ دیے گئے،

فضل و کمال محمد بن کعب بڑے فاضل اور بلند مرتبہ تابعی تھے، ابن حبان کا بیان ہے کہ وہ علم و فقہ میں مدینہ کے فاضل ترین علماء میں تھے، امام نووی لکھتے ہیں کہ وہ بڑے علماء اور ائمہ تابعین میں تھے،

قرآن ان کو قرآن و حدیث و روایات میں یکساں کمال حاصل تھا، عجمی ان کو ثقہ و جل صاحب اور عالم قرآن لکھتے ہیں، عون بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ میں نے تاویل قرآن کا

آہ ابن سعد ج ۶ ق ۲ ص ۱۵۶ ان کے حالات تابعین سے نقل کیے گئے ہیں،

۱۲ تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۲۲۱ تہذیب الاسماء ج اول ق ۱ ص ۹۰،

تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۲۲۱

ان سے بڑا عالم نہیں دیکھا، حافظ ذہبی ان کو مفسر قرآن لکھتے ہیں،

قرآن میں تدبر و تفکر قرآن کے معنی میں تدبر و تفکر بھی آپ کی خصوصیت تھی، ایک مرتبہ رات میں سورہ زلزالی اور سورہ القارعہ پڑھنا شروع کیں، اور پوری رات ان ہی سورتوں کے معانی و مطالب میں تدبر و تفکر کرتے رہے، یہاں تک کہ سپیدہ صبح نمودار ہو گیا،

فرماتے تھے، قرآن کے معنی کا مجھ پر اس قدر ورود اور ہجوم ہوتا ہے کہ رات کی رات کٹ جاتی ہے، پھر بھی معانی کا ہجوم اور آمد ختم نہیں ہوتی،

تفسیر کی کتابوں میں صد ہا ایٹوں کی تفسیر میں ان کے اقوال ملین گے، ان میں سے بیشتر میں کوئی نہ کوئی لفظی یا معنوی مذرت ضرور ہوگی،

حدیث | حدیث کے بھی وہ ممتاز حافظ تھے، علامہ ابن سعد ان کو ثقہ عالم اور کثیر الحدیث

لکھتے ہیں، حدیث میں انھوں نے معاویہ، کعب بن عجرہ، ابو ہریرہ، زید بن ارقم، عبداللہ ابن عباس، عبداللہ بن عمرو بن العاص، عبداللہ بن یزید خطمی، عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب، براہ بن غازیہ، جابر اور انس بن مالک سے استفادہ کیا تھا،

ان سے فیض اٹھانے والوں میں ان کے بھائی عثمان حکم بن عتبہ، یزید بن ابی زیاد

ابن عجلان، موسیٰ بن عبیدہ، ابو معشر، ابو جعفر خطمی، یزید بن الہاد، ولید بن کثیر، محمد بن المنکدر، عاصم بن کلیب، ایوب بن موسیٰ، ابن ابی المہالی، ابی المقدام اور ہشام بن زیاد وغیرہ لائق ذکر ہیں،

۱۔ تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۲۱۱ ۲۔ ایضاً ۳۔ ایضاً ۴۔ اول الاسلام ذہبی ج ۱ ص ۵۶،

۵۔ تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۲۱۱ ۶۔ ایضاً

فقہ فقہین مدینہ کے ممتاز فقہائین شمار تھا،

کان من افاضل اهل المداینہ علم وفقہ کے اعتبار سے مدینہ
علما وفقہاء کے فضلائین تھے،

زہد و ورع | زہد و ورع کی دولت سے بھی بہرہ مند تھے، ابن سعد ان کو علماء مشہورین سے
میں شمار کرتے ہیں اور حافظ ذہبی زہد سے ابن عماد حنبلی لکھتے ہیں کہ کعب علم صلاح اور ورع
سے منصف تھے،

ان کی پاکبازی کی شہادت | زندگی کے ہر زمانہ میں نہایت پاکباز اور پاک نفس رہے،
ان کی والدہ کی زبانی | بااثر ہمہ دعا مغفرت و توبہ و استغفار میں ہر وقت مشغول رہتے
تھے، یہ دیکھ کر ان کی والدہ فرماتی تھیں محمد! اگر تمہاری پاکبازانہ زندگی میرے سامنے نہ
ہوتی تو تمہاری دن رات کی گریہ و زاری اور توبہ و استغفار سے میں سمجھتی کہ تم نے کوئی
بہت بڑا گناہ کیا ہے، لیکن میں نے تمہیں بچپن میں بھی پاکباز اور پاک نفس پایا، اور بڑے
ہونے پر بھی ویسا ہی پارہی ہوں،

محمد بن کعب نے فرمایا، امان جان! آپ جو سمجھتی ہیں وہ ٹھیک ہی، لیکن میں اپنے کو گناہوں
سے مامون نہیں پاتا، ہو سکتا ہے کہ مجھ سے کوئی ایسی لغزش ہو گئی ہو جو خدا سے تعالیٰ کے
غضب اور ناراضگی کا باعث ہو، اسی وجہ سے میں ہر وقت استغفار کیا کرتا ہوں،
زرین اقوال | فرماتے تھے اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کو بھلائی کی توفیق دیتا ہے تو اس میں
تین خصلتیں پیدا کر دیتا ہے، دین میں سمجھ، دنیا سے بے رغبتی، اور عیب پوشی،

فرمایا جو قرآن پڑھے گا وہ عقل کی دولت سے ضرور بہرہ ور ہوگا، چاہے اس کا سن

۱۰ تہذیب و تہذیب ج ۹ ص ۲۱۱ ۱۱ ایضاً ۱۲ ایضاً ۱۳ ایضاً ۱۴ ایضاً ۱۵ ایضاً ۱۶ ایضاً ۱۷ ایضاً ۱۸ ایضاً ۱۹ ایضاً ۲۰ ایضاً ۲۱ ایضاً ۲۲ ایضاً ۲۳ ایضاً ۲۴ ایضاً ۲۵ ایضاً ۲۶ ایضاً ۲۷ ایضاً ۲۸ ایضاً ۲۹ ایضاً ۳۰ ایضاً ۳۱ ایضاً ۳۲ ایضاً ۳۳ ایضاً ۳۴ ایضاً ۳۵ ایضاً ۳۶ ایضاً ۳۷ ایضاً ۳۸ ایضاً ۳۹ ایضاً ۴۰ ایضاً ۴۱ ایضاً ۴۲ ایضاً ۴۳ ایضاً ۴۴ ایضاً ۴۵ ایضاً ۴۶ ایضاً ۴۷ ایضاً ۴۸ ایضاً ۴۹ ایضاً ۵۰ ایضاً ۵۱ ایضاً ۵۲ ایضاً ۵۳ ایضاً ۵۴ ایضاً ۵۵ ایضاً ۵۶ ایضاً ۵۷ ایضاً ۵۸ ایضاً ۵۹ ایضاً ۶۰ ایضاً ۶۱ ایضاً ۶۲ ایضاً ۶۳ ایضاً ۶۴ ایضاً ۶۵ ایضاً ۶۶ ایضاً ۶۷ ایضاً ۶۸ ایضاً ۶۹ ایضاً ۷۰ ایضاً ۷۱ ایضاً ۷۲ ایضاً ۷۳ ایضاً ۷۴ ایضاً ۷۵ ایضاً ۷۶ ایضاً ۷۷ ایضاً ۷۸ ایضاً ۷۹ ایضاً ۸۰ ایضاً ۸۱ ایضاً ۸۲ ایضاً ۸۳ ایضاً ۸۴ ایضاً ۸۵ ایضاً ۸۶ ایضاً ۸۷ ایضاً ۸۸ ایضاً ۸۹ ایضاً ۹۰ ایضاً ۹۱ ایضاً ۹۲ ایضاً ۹۳ ایضاً ۹۴ ایضاً ۹۵ ایضاً ۹۶ ایضاً ۹۷ ایضاً ۹۸ ایضاً ۹۹ ایضاً ۱۰۰ ایضاً

سو برس کا کیوں نہ ہو گیا،

فرمایا کہ کچھ لوگوں کے اوپر اور کچھ لوگوں کے واسطے زمین روتی ہے، پھر فرمایا چو لوگ بھلائی کرتے ہیں، ان کے واسطے زمین روتی اور دعا کرتی ہے، اور جو لوگ برائی کرتے ہیں ان کے اوپر زمین روتی اور دعا کرتی ہے، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی،

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ
 زمین و آسمان ان پر نہیں روتے،

روسٹے سے مراد ہمدردی و شہادت ہے، اس لیے کہ قیامت میں ہمارے اعمال کے

بارے میں ہر چیز سے شہادت لی جائے گی،

آپ سے پوچھا گیا کہ خذلان اور حرمان کی علامت کیا ہے، فرمایا کہ اچھے کو برا اور برے

کو اچھا سمجھنا،

ذکر الہی | فرماتے تھے۔ اگر ترک ذکر کی رخصت دی جاسکتی تو رب سے پہلے حضرت زکریا کو رخصت ملتی، کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے تین دن تک بولنے سے منع کر دیا تھا، مگر اسی کے ساتھ یہ حکم بھی تھا کہ ذکر الہی کثرت سے کرو،

پھر یہ آیت تلاوت کی،

تھامے لیے نشانی یہ ہو کہ تین روز تک کسی شخص سے

أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ كُنْتُمْ

بجرا شکے کے بات نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر زیادہ

أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ كُنْتُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ

پھر فرمایا کہ دوسرے مجاہدین فی سبیل اللہ کو اس کی رخصت مل سکتی تھی، لیکن ان کے متعلق

فرمایا گیا ہے، پھر یہ آیت پڑھی

اسے ایمان والو جب تم سے دشمن کی کسی جھوٹ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ كُنْتُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ

فِدْعَةٌ فَاتَّبِعُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا
سے مندر پھر ہو جا، تو ثابت قدم رہو اور ذکر الہی زیادہ کرو،

وفات ۱۰۸۰ھ میں وفات پائی،^۳

نعیم الحبر (۱۲)

نعیم نام تھا، شام کے رہنے والے اور مذہباً عیسائی تھے، کعب احبار کی طرح ان کا شمار بھی علماء سے اہل کتاب میں تھا، چنانچہ حبر (عالم) ان کے نام کا جز ہو گیا تھا، مزدوری کر کے گزارا کرتے تھے،^۳

مطرف بن مالک تابعی بیان کرتے ہیں کہ عہد فاروقی میں جب تشریح ہو تو مالِ عنینت میں ایک برتن ہاتھ آیا جس میں ایک کتاب تھی، ہمارے ساتھ ایک نصرانی مزدور تھا جس کا نام نعیم تھا، اس نے ہم لوگوں سے کہا کہ یہ برتن مع کتاب میرے ہاتھ فروخت کر دو! ابو موسیٰ اشعریٰ اور دوسرے صحابہ کتاب فروخت کرنا نہیں چاہتے تھے، لیکن ہم لوگوں نے برتن کو اس کے ہاتھ فروخت کر دیا، اور کتاب ہدیہ دیدی ابو موسیٰ اشعریٰ نے حضرت عمرؓ کو اسکی اطلاع دی، حضرت عمرؓ نے لکھا کہ یہ کسی نبی کی کتاب ہے، اس کو دفن کر دینا چاہیے، بعض روایتوں میں ہے کہ نعیم خود اس برتن کو فروخت کرنے کے لیے مسلمانوں کے پاس آئے، انھوں نے برتن خرید لیا اور کتاب ان کو ہدیہ کر دی،^۳

قبول اسلام | مطرف بن مالک ہی راوی ہیں کہ مجھے بیت المقدس جانے کا اتفاق ہوا، وہاں نعیم سے ملاقات ہوئی، میں نے ان سے پوچھا کہ تمہاری نصرانیت کا کیا حال ہے؟ نعیم نے کہا کہ میں تو اب دینِ حنیف (یعنی اسلام) میں داخل ہو گیا ہوں،

۱۰۸۰ھ تذرات الذہب ج ۱ ص ۱۳۶ ۱۰۸۰ھ اصحاب ذکر نعیم ۳۰۰ھ ایضاً

بیت المقدس میں نعیم اور کعب کی دعوتِ اسلام اور علی اہل کتاب قبولِ اسلام

مطرف بیان کرتے ہیں کہ اس سفر میں نعیم کے ساتھ کعب اجبار بھی تھے جب ان کے آمد کی اطلاع یہود کو ملی تو وہ ان کے

گرد جمع ہو گئے، کعب اجبار کو جو کتاب نستر میں ملی تھی، انھوں نے اس کو یہود کے سامنے پیش کیا، اور کہا کہ یہ ایک قدیم کتاب ہے، جو تمہاری زبان (غالباً عبرانی) میں ہے، اس کو پڑھو، ایک شخص نے پڑھنا شروع کیا، جب وہ ایک خاص جگہ پر پہنچا، تو اس نے کتاب زمین پر ٹپک دی، نعیم اس کی حرکت سے بہت ناخوش ہوئے، اور کتاب کو انھوں نے اپنی گود میں اٹھالیا، اور ان سے کہا کہ اب میں ہرگز اس کتاب کو تمہیں نہیں دوں گا، لیکن انھوں نے جب بہت منت سماجت کی تو نعیم نے کہا کہ چھاپیں اسے اپنے زانو پر رکھ کر بیٹھا ہوں، تم میں سے کوئی شخص پڑھے، چنانچہ کتاب ان کے ہاتھ میں تھی، اور ایک شخص اسے پڑھ رہا تھا، جب وہ پڑھتے پڑھتے اس آیت

وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا

جو اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین چاہیگا،

فَلَنُؤْتِيَنَّ مِنْهُ

اس سے وہ قبول نہیں کیا جائیگا،

پہنچا تو تقریباً بیس علماء یہود اسی وقت حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے، افسوس ہے کہ اس سے زیادہ ان کے حالات معلوم نہیں ہو سکے،

لہ اس سے پہلے والے شخص نے غالباً اسی آیت پر پہنچ کر غصہ میں کتاب پھینک دی تھی، یہ آیت قرآن کی ہے، لیکن اسی واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ کتب قدیمہ میں اس آیت کی پیشین گوئی موجود تھی، نعیم نے دوسرے سے ایسے پڑھوایا کہ ان کے پڑھنے سے یہود کو شبہہ ہوتا،

(۱۳) وہب بن منبہ

وہب بن منبہ کی عام کتب سماوی خصوصاً توراہ اور انجیل سے واقفیت اور ان سے متعلق ان کے معلومات کی کثرت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اہل کتاب میں سے تھے، لیکن چونکہ وہ باب جہاں میں سے کسی نے ان کے اہل کتاب ہونے کی تصریح نہیں کی ہے، اس لیے مجھے ان کو اس فہرست میں داخل کرنے سے تامل تھا، لیکن ابن ندیم کی یہ تصریح مل جانے کے بعد کہ اہل کتاب میں سے جو لوگ ایمان لائے تھے، ان میں وہب بن منبہ بھی تھے، زمرہ اہل کتاب تابعین میں داخل کر لیا گیا،

مگر اس کے بعد ایک دوسرا سوال کہ وہ عیسائی تھے یا یہودی باقی رہ جاتا ہے، ان میں سے کسی ایک کی تصریح نظر سے کہیں نہیں گزری، لیکن کتب تفسیر میں عام طور پر اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں خاص طور سے ان کے جو اقوال نقل کئے ہیں، ان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ عیسائی لڑکچڑکے مقابلہ میں یہودی لڑکچڑ سے زیادہ واقف تھے، نیز سیف بن ذی یزن مبنی یہودی سے ان کا عزیزانہ تعلق بھی تھا، اس سے قیاس ہوتا ہے کہ وہ یہودی رہے ہوں گے

اب اس مختصر تمہید کے بعد ان کے حالات لکھے جاتے ہیں،

نام منبہ | وہب نام، ابو عمید الشہر کنیت، نسب نامہ یہ ہے، وہب بن منبہ بن کامل بن یحییٰ ابن ذی کنانہ مبنی صمدانی، ایک روایت یہ ہے کہ وہب عجمی النسل تھے، ان کے والد منبہ کسری کے زمانہ میں جب اس نے سیف بن ذی یزن حمیری کی قیادت میں حبشہ پر ہمراہی بھیجی تھی،

لے فہرست ابن ندیم ص ۲۲۰ یہ حالات زیادہ تر تابعین سے ماخوذ ہیں

تھے اور پھر یہیں آباد ہو گئے اور عبد نبوی بن مشرف باسلام ہوئے،

پیدائش ۳۲۰ھ میں پیدا ہوئے،

فضل و کمال | اسلامی علوم میں وہ سب کا کوئی خاص ورجہ نہ تھا، بلکہ جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا

کہ بقابلہ اس کے وہ دوسرے مذاہب کی کتابوں اور صحیفوں کے عالم تھے، تاہم وہ اسلامی علوم سے بیگانہ نہ تھے، تابعین میں ممتاز شخصیت کے مالک تھے، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ وہ جلیل القدر تابعی ہیں، ان کی توثیق پر سب کا اتفاق ہے،

حدیث | حدیث میں متعدد صحابہ سے فیضیاب ہوئے تھے، حضرت ابو ہریرہ، جابر بن عبد اللہ

عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر و بن العاصی، ابو سعید خدری، انس بن مالک، اور نعمان ابن بشیر سے ان کی روایات ملتی ہیں،

ان کے صحابہ اور سے عبداللہ و عبدالرحمن اور یحییٰ بن عبدالصمد اور عقیل اور عامر لوگوں میں

عمر و بن زینار، سماک بن فضل اور اسرائیل وغیرہ نے ان سے سارے حدیث کیا تھا،

فقہ | ان کے تفسیر کے سلسلہ میں حضرت اسقدر معلوم ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں ان کے عمدہ قصا پر نامور تھے،

غیر مذاہب کے صحیفوں کا علم | وہ سب دوسرے مذاہب کے صحیفوں کے بڑے نامور عالم تھے،

بلکہ اس بارہ میں ان کی جماعت میں ان کا کوئی مقابل نہ تھا، امام نووی لکھتے ہیں کہ وہ گذشتہ کتابوں کے علم و معرفت میں مشہور ہیں، حافظ وہی لکھتے ہیں کہ یہ بڑے وسیع العلم تھے، اور اپنے زمانہ میں کعبہ اجہار کے نظیر مانے جاتے تھے،

لہذا ذکرہ الحفظ جلد اول ص ۸۸، تہذیب الاسماء جلد اول ص ۱۲۹، تہذیب التہذیب جلد اول ص ۱۶، ایضاً،

تہذیب التہذیب جلد اول ص ۵۵، تہذیب الاسماء جلد اول ص ۱۲۹، ذکرہ الحفظ جلد اول ص ۸۹،

استقصاء سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے بانو سے الہامی کتابوں کا مطالعہ کیا تھا، جن میں سے بعض ایسی تھیں جن کے متعلق لوگوں کو کم واقفیت ہے، واؤد بن قیس صنعانی کا بیان ہے کہ میں نے وہی سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے بانو سے آسمانی کتابیں پڑھیں جن میں سے بہتر کتبیں ہیں اور لوگوں کے پاس موجود ہیں، اور بائیس کتابوں کا علم بہت کم لوگوں کو ہے، ان تمام کتابوں میں یہ مضمون مشترک ہے کہ جو انسان مشیت کی نسبت اپنی طرف کرتا ہے وہ کافر ہے، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تیس کتابیں ایسی پڑھی تھیں جو تیس بیبوں پر اتری تھیں، ان دونوں روایتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے، بلکہ دونوں صحیح ہیں، تیس کتابیں ایسی رہی ہوں گی جن کی حیثیت مستقل مصاحف کی ہوگی، اور بقیہ مستقل کتابیں نہ رہی ہوں گی، اس قدر مسلم ہے کہ وہ کتب ماضیہ کے سب سے بڑے عالم تھے، اور قدیم صحیفوں کے مشہور اور نامور علماء کعب احبار اور عبداللہ بن سلام دونوں کا مجموعی علم ان کی تنہا ذات میں جمع تھا،

تصنیفات | عہد اسلام میں فن تاریخ پر سب سے پہلی کتاب حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں اشجار الملوک

لکھی گئی، اس کے بعد وہب بن منبہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ انھوں نے اس فن پر ایک مفید کتاب

”ذکر الملوک“ لکھی، یہ اس وقت ناپید ہے، لیکن ساتویں صدی تک موجود تھی، علامہ ابن خلکان

نے اس کتاب کو دیکھا تھا، انھوں نے لکھا ہے کہ اس میں من کے متعلق بہت مفید معلومات

ہیں، اور اس میں ملوک حمیر کے اخبار و انساب اور ان کے مقابلہ و انشعار کا تذکرہ تفصیل سے

موجود ہے، (ابن خلکان ص ۱۸۰ ج ۲)

اس کتاب کے علاوہ صاحب کشف الظنون نے ان کی اور ایک کتاب کا تذکرہ

کیا ہے، کشف الظنون کی عبارت یہ ہے،

لہ ابن سعد ج ۵ ص ۳۹۶

اول من صنف فی المقازی
 عروۃ بن الزبیر وجمعها ایضاً
 منازی میں سب سے پہلے عروہ بن زبیر نے
 تصنیف کی، اس کے بعد اس فن کو وہب
 وہب بن منبہ
 ابن منبہ نے جمع کیا،

اس کتاب کا ایک نسخہ ہیڈن برگ (جرمنی) میں موجود ہے، اس نسخہ پر سنہ کتابت
 ۲۲۸ھ درج ہے، اور راوی کا نام محمد بن بکر عن ابی طلحہ عن عبد المنعم عن ابیہ عن ابی ایس
 عن وہب بن منبہ ہے، وہب نے اپنی عادت کے مطابق اس میں بھی اسناد کا استعمال نہیں کیا ہے
 اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں انھوں نے کہیں اسراہیلیات کو داخل
 نہیں کیا ہے، (صحیح الاسلام ج ۲ ص ۳۲۳)

غنائل اخلاقی | وہب فطرۃ نہایت صالح تھے، دینی کتابوں کے مطالعہ نے ان کو اور زیادہ
 حلیم اور عبادت گزار بنا دیا تھا، وہ عابد شب زندہ دار تھے، ساری ساری رات عبادت
 کرتے تھے، کابل میں سال تک انھوں نے عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی، طبیعت میں
 نرمی اس قدر تھی کہ کسی ذمی روح کے لیے ان کی زبان سے گالی یا درشت کلمہ نہ نکلا۔
 غیر معتبر روایات | لیکن کعب احبار کی طرح ان کی ذات بھی مسلمانوں میں غیر معتبر اسراہیلیت کی
 اشاعت کا باعث ہوئی،

حکیمانہ مقولے | حلیۃ الاولیاء میں وہب بن منبہ کے بہت سے حکیمانہ اقوال درج ہیں، ان میں سے
 چند یہاں نقل کیے جاتے ہیں، فرمایا کہ بے عمل اور آوارہ آدمی حکما میں نہیں ہو سکتا (ج ۱ ص ۱۷)
 فرمایا کہ حضرت لقمانؑ نے اپنے صاحبزادے کو نصیحت کی کہ اے نور چشم اہل ذکر اور اہل غفلت
 کی مثال نور اور ظلمت کی ہے، یعنی اہل ذکر میں خدا کا نور ہوتا ہے، اور اہل غفلت میں ظلمت ہوتی ہے
 ایک بار نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ترازدک کے پلروں کی طرح ہر چیز کے دو کنارے

ہوتے ہیں، اگر ایک کو پکڑو گے تو دوسرا جھک جائیگا، اس لیے چاہیے کہ وسط کو پکڑو، تاکہ
 دونوں میں سے کوئی نہ جھکنے پائے، یعنی ہر کام میں اعتدال ملحوظ رکھنا چاہیے، (ج ۲ ص ۳۵)
 فرمایا: ہر چیز ابتدا میں چھوٹی ہوتی ہے، پھر آہستہ آہستہ بڑھی ہو جاتی ہے، لیکن مصیبت
 کا حال اس کے بالکل عکس ہے، وہ ابتدا میں بڑھی ہوئی ہے پھر آہستہ آہستہ چھوٹی ہو جاتی
 ہے، یعنی اس کا اثر گھٹ جاتا ہے، (ج ۲ ص ۶۳)

فرمایا جو شخص علم حاصل کرتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا اسکی مثال اس طبیب کی سی ہے
 جس کے پاس دوا اور شفا کا سامان موجود ہے، لیکن وہ انھیں استعمال نہیں کرتا (ج ۲ ص ۷۱)
 کسی نے ان سے دریافت کیا کہ ایک شخص نماز میں طویل قیام کرتا ہے، اور دوسرا سجدہ
 میں، دونوں میں کون افضل ہے، فرمایا: جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ نفعی اور محبت رکھتا ہو (ص ۳)
 فرمایا منافق کی ایک پہچان یہ ہے کہ وہ تعریف کو پسند کرتا ہے اور تنقید کو ناپسند (ص ۳)
 فرمایا: اگر کسی بچہ میں دو وصف موجود ہوں تو اس سے رشد و صلاح کی توقع ہے،

ایک حیا، دوسرے خوف (ص ۳)

ایک مرتبہ فرمایا کہ ہر چیز کی کوئی نہ کوئی علامت اور شناخت ہوتی ہے، وہیں کی علامت
 تین چیزیں ہیں، ایمان، علم اور عمل، پھر ایمان کی بھی تین علامتیں ہیں، اللہ پر ایمان، اللہ کے
 رسولوں اور اس کی کتابوں پر ایمان، عمل کی بھی تین شناخت ہے، نماز، روزہ، زکوٰۃ،
 علم کی تین علامتیں یہ ہیں، اللہ کا اور اس کی رضا اور عدم رضا کا علم، تصنع اور تکلف کرنے والوں
 کی تین پہچان ہے، جو اس سے اونچے ہوتے ہیں ان کا ہر چیز میں وہ مقابلہ کرتا ہے، اور جو چیز
 اسے معلوم نہیں ہوتی اس کے بارے میں وہ اپنی معلومات کا اظہار کرتا ہے، اور جو چیز اللہ نے
 اسے فطرتاً ہی نہیں پایہ پر نہیں سکھاتا اس کے حصول کی کوشش کرتا ہے، منافق کی شناخت

کی تین صورتیں ہیں، جب وہ تنہا ہوتا ہے تو کسل مند ہوتا ہے، اور جب اس کے یہاں کوئی جانا ہے
 تو نشاط اور چستی کا اظہار کرتا ہے، اور ہر کام میں تعریف کا خواہاں ہوتا ہے، حامد کے پچانے کی
 تین صورتیں ہیں، جن سے وہ حمد کرتا ہے، جب وہ غائب ہوتا ہے تو اس کی غیبت کرتا ہے اور
 جب وہ سامنے موجود ہوتا ہے تو اس کی خوشامد کرتا ہے، اور مصیبت کے وقت گالی گفہ کرتا
 ہے، ہسرت کی تین عادتیں ہوتی ہیں اور اس چیز کو خریدتا ہے جو اس کے لائق اور اس کیلئے
 مفید نہیں ہے کھانا وہ کھاتا ہے جو اس کے لیے نہیں ہے، کپڑے وہ پہنتا ہے جو اس
 کے لیے نہیں ہیں، یعنی ہر کام میں اپنا میاں بلند کرتا ہے، (ص ۱۲۵)

ان اقوال میں انھوں نے مختصر طور سے اخلاق و عمل کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی
 ہے، اللہ تعالیٰ اس کی توفیق دے۔

وفات | ہشام بن عبد الملک کے عہد میں ۱۳۵ھ میں صنعاء میں دفن ہوئے پائی،

اولاد | کتب رجال میں اولاد کی کوئی تصریح نہیں ملتی، لیکن ابن ندیم نے ان کے پر نواسے

عبد المنعم کا ذکر کیا ہے، جنھوں نے تاریخ کی ایک کتاب کتاب المبتدات کے نام سے تصنیف کی

تھی، اس سے معلوم ہوا کہ ان کے ایک صاحبزادے تھے، (ص ۱۳۵)

صحابیات

(۱) حضرت تمیمہ رضی

نام و نسب | تمیمہ نام، باپ کا نام وہب، بنو قریظہ سے نسبی تعلق تھا،

اسلام | اسلام لانے کے متعلق کوئی تصریح نہیں مل سکی،

شادی اور طلاق کا قصہ | شادی حضرت رفاعہؓ (جبکا تذکرہ اوپر آچکا ہے) سے ہوئی تھی، مگر نباہ

نہ ہو سکا، اسی لیے حضرت رفاعہؓ نے طلاق دیدیا، اس کے بعد حضرت عبدالرحمن بن زبیر

سے شادی ہوئی، لیکن بعض وجوہ کی بنا پر عبدالرحمن بن زبیر سے بھی علیحدگی اختیار کرنا چاہی

مگر حلالہ کے لیے مباشرت ضروری تھی اور وہ غالباً ممکن نہ تھی، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

خبر متین آئیں، اور عرض کی کہ علیحدگی کی اجازت مرحمت فرمائی جائے، مگر اجازت نہیں ملی،

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سعادت تک عبدالرحمن بن زبیر کے ساتھ رہیں، حضرت

ابوبکرؓ کے عہد خلافت ہی میں انھوں نے پھر حضرت ابوبکرؓ سے علیحدگی کی اجازت چاہی، لیکن

آپؓ نے بھی اجازت نہیں دی، حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے، تو ان سے بھی اجازت چاہی، حضرت عمرؓ

نے بڑی سختی سے فرمایا کہ اگر اب آؤ گی تو رجم کروں گا،

۱۔ آپ کے نام میں بڑا اختلاف ہے، اس کے علاوہ آپ کے حسب ذیل نام ہیں، سہیمہ، رمیصا، امیمہ، عیضا

مگر زیادہ تر روایتوں میں عائشہ یا تمیمہ آیا ہے، اسد الغابہ ص ۱۸۱ ج ۲ ۱۷۰ اسد الغابہ ایضاً

آپ کی زندگی کا یہی واقعہ تمام اربابِ رجال لکھتے ہیں، اس کے علاوہ اور حالات
نہیں مل سکے،

وفات | وفات کی تصریح نہیں ملی، لیکن اوپر کے واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ عہدِ فاروقی
تک زندہ رہیں،

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ حَتَّىٰ
تَنْكِحَ مِنِّي وَجَا غَيْرَةً

پھر اگر مرد طلاق دیتے عورت کو تو پھر اس کیلئے
حلال نہ رہے گی اسکے بعد یہاں تک کہ وہ اس کے

سوا ایک اور خاندان کیساتھ نکاح کرے،

(بقرہ - ۲۹)

اس آیت کے اسبابِ نزول میں ایک بدب حضرت تمیمہ کا یہ واقعہ نکاح بھی تھا،

(۲) حضرت خالدہ رضی

نام و نسب | خالدہ یا خلدہ نام، باپ کا نام حارث، حضرت عبد اللہ بن سلام کی چچی ہوتی تھیں،

اسلام | حضرت عبد اللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے

منتظر تھے کہ ایک شخص نے آپ کی آمد کا مشرودہ سنایا، میں بے تابی سے اٹھا، میری چچی خالدہ

میرے پاس بیٹھی ہوئی تھیں، میری بیٹا بی دیکھا، انھوں نے کہا کہ موسیٰ بن عمران کا اگر ظہور

ہوتا تو کیا تمہیں اس سے زیادہ خوشی نہ ہوتی، حضرت عبد اللہ بن سلام نے فرمایا، خدا کی قسم

یہ تو نبوت میں موسیٰ کے ساتھی ہیں، دو نون کی بعثت کا مقصد ایک ہے، اس پر ان کی

بیچھی نے تعجب سے کہا کہ کیا یہ وہی نبی تو نہیں ہیں جن کی بعثت ہم سب منتظر تھے، حضرت عبد اللہ

بن سلام نے انہیں اثبات میں جو اسناد دیا، اور وہ ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں آئے، اور اسلام کی دولت سے پہرہ اندوز ہوئے، اور پھر گھر آکر گھر کے سارے افراد

کو جن میں حضرت خالدہؓ بھی شامل تھیں، اس سے بہرہ اندوز کیا،
زندگی کے دوسرے کارنامے اور وفات وغیرہ کے متعلق کوئی تصریح نہیں مل سکی۔

(۳) حضرت ریحانہؓ

نام و نسب | ریحانہ نام، باپ کا نام شمعون یا زید تھا، باختلاف روایت سلسلہ نسب یہ ہے،

ریحانہ بنت شمعون بنت زید، بعض روایتوں میں ریحانہ بنت زید بن عمر بن جناد بن شمعون
بن زید ہے، قبیلہ بنو قریظہ سے تھیں۔

نکاح | پہلے بنو قریظہ کے ایک شخص حکم سے نکاح ہوا تھا، غزوہ بنو قریظہ کے دن دوسرے

یہودیوں کے ساتھ حکم بھی قتل کر دیا گیا، اس روز جو عورتیں اوروں کے ایسے ہو کر آئے تھے،
ان ہی میں حضرت ریحانہ بھی تھیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بڑی احتیاط کے ساتھ ام المذنبت تھیں کے
گھر میں ٹھہرایا۔

اسلام | ان کے فرمایا تھیں اختیار ہے چاہے اسلام قبول کر لو یا اپنے مذہب (یہودیت)

میں میرے خیال میں ریحانہ بنت شمعون ہی آپ کا صحیح سلسلہ نسب ہے، اس لیے کہ ان کے والد کا شمار صحابہ

میں ہے، حافظ ابن عبد البر نے استیجاب میں آپ کے سلسلہ نسب شمعون بن زید لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ حضرت ریحانہ

کے والد تھے، اسی لیے میں سلسلہ میں شمعون کا نام کسی ناموں کے بعد ہے، وہ صحیح نہیں ہے، لے بعض لوگوں

نے لکھا ہے کہ بنو نصیر سے تھیں، لیکن صحیح نہیں ہے، جیسا کہ حضرت شمعون کے حالات میں تفصیل آچکی ہے، حافظ

ابن عبد البر نے شمعون کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ قرظی تھے اور انصار، خزرج کے حلیف تھے، اس لیے

ہو سکتا ہے کہ اسی طرح بنو نصیر سے بھی ان کے عزیزانہ تعلقات رہے ہوں۔ لے ابن سعد

پر قائم رہو، انھوں نے اپنے قدیم دین پر رہنا پسند کیا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے
اسلام نہ لانے کا بڑا رنج ہوا، اور دوبارہ فرمایا، اگر تم اسلام قبول کر لو تو میں تمہیں اپنے پاس
رکھوں گا، لیکن انھوں نے پھر انکار کیا، یہ مزاج اقدس پر اور زیادہ گراں گزرا اور خاموشی
اختیار فرمائی گئی، ایک دن آپ مجلس میں تشریف فرماتے تھے کہ پکا پکا ایک شخص کے پر
کی چاپ سنا لی دی، آپ نے فرط مسرت سے تمام حاضرین سے فرمایا کہ یہ ثعلبہ بن سعید ہیں، جو
دیکھانے کے اسلام کی خوشخبری لیکر آ رہے ہیں،

وہ ساری روایت ہے کہ آپ نے ان سے فرمایا اگر تم اللہ اور رسول (اسلام) کو
اختیار کرتی ہو تو میں تمہیں اپنے لیے خاص کر لوں گا، اس پر حضرت ریحانہ بنت کعبہ نے کہا ہاں میں
اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں،

ہو سکتا ہے کہ ابی ایمن انھوں نے اسلام قبول کرنا اپنی قدیم دینی اور قومی حمیت کے
خلاف سمجھا ہو، اور بعد میں جب اس کی خبر یوں سے واقف ہو گئیں تو قبول کر لیا ہو،
قبول اسلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنی ملک میں رکھا اور بعض روایتوں
کے مطابق آپ نے انھیں آزاد کر کے اپنے حوالہ بخندین کے لیا، اور وہ ازواج مطہرات میں
داخل ہوئیں،

ابن سعد اور حافظ ابن حجر نے انھیں ازواج مطہرات میں اور اکثر اہل سیر اور اہل رجال
نے انھیں سراری میں شمار کیا ہے، لیکن ابن اسحاق کی ایک روایت سے صاف پتہ چلتا ہے کہ

ابن سعد ج ۸ ص ۹۳، ان کے اسلام کے سلسلہ میں پہلی روایت زیادہ صحیح معلوم ہوتی
ہے، اس لیے کہ ثعلبہ بن سعید ذکر میں تمام اہل رجال نے اس روایت کا ذکر کیا ہے،
ابن سعد ایضاً

آپ نے ان سے نکاح کیا نہیں تھا، بلکہ انھیں یہ اختیار بخشا تھا کہ اگر وہ چاہیں تو آپ ان سے نکاح فرمایا اور انھیں ازواج مطہرات میں شامل کر لیں، لیکن انھوں نے فرمایا کہ باپوں

اگر آپ اپنی ملک ہی میں رکھیں تو میرے اور آپ دونوں کے لیے آسانی ہو، چنانچہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنی ملک ہی میں رکھا، (اصابہ ج ۴ ص ۲۰۹)

وفات | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لیجانے سے چند عینے پہلے ہی اس

دار فانی کو چھوڑ کر دار بقا میں پہنچ گئیں،

ترغین | جنتہ البقیع میں سپرد خاک کی گئیں،

حلیہ | خداے تعالیٰ نے حسن صورت اور حسن سیرت دونوں سے نوازا تھا،

قیام گاہ | ابتدا میں ام المنذر کے مکان میں ٹھہرائی گئیں، اس کے بعد غالباً دار قیس بن ہند

مستقل قیام گاہ رہی، اور وہیں وفات پائی،

فضائل | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بڑی محبت تھی، جب وہ کوئی فریاد کرتی

تھیں تو آپ ضرور پوری کرتے تھے، ابن سعد میں ہے کہ ازواج مطہرات کی طرح ان کی بھی

باری کا دن مقرر تھا، اور باپ پر وہ رہتی تھیں،

(۲) حضرت سفانہ

نام و نسب | سفانہ نام، حضرت عدی بن حاتم مشہور صحابی کی بہن تھیں، اور پر آپ پڑھ چکے ہیں کہ

بعض روایتوں میں ہے کہ آپ کی وفات کے چھ عینے پہلے آپ کا انتقال ہوا، بعض روایتوں

میں ہے کہ آپ نے حجۃ الوداع سے واپس آنے کے بعد آپ کی وفات ہوئی، (اصابہ ج ۴ ص ۳۰۹) سفانہ ایضاً

۳ ابن سعد ج ۸ ص ۹۳ ۴ اصابہ ج ۴ ص ۳۰۹ ۵ ابن سعد ج ۸ ص ۹۳

جب اسلامی لشکر قبیلہ طے میں پہنچا تو اس وقت حضرت عدی قبیلہ کے سردار تھے، وہ اپنی اہل و عیال کو لے کر اپنی عیسائی برادری کے پاس شام چلے گئے، لیکن اتفاق سے سفانہ چھوٹ گئیں اور وہ مسلمانوں کے ہاتھ آگئیں، عام قیدیوں کے ساتھ وہ مدینہ لائی گئیں، اور ایک خاص مقام پر رکھی گئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر سے گذر ہوا، تو سفانہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میرے والد کا انتقال ہو چکا ہے، اور ان کے علاوہ جو چھڑانے والا ہے، وہ اس وقت موجود نہیں ہے، مجھ پر احسان کیجئے، خدا آپ پر احسان کرے گا، حضور نے پوچھا چھڑانے والا کون عرض کیا عدی بن حاتم، فرمایا وہی حاتم تو نہیں جس نے خدا اور رسول سے فرار اختیار کر لیا، دوسرے دن پھر آپ کا گذر ہوا، اسیر خاتون نے پھر وہی درخواست کی، اور پھر وہی جواب ملا، تیسری مرتبہ انھوں نے حضرت علیؑ کے مشورہ سے درخواست کی، اس مرتبہ قبول ہو گئی، اور رہا کر دی گئیں، لیکن چونکہ بڑے گھر کی عورت تھیں اس لیے ان کے رتبہ اور اعزاز کے پیش نظر ارشاد ہوا کہ ابھی جانے میں جلدی نہ کرو، جب تمہارے قبیلہ کا کوئی معتبر آدمی مل جائے تو مجھے خبر کرو، چند دنوں کے بعد قبیلہ بلی اور قضاعہ کے کچھ لوگ ملے، سفانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی، آپ نے ان کے شایان شان سواری، لباس اور اخراجات سفر کا انتظام کر کے بحفاظت تمام انکو روانہ کر دیا، یہاں سے یہ براہ راست عدی کے پاس شام پہنچیں، اور ان کو بہت ملامت کی کہ تم سے زیادہ قاطع رحم کون ہوگا، اپنے اہل و عیال کو تولے آئے، اور مجھ کو تنہا چھوڑ دیا، عدی نے مذمت اور شرمساری کے ساتھ اپنی غلطی کا اعتراف کیا، اور چند دنوں کے بعد عدی نے ان سے پوچھا کہ تم ہوشیار اور عاقل ہو، تم نے اس شخص (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کیا رائے قائم کی، انھوں نے کہا میری یہ رائے ہے کہ جس قدر جاہلکن

ان سے ملو، اگر وہ نبی ہیں تو ان سے ملنے میں سبقت کرنا شرف و سعادت ہے اور اگر بادشاہ ہے تو بھی میں کا ایک باعزت فرمان رواں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔
اسلام | اسلام کے بارے میں صاحب اہل کتاب لکھتے ہیں،

وكانت اسلمت واحسن اسلمة
وہ اسلام لائین اور حسن و خوبی سوا سے بنا،

وفات اور زندگی کے اور دوسرے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

(۵) حضرت سیرین

حضرت سیرین اور حضرت ماریہ قبطیہ حقیقی بہنیں تھیں، ان کو مقدس شاہ مصر نے بارگاہ رسالت میں بدلتے بھیجا تھا، حضرت ماریہ تو حرم نبوی میں داخل ہوئیں، اور حضرت سیرین حضرت حسان مشہور صحابی و شاعر کے جلالہ عقد میں آئیں، جن کے بطن سے حضرت عبدالرحمان بن حسان پیدا ہوئے، حضرت سیرین بڑی صاحب بردار تھیں، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ کو حضرت ماریہ کے بطن سے متھے انتقال ہوا تو حضرت ماریہ نے سخت جگر کی جاتی سے بے قابو ہو کر روئے لگیں، حضرت سیرین کو اگرچہ اپنی محبوب بہن کے بچے کے مرنے کا غم کم نہ تھا، لیکن انہوں نے اپنے جذبات پر قابو رکھا، اور حضرت ماریہ کو سمجھاتی رہیں۔

حضرت ماریہ اور حضرت سیرین کے متعلق اگرچہ رجال اور سیر کی عام کتابوں میں اسکی تصریح نہیں ملتی کہ وہ عیسائی تھیں، لیکن بعض قرآن کی بنا پر انہیں اہل کتاب صحابیات کے زمرہ میں لے لیا گیا ہے۔

پہلا قرینہ یہ ہے کہ وہ قبطی تھیں، اور معلوم ہے کہ مصر کے قبطی عموماً عیسائی تھے، چنانچہ روز تالی

حضرت ماریہؓ کے حالات میں قطبی کے لفظ کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے،

نسبة ابي القبط ای نضاری مصر (قطبی مصر کے عیسائی تھے)

دوسرا یہ کہ ان کے ساتھ ان کے ایک بھائی مابور بھی آئے تھے، ارباب سیر و رجال لکھتے ہیں کہ بہنوں نے تو اسلام قبول کر لیا، لیکن یہ اس وقت اپنے قدیم دین پر قائم رہے، اور کچھ دن کے توقف کے بعد مسلمان ہوئے، ہمارا خیال ہے کہ دین سے نصرا نیت ہی کی طرف اشارہ ہوگا، مابور کا ذکر پہلے ہی ہے،

حضرت صفیہؓ

نام و نسب | اصلی نام زینب تھا، لیکن چونکہ وہ جنگ خیبر میں خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

حصہ میں آئی تھیں، اور عرب میں مال غنیمت کے ایسے حصہ کو جو امام یا بادشاہ کے لیے مخصوص ہوتا تھا، صفیہ کہتے تھے، اس لیے وہ بھی صفیہ کے نام سے مشہور ہو گئیں، یہ زرقانی کی روایت ہے،

حضرت صفیہ کو باپ اور ان دونوں کی جانب سے سیادت حاصل تھی، باپ کا نام

تیمی بن اخطاب تھا، جو قبیلہ بنو نضیر کا سردار تھا، اور حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل میں

شمار ہوتا تھا، ان جس کا نام ضر و تھا سہواں رئیس قرظیہ کی بیٹی تھی، اور یہ دونوں خاندان،

(قرظیہ اور نضیر) بنو اسرائیل کے ان تمام قبائل سے ممتاز سمجھے جاتے تھے، جنہوں نے زمانہ دراز

سے عرب کے شمالی حصوں میں سکونت اختیار کر لی تھی،

نکاح | حضرت صفیہؓ کی شادی پہلے سلام بن شکم القرظی سے ہوئی تھی، سلام نے طلاق

دی تو کنانہ بن ابی اہققتی کے نکاح میں آئیں، جو ابورافع تاجر حجاز اور رئیس خیبر کا بھتیجا تھا،

ان کے حالات کی قدر اہنافہ کے ساتھ حرفت بزرگ سیر اللہ بیاضیہ اڈیشن اول مولفہ مولانا سعید

انصاری سابق رفیق دارالمصنفین سے منقول ہیں،

کہا کہ جنگ خیبر میں مقتول ہوا، حضرت صفیہؓ کے باپ اور بھائی بھی کام آئے اور خود بھی گرفتار ہوئے۔

جب خیبر کے تمام قیدی جمع کیے گئے تو وحیہ کلبی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک لونڈی کی درخواست کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتخاب کرنے کی اجازت دی، انھوں نے حضرت صفیہؓ کو منتخب کیا، لیکن ایک صحابی نے آپ کی خدمت میں آکر عرض کی کہ آپ رئیسہ بنو نضیر

و قریظہ کو وحیہ کو دیدیا، وہ تو صرف آپ کے لیے سزاوار ہے، مقصود یہ تھا کہ رئیسہ عرب کیسا عام عورتوں کا سا برتاؤ مناسب نہیں، چنانچہ حضرت وحیہ کو اپنے دوسری لونڈی عنایت

فرمائی، اور صفیہؓ کو آزاد کر کے خود نکاح کر لیا، خیبر سے روانہ ہوئے تو مقام صہبہ میں رجم عروسی ادا کی، اور جو کچھ سامان لوگوں کے پاس تھا، اس کو جمع کر کے دعوت ولیمہ فرمائی، وہاں سے

روانہ ہوئے تو آپ نے ان کو خود اپنے اونٹ پر سوار کر لیا، اور اپنی عیال سے ان پر پردہ کیا، مدینہ پہنچ کر آپ نے حضرت صفیہؓ کو عمارت بن عثمان کے مکان میں اتارا، جب ازواج مطہرات

کو ان کی آمد کی اطلاع ملی تو حضرت عائشہؓ، حضرت زینبؓ، حضرت حفصہؓ وغیرہ انصار کی چند عورتوں کے ساتھ ان کو دیکھنے آئیں، حضرت عائشہؓ جب دیکھ کر واپس ہوئیں تو آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کیف رايتھایا عائشۃ عائشہ تم نے ان کو کیسا پایا، حضرت عائشہؓ نے فرمایا، یہ نہ کہو، وہ تو مسلمان ہو گئی ہیں اور ان کا اسلام بہتر ہے۔

عام حالات | حضرت صفیہؓ کے مشہور واقعات میں حج کا سفر ہے، جو انھوں نے سترہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا،

حضرت عثمانؓ کے ایام محاصرہ میں، جو ۳۵ھ میں ہوا تھا، حضرت صفیہؓ نے ان کی بچہ بردگی تھی، جب حضرت عثمانؓ پر ضروریات زندگی مسدود کر دی گئیں، اور ان کے مکان پر

۱۰ صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب ما یذکر فی الفتنۃ صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ابن سعد ج ۲ ص ۸

پہرہ بٹھا دیا گیا، تو وہ خود خچر پر سوار ہو کر ان کے مکان کی طرف چلے گئے، غلام ساتھ تھا، اشتر کی نظر پر
 تو انھوں نے آکر خچر کو مارنا شروع کیا، حضرت صفیہؓ نے کہا مجھ کو دلیل ہونے کی ضرورت نہیں
 میں واپس جاتی ہوں، تم خچر کو چھوڑ دو، گھر واپس آئیں تو حضرت امام حسن علیہ السلام کو اس
 خدمت پر مامور کیا، وہ ان کے مکان سے حضرت عثمانؓ کے پاس کھانا اور پانی لیجائے گئے، یہ
 وفات | حضرت صفیہؓ نے رمضان ۳۵ھ میں وفات پائی، اور جنتہ البقیع میں دفن ہوئیں،
 اس وقت ان کی عمر ۶۷ سال کی تھی، ایک لاکھ ترہ چھوڑا، اور ایک ٹلٹ کی اپنے ایک بیوی
 بچانچے کے لیے وصیت کر گئیں،
 علیہ | کوتاہ قامت اور حسین تھیں،

فضل و کمال | حضرت صفیہؓ سے چند حدیثیں مروی ہیں، جن کو امام زین العابدین رضی اللہ عنہ
 اسحاق بن عبداللہ بن حارث، مسلم بن صفوان، کنازہ اور زید بن معتب، صہیر بنت جیفر وغیرہ
 نے روایت کیا ہے،

دیگر احوال کی طرح حضرت صفیہؓ بھی اپنے زمانہ میں علم کا مرکز تھیں، چنانچہ حسب
 صہیر بنت جیفر جج کر کے حضرت صفیہؓ کے پاس مدینہ آئیں تو کوفہ کی بہت سی عورتیں
 مسائل دریافت کرنے کی غرض سے بھیجی ہوئی تھیں، صہیرہ کا بھی یہی مقصد تھا، اس لیے انھوں
 نے کوفہ کی عورتوں سے سوال کرائے، ایک فتویٰ نبی کے متعلق تھا، حضرت صفیہؓ نے
 سنا تو بولیں اہل عراق اس مسئلہ کو اکثر نہیں سمجھتے ہیں،

اخلاق | حضرت صفیہؓ میں بہت سے محاسن اخلاق جمع تھے، اسد الغابہ میں ہے۔

۱۵ اصحاب ص ۱۲، بحوالہ ابن سعد ۲۵۲ زرقانی ص ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱

كانت عاقله من عقلاء النساء

وہ نہایت عاقلہ تھیں

زر قانی میں ہے،

كانت صفة عاقله حليمة فاضلة

یعنی صفیہ عاقلہ، فاضلہ اور حلیمہ تھیں،

علم و تحمل ان کے باب فضائل کا نہایت علی عنوان ہے، غزوہ خیبر میں جب وہ اپنی بہن کیساتھ گرفتار ہو کر آ رہی تھیں تو ان کی بہن یہودیوں کی لاشوں کو دیکھ کر چیخ اٹھتی تھی، حضرت صفیہؓ اپنے محبوب شوہر کی لاش سے قریب ہو کر گدڑیں، لیکن اب بھی اسی طرح پکرتی تھیں، اور انکی جبین تحمل پر کسی قسم کی شکن نہیں آئی،

ایک مرتبہ حضرت حفصہؓ نے ان کو یہودیہ کہا، ان کو معلوم ہوا تو رونے لگیں،

حضرت صفیہؓ کے پاس ایک کینز بھی، جو حضرت عمرؓ کے پاس جا کر ان کی شکایت کیا کرتی تھی، چنانچہ ایک دن کہا کہ ان میں یہودیت کا اثر آج تک باقی ہے، وہ یوم السبت کو اچھا سمجھتی ہیں، اور یہودیوں کے ساتھ صلہ رحمی کرتی ہیں، حضرت عمرؓ نے تصدیق کے لیے ایک شخص کو بھیجا، حضرت صفیہؓ نے جواب دیا کہ یوم السبت کو اچھا سمجھنے کی کوئی ضرورت نہیں، اس کے بدلے خدا نے ہم کو جمعہ کا دن عنایت فرمایا ہے، البتہ میں یہود کے ساتھ صلہ رحمی کرتی ہوں،

وہ میرے غمخیز اور اقارب ہیں، اس کے بعد لونڈی کو بلا کر پوچھا کہ تو نے میری شکایت کیا کی تھی؟ بولی ہاں مجھ کو شیطان نے ہکا دیا تھا، حضرت صفیہؓ خاموش ہو گئیں اور اس کو آزاد کر دیا،

حضرت صفیہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت محبت تھی، چنانچہ جب آپ علیل ہوئے تو نہایت حسرت سے بولیں کاش! آپ کی بیماری مجھ کو ہو جاتی، ازواج نے ان کی طرف دیکھنا شروع کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سچ کہہ رہی ہیں، یعنی اس میں تصنع کا شائبہ نہیں ہے،

لے زر قانی ص ۲۹۶ ج ۳ ص ۸ ص ۱۴۶ زر قانی ص ۲۹۶ ج ۳ بحوالہ ابن سعد ص ۱۳ زر قانی ج

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ کسی بات پر کبیدہ خاطر ہو گئے، یہ حضرت عائشہؓ کے پاس آئیں اور ان سے کہا کہ میں آپ کو آج کی اپنی باری، جو میرے نزدیک سب سے محبوب چیز ہے، دیتی ہوں۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کر دین، حضرت عائشہؓ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ نے فرمایا کہ یہ تمہاری باری کا دن نہیں ہے، حضرت عائشہؓ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے، اس کے بعد واقعہ بیان کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر حضرت صفیہؓ سے راضی ہو گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان کے ساتھ نہایت محبت تھی اور ہر موقع پر ان کی دلجوئی فرماتے تھے، ایک بار آپ سفر میں تھے، ازواج مطہرات بھی ساتھ تھیں، حضرت صفیہؓ کا اونٹ سو اتفاق سے بیمار ہو گیا، حضرت زینبؓ کے پاس ضرورت سے زیادہ اونٹ تھے، آپ نے ان سے کہا کہ ایک اونٹ صفیہؓ کو دیدو، انھوں نے کہا میں اس یہودیہ کو اپنا اونٹ دوں؟ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے اس قدر ناراض ہوئے کہ دو مہینے تک ان کے پاس نہ گئے، ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے ان کے قدموں کی نسبت چند جملے کہے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے یہ ایسی بات کہی کہ اگر سمندر میں چھوڑ دیجائے تو آسمان طجائے،^۳ (یعنی سمندر کو بھی گدلا کر سکتی ہے)

ایک بار آپ حضرت صفیہؓ کے پاس تشریف لے گئے، دیکھا کہ رو رہی ہیں، آپ نے اپنے رونے کا سبب پوچھا، انھوں نے کہا کہ عیاشی اور زینبؓ کہتی ہیں کہ ہم تمام ازواج میں افضل ہیں ہم آپ کی زوجہ ہونے کے ساتھ آپ کی چچا زاد بہن بھی ہیں، آپ نے فرمایا تم نے یہ کیوں نہ کہا یا کہ ہارون میرے باپ، موسیٰ میرے چچا، اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے شوہر ہیں، اس لیے تم لوگ کیونکر مجھ سے افضل ہو سکتی ہو؟

۱۔ سندرج ۶ ص ۱۲۵ ۲۔ اصابع ۸ ص ۱۲۶ بحوالہ ابن سعد ۳۔ ابوداؤد ج ۲ ص ۱۹۳ ۴۔ صحیح ترمذی ص ۶۳۹

سفر حج میں حضرت صفیہ کا اونٹ بیٹھ گیا تھا، اور وہ سبک پیچھے رہ گئی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے گذرے تو دیکھا کہ زار و قطار رو رہی ہیں، آپ نے رواہ اور دست مبارک سے ان کے آنسو پونچھے، آنسو پونچھے جاتے تھے، اور وہ بے اختیار روتی جاتی تھیں، آخر کار آپ نے تمام قافلہ کو رک جانے کا حکم دیا،

حضرت صفیہ سیرتہم اور فیاض واقع ہوئی تھیں، چنانچہ جب وہ ام المومنین شکرہ بنتین امین تو حضرت فاطمہ اور ازواج مطہرات کو اپنی سوسے کی بھلیاں تقسیم کیں،

کھانا نہایت عمدہ پکاتی تھیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ٹخنہ بھیجا کرتی تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انھوں نے پیالہ پین جو کھانا بھیجا تھا اس کا ذکر بخاری اور نسائی وغیرہ میں آیا ہے،

حضرت ماریہ قبطیہ

نام و نسب | ماریہ نام ام ابراہیم کنیت قبطیہ انکی قومی نسبت تھی، مصر کے ایک ضلع انضایا نش کا ایک گاون میں انکا آبائی وطن تھا۔

خدمت نبوی میں آمد | ۳۷ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام کے لیے شاہان وقت کو جو خطوط لکھے تھے، ان میں ایک خط مقوقس عزیز مصر کے نام بھی تھا، جس کو حضرت ماریہ قبطیہ ابن بلتہ لیکر مصر گئے تھے، مقوقس نے اسلام قبول نہیں کیا، لیکن حضور کے پیام پر ایمان لایا اور پیرا کی، اور قیمتی ساز و سامان کے علاوہ دو لڑکیاں جن کے ساتھ ان کے بھائی باپور بھی تھے، خدمت نبوی میں لائے، ان لڑکیوں میں ایک تو سیرین تھیں جن کا بھائی ذکر آچکا ہے، دوسری

لے زرقانی ج ۳ ص ۲۹۶ ۳۷۶ ص ۳۷۶ زرقانی ج ۲ ص ۲۹۶ ۲۹۷ ص ۲۹۷ حضرت ماریہ کے نام کی قطعاً نسبت ہی اگرچہ انکی عیسائیت کی دلیل کے لیے کافی تھی، لیکن میں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ صاحب زرقانی کی تشریح اور بعض دوسرے تراجم کی نظر آنکھوں سے اس فرستہ میں داخل کیا ہے، یہ میں نے حالات میں اسکی تشریح آچکی ہے، ج ۱ ص ۳۰۰

یہی حضرت ماریہ خدیجہؓ ہیں،

اسلام | حضرت ماریہؓ سے حضرت جاحظؓ کے ساتھ آئی تھیں، اس لیے وہ ان سے بہت زیادہ مانوس ہو گئی تھیں، حضرت جاحظؓ اس انس سے فائدہ اٹھا کر ان کے سامنے اسلام پیش کیا، حضرت ماریہؓ اور ان کی بہن حضرت سیرینؓ نے تو اسلام قبول کر لیا، لیکن ان کے بھائی بلور اپنے قدیم دین عیسائیت پر قائم رہے،

قیام گاہ | حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ماریہؓ کو پہلے ہمارے پڑوس میں حارثہ بن نعمان کے مکان میں ٹھہرایا گیا، اور ہم لوگ برابر ماریہؓ کے پاس آیا جایا کرتے تھے، لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد و رفت ان کے پاس زیادہ ہونے لگی تو ہم لوگوں نے ان کے پاس آنا جاننا کم کر دیا (کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سکون میں فرق نہ آئے) وہ تنہائی کی وجہ سے گھبرانے لگیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں تمام العالمیہ میں جو اس وقت مشرتہ ام ابراہیم کے نام سے مشہور ہے، منتقل کر دیا،

سہ میں ایسا کا واقعہ پیش آیا جس سے حضرت ماریہؓ کا خاص تعلق ہے، اسکی تفصیل آخر میں آئے گی،

عہد صدیقی و فاروقی | حضرت ماریہؓ کو ازواج مطہرات میں نہیں تھیں، لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ ازواج مطہرات ہی کے ایسا سلوک کرتے تھے، آپ کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے بھی ان کے اعزاز و احترام کو باقی رکھا اور ہمیشہ ان کے نان نفقہ کا خیال کرتے رہے، حضرت عہدِ صحابہ کے بعد حضرت فاروقیؓ نے بھی ان کے ساتھ ہی سلوک فرمایا رکھا،

وفات | حضرت عمرؓ نے کسی زمانہ خلافت میں کرم ۱۶ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا،

۱۶ھ فتح البصری ۶ھ میں ۱۶ھ میں ابن سعد ج ۸ ص ۱۵۶ بعض روایتوں میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ۶ برس بعد انکی وفات ہوئی، اس حساب سے انکی وفات ۱۶ھ میں ہوئی، لیکن دونوں روایتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے، اس لیے کہ ۱۶ھ کے پہلے عہدہ محرم میں انکی

۶ وفات ہوئی ہے اس لیے ۶ برس کی میں غلط نہیں ہے،

تذہین

حضرت عمرؓ کو ان کی وفات کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے خود تمام اہل مدینہ کو جمع کیا اور ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور پینہ کے عام قبرستان بقیع میں سپرد خاک کی گئیں۔

اولاد | امّ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی اولادیں ہوئیں وہ سب حضرت خدیجہؓ کے بطن سے ہوئیں

ان کے بعد صرف حضرت ماریہؓ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ ان کے بطن سے حضرت ابراہیمؑ پیدا ہوئے اور ۱۶-۱۸ زیدہ رہ کر وایغ مفارقت سے گئے، امّ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی وفات کا بچہ عجم ہوا تھا،

علیہ | قدرت نے حسن باطن کے ساتھ ساتھ حسن ظاہر سے بھی نوازا تھا، بال نہایت گھنے اور

خوبصورت تھے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے جتنا رشک ان پر آتا تھا کسی دوسرے پر نہیں،

رقت قلب | نہایت رقیق القلب تھیں، حضرت ابراہیمؑ کا جب انتقال ہوا تو رقت قلب کی وجہ سے ان کو اپنے اور پر قابو نہیں رہا، اور بے اختیار ہو کر رونے لگیں،

فضائل | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ماریہؓ سے بچہ محبت تھی، اور اس وجہ سے ان کے

پاس آپس کی آمد و رفت بہت زیادہ رہتی تھی، گو وہ کثیر بچھین، لیکن ازواج کی طرح انکو بھی اپنے پردہ میں رہنے کا حکم دیا تھا، ان کے فضل کے لیے امّ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک کافی ہو کہ

استوصوا بالقط فان لهم ذمۃً قطیوں کے (مصر کے عیسائی) ساتھ حسن سلوک کرو،

ورحمنا ورحمهم ان امر اسمعیل بن ایسیلے کہ ان سے عہد اور نسب دونوں کا تعلق ہے،

ابراہیم واما ابراہیم بن النبی ان سے نسب کا تعلق تو یہ ہے کہ حضرت اسمعیلؑ کی والدہ

منہمد (ابن سعد ج ۸ ص ۱۵۴) (حضرت ہاجرہ) اور میرے لڑکے ابراہیمؑ دونوں کا تھا

اسی قوم سے ہیں (اور عہد کا تعلق یہ ہے کہ ان سے عہد ہو چکا ہے)

لہذا احباب نے ابن سعد ج ۸ ص ۱۵۴ سے ایضاً ص ۱۵۵ کے عبارات یعنی کیزون کیلئے پردہ کی ضرورت نہیں ہے احباب و ابن سعد

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے

وكانت مارية هذا من الصالحات

اور ماریہ نہایت صالحہ پاکیزہ اور

الخيرات الحسان (البدایة ج ۱)

نیک سیرت تھیں

ایلاہ ۹ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض خانگی اور ازدواجی معاملات کی بنا پر ازدواجی مطہرات سے علیحدگی اختیار کر لی تھی، اسی واقعہ کو ایلاہ کہتے ہیں جن اسباب کی بنا پر آپ نے علیحدگی کا فیصلہ کیا تھا، اس کے بارے میں مفسرین و محدثین میں باہم اختلاف ہے، اور انھوں نے ایک دوسرے سے بہت تغافل اور مخالفت باتیں کہی ہیں،

ان اسباب میں ایک سبب حضرت ماریہ کے واقعہ کو بھی جس کا ذکر آگے آتا ہو قرار دیا گیا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایلاہ کے واقعہ سے حضرت ماریہ کے واقعہ کو کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ وہ صرف حضرت ماریہ اور حضرت حفصہؓ کے معاملہ تھا، وراثتوں میں دونوں واقعے خلط ملط ہو گئے ہیں، جس کی وجہ سے واقعات کی اصل نوعیت سامنے نہیں آنے پاتی، اب ہم اسکی تفصیل کرتے ہیں تاکہ واقعہ کی اصل حقیقت واضح ہو جائے۔

بات یہ تھی کہ ازدواجی مطہرات میں سے ہر ایک کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غایت درجہ تعلق اور محبت تھی، اس وجہ سے ہر ایک آپ کی صحبت کو باعث سعادت سمجھتی تھیں، ان میں سے جن کو بھی تقرب و اختصاص کا موقع ملتا تھا، اس میں کسی کی شرکت کا شائبہ بھی ان کو بہت گراں گذرتا تھا، اور پھر باقتضائے بشریت آپس میں کچھ جذبہ رشک و سابقہ بھی موجود تھا، اس وجہ سے کبھی کبھی آپس میں شکر رنجی بھی ہو جایا کرتی تھی، اور اس مصیبت میں ایک مرتبہ حضرت ماریہ بھی مبتلا ہو گئیں، جس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت حفصہؓ کی باری کا دن تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول ان کے پاس تشریف لے گئے، تو حضرت حفصہؓ موجود نہیں تھیں، اس آئینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ماریہ سے جو حضرت حفصہؓ کے ٹروس ہی میں رہتی تھیں، باتیں کرنے لگے، ننھوڑی دیر کے بعد

حضرت حفصہؓ واپس آئیں تو آپ کے اپنے گھر میں حضرت ماریہؓ سے گفتگو کرتے ہوئے دیکھا، باقتضای
 بشریت ان کو بڑا رنج ہوا، اور حضورؐ سے فرمایا کہ اپنی تمام بیویوں میں آپ صرف میرے ہی ساتھ
 ایسا کرتے ہیں، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ماریہؓ سے کنارہ کشی کا عزم کر لیا، بعض روایتوں میں
 آتا ہے کہ حضرت حفصہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غصہ میں بات کی، اس پر آپ نے حضرت ماریہؓ
 سے علیحدگی کی قسم کھالی جس پر سورہ تحریم کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں،
 لیکن صحیح ہے کہ سورہ تحریم کی یہ ابتدائی آیتیں آپ کی شہد نوشی اور اس کو اپنے
 اوپر حرام کر لینے کی وجہ سے نازل ہوئیں لیکن جیسا کہ بخاری وغیرہ میں تصریح موجود ہے، یہ ہو
 ہے کہ ایلا کا واقعہ بھی اسی زمانہ میں پیش آیا ہو، جس زمانہ میں آپ نے حضرت ماریہؓ سے کنارہ کشی کر لی تھی،
 اور دونوں واقعے نزول آیات کا سبب بنے ہوں، جیسا کہ حافظ ابن حجر نے تمام روایتوں
 کے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے،

ان تكون الاية نزلت في

هو سكتا ہے کہ آیت کے نزول کا سبب

دونوں واقعے ہوں،

سببیں

یہ حال حضرت ماریہؓ سے علیحدگی اور ایلا کے واقعہ میں ان کا کوئی تعلق نہیں ہے،

علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے سیرت میں حضرت ماریہؓ کے واقعہ کے سلسلہ میں چٹنی روایتیں

ہیں ان سب پر حرج کی ہے، اور لکھا ہے کہ یہ واقعہ سرے سے صحیح ہی نہیں ہے، لیکن جانتے

میری تحقیق کا تعلق ہے اس کے لحاظ سے یہ صحیح ہے کہ آیت کے نزول کا سبب حضرت ماریہؓ

کا واقعہ نہیں ہے، لیکن نفس واقعہ کے عدم وقوع و عدم محنت کا ثبوت نہیں ملتا، انہوں نے

اس سلسلہ میں دو تین باتیں کی ہیں، ایک تو یہ کہ یہ روایت صحیح مستم میں نہیں ہے، اور دوسرے

فتح الباری ج ۸ ص ۵۰۳

یہ کہ امام نووی نے اس کی صحت پر کلام کیا ہے، تیسری یہ کہ یورپ کے اکثر مورخوں نے
اسی قسم کی روایتوں کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق پر حرف گویان کی ہیں،

(۱) صحاح کی پانچ کتابوں میں تو یہ روایت یقیناً نہیں ہے، لیکن نسائی باب المغیرۃ میں حضرت

انس سے یہ روایت موجود ہے، اگرچہ اس میں بھی حضرت ماریہ کا نام نہیں ہے، لیکن روایت

کے سیاق و سباق اور دوسرے قرآن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت ماریہ ہی کے واقعہ کی طرف

اشارہ ہے، اس روایت میں چار راوی ہیں، اور ان میں سے کسی کی بھی وثاقت اور عدالت

پر کلام نہیں کیا گیا ہے،

بالکل یہی روایت حاکم نے بھی اپنی مستدرک میں نقل کی ہے، اس روایت کے اوپر کے

دو راوی حضرت انس اور ثابت البنانی ہیں، لیکن اس کے بعد کے چار راوی دوسرے ہیں

حاکم نے اس روایت کے متعلق لکھا ہے

هنا حديث صحيح على شرط
یو حدیث صحیح ہے اور مسلم کی شرط پر پوری

مسلم (ص ۲۹۳ ج ۲) اترتی ہے،

حافظ وہی نے مستدرک کی تلخیص میں اس روایت پر کوئی جوہر نہیں کیا ہے، جو اس

بات کا ثبوت ہے کہ روایت میں کوئی سقم نہیں ہے،

نسائی اور مستدرک میں ماریہ کے حضرت حفصہ کے گھر میں موجود ہونے کا کوئی ذکر نہیں ہے،

اس کے علاوہ طبرانی اور ہزار نے بھی اس روایت کی تخریج کی ہے، بڑا کی روایت کے

متعلق حافظ نور الدین عثمی نے مجمع الزوائد میں لکھا ہے کہ

سے ابراہیم اور ان کے والد یونس، حماد بن سلمہ، ثابت بن اسلم البنانی، تہذیب میں ان سب کا ذکر

موجود ہے ائمہ رجال نے ان میں سے کسی کو مجروح یا غیر ثقہ قرار نہیں دیا ہے،

رجال البزاز رجال الصحيح

بزار کے تمام روایت صحیح حدیث کے رواۃ ہیں

غیر بیشہ بن آدم کا اصغر و موثقتہ

بہر بشر بن آدم کے، لیکن ان کے ثقہ ہونے

میں کوئی کلام نہیں ہے،

(ج ۲ ص ۱۲۶)

حافظ ابن حجر نے اس روایت کے بعض اور طرق ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ہذا طرف

یقوی بعضہا بعضاً، یہ روایت بہت سے طریقوں سے مروی ہے، اور ان میں ایک روایت

دوسری روایت کو قوی کرتی ہے، (یعنی غیر صحیح نہیں ہے)

امام نووی نے یقیناً لکھا ہے،

ولمقات قصة ماریة من

ماریہ کا قصہ صحیح طریق سے ثابت نہیں

طریق صحیح

ہے،

لیکن اس کے ساتھ حافظ ابن کثیر، حافظ ابن حجر، ابوبکر بیہقی، امام ذہبی اس کی صحت

کے قائل ہیں، حدیث کے بارے میں امام نووی کی رائے یقیناً بہت وقیح ہے، لیکن ان

کے مقابلہ میں دوسرے بزرگوں کی رائے کو بھی آسانی سے رد نہیں کیا جاسکتا،

حافظ ابن کثیر نے آیت کے سبب نزول کے بارے میں تو یہ ضرور لکھا ہے کہ

ان ذلک فی تخویر الاصل

آیت کے نزول کا سبب آپ کا شہد کو حرام کر لینا تھا،

لیکن حضرت ماریہؓ کے نفس واقعہ سے انھوں نے انکار نہیں کیا ہے،

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱) ایلاء کا مشہور واقعہ جس میں اپنے ازواج مطہرات سے کنارہ کشی اختیار کرنی تھی

اور حضرت ماریہؓ کا واقعہ دونوں الگ الگ ہیں، حضرت ماریہؓ کے قصہ کا تعلق حضرت حفصہؓ یا

بعض روایتوں کے مطابق حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہؓ دونوں سے تھا،

(۲) سورہ تحریمہ ابتدائی آیتوں کے نزول کا اہل سبب آپ کی شہد نوشی اور اس کی تحریم ہے، لیکن یہ ممکن ہے کہ اسی زمانہ میں حضرت ماریہ کا واقعہ بھی پیش آیا ہو، اور بعضوں نے اس کو ان آیات کا سبب نزول سمجھ لیا ہو،

(۳) حضرت ماریہ سے آپ کی کنارہ کشی کا واقعہ صحیح روایتوں سے ثابت ہے، یہ ضرور ہے کہ صحیح روایات میں لغو واقعات کا ثبوت نہیں ہے، چنانچہ تسائی اور مستدرک کی روایات اس سے خالی ہیں،

(۴) اگر امام نووی نے اس روایت کی صحت پر کلام کیا ہے تو دوسرے ائمہ حدیث نے اس کی صحت کو تسلیم کیا ہے،

(۵) اس قسم کی روایات پر یورپین مورخین کو اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حرف گیری کا موقع ملتا ہے تو اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بلندی و نزاہت اخلاق پر جسکا سارا زمانہ گواہ ہے، کمان حرف آسکتا ہے، قرآن کی صحت پر کس کو کلام ہو لیکن کیا وہ ان کی خرد گیری کی زد سے بچ گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کی تعریف آپ کے زمانہ کے دشمنوں نے کی ہے، لیکن یورپ کو آپ میں (نعوذ باللہ) کوئی نیکی نظر ہی نہیں آتی، آپ کے معیار اخلاق پر حرف گیری کیلئے تو اس قسم کی روایات تو الگ رہیں، جنکا بیشتر حصہ موضوع جعلی، ناقابل اعتبار ہے، خود تعدد ازدواج اور کنیزوں سے ارتفاع جنسی جیسے مسلم و محقق مسائل تک کو لے لیا گیا ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیب است ان کے مقابلہ میں سکوت ہی اولیٰ تر ہے،

بہر حال کسی روایت کو اس نقطہ نظر سے نہیں دیکھنا چاہیے کہ اس سے غیروں کو اعتراض کا موقع ملتا ہے، پھر اگر اس واقعہ کو معاشرتی اور ازدواجی نقطہ نظر سے دیکھا جائے اور پیش نظر رکھا جائے کہ آپ کی صحبت میں متعدد ازدواج کھینچا جا رہا تھا، تو اس میں کوئی قابل اعتراض

بات نظر نہیں آئی، صورت واقعہ کو ایک بار پھر اپنے سامنے لائے تو اس کی صحیح نوعیت سامنے آجائے گی،

(۶) جس دن یہ واقعہ پیش آیا، اس دن حضرت حفصہؓ کی باری کا دن تھا، لیکن اس دن وہ گھر میں موجود نہیں تھیں، بعض روایتوں میں ہے کہ وہ اپنے والد حضرت عمرؓ سے ملنے گئی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول ان کے یہاں تشریف لے گئے، تو مکان خالی پایا، حضرت ماریہؓ جیسا کہ اوپر حضرت عائشہؓ کا بیان گذر چکا ہے، حضرت حفصہؓ کے پڑوس ہی میں تھیں، قیاس ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر یا اسی طرح کسی ضرورت سے حضرت حفصہؓ کے مکان پر آئی ہوں گی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے گفتگو فرمانے لگے ہونگے، اس آنا پر حضرت حفصہؓ آگئیں، انھوں نے آنحضرتؐ کو حضرت ماریہؓ کے ساتھ تہاؤ دیکھ کر تقاضا صنف بطیف ماریہؓ کا اظہار کیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی خاطر کچھ وزن کیلئے حضرت ماریہؓ سے کنارہ کشی اختیار کر لی، تو اس میں کوئی بات عقلی یا اخلاقی معیار سے گری ہوئی ہے، یا اس میں ازواجی نقطہ نظر سے کوئی استبعاد نظر آتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی والدہ

امام بخاریؒ نے ادب المفرد میں ایک باب میں عرض کیا کہ علی اور النضر بنیہ - بائدھا ہے، جسکے تحت حضرت ابوہریرہؓ کی والدہ کے قبول اسلام کا ذکر کیا ہے، پورا واقعہ یہ ہے، ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں،

سبعت اباہریرہ یقول ما سمع	میں نے ابوہریرہ سے یہ واقعہ سنا وہ فرماتے تھے کہ
بی احدایہودیوں کا نصرانی اکا	جس یہودی یا نصرانی نے یہ بات سنی کہ میں اپنی والدہ کو
احبئی ان اٹھی گذشتہ ارسینا تھا	حلقہ اسلام میں لے آنا چاہتا ہوں مگر وہ انکار کرتی ہیں

علی اکاسلام مفتاحی

(اور میں برابر ان کی خدمت کرتا رہتا ہوں اور کچھ نہیں کہتا)

تو اس نے میرے اس طرز عمل کو پسند کیا،

صحیح مسلم اور مسند میں بھی ان کے اسلام کا ذکر موجود ہے، مگر اس میں ان کے نصرانی ہونے اور اس واقعہ کے ابتدائی ٹکڑے کا کوئی ذکر نہیں ہے، ارباب رجال نے بھی "ام ابی ہریرہ" کے عنوان سے حضرت ابو ہریرہؓ کی والدہ کا تذکرہ کیا ہے، لیکن ان میں سے کسی نے بھی ان کے نصرانی ہونے کی طرف اشارہ نہیں کیا ہے، مگر امام بخاری نے ان کے نصرانی ہونے کی تصریح کر دی ہے، اس لیے ان کا ذکر اس کتاب میں کیا گیا ہے،

حضرت ابو ہریرہؓ کا نسبی تعلق قبیلہ دوس سے تھا، جو یمن کا ایک ممتاز قبیلہ تھا، اور معلوم ہے کہ یمن کے متعدد ممتاز قبائل نے نصرانیت قبول کر لی تھی، ایسے یمن ہر کہ دوس میں بھی کچھ لوگوں نے نصرانیت اختیار کر لی ہو، جن میں یہ خاتون بھی شامل ہوں، جیسا کہ اس واقعہ کے ابتدائی ٹکڑے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس پڑوس میں کچھ یہودی و نصرانی آباد تھے، واللہ

بعض صحابہ کرام

مباحثات

تماضر

نام و نسب | تماضر نام تھا، حضرت امینؓ کی جد و نیاہندل کے نگران اور مذہباً عیسائی تھے، صابری نے
 یمن، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کو تماضر کے قبیلہ میں تبلیغ اسلام کیلئے بھیجا تھا، اس
 قبیلہ میں پہلے تماضر کے والد امینؓ مشرف بہ اسلام ہوئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ سے انھوں نے
 لے ان کا تذکرہ اوپر آچکا ہے،

حضرت عبدالرحمنؓ سے تماشہ کا نکاح کر دیا حضرت عبدالرحمنؓ کچھ دن دو متہ الجذلی ہی میں رہی پھر وہاں
اپنی بیوی تماشہ کے ساتھ دینہ چلے آئے،

تماشہ کے عقد نکاح میں آخر وقت تک رہیں لیکن مرض الموت میں میان بیوی میں کچھ شکر رنجی ہو گئی۔
وہ سے حضرت عبدالرحمنؓ نے انھیں اپنے جلالہ عقد سے آزاد کر دیا، انکی وفات کے بعد انھوں نے حضرت زبیرؓ سے
شادی کر لی لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد ان سے بھی عداوت ہو گئی،

عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں تو کہیں انکا تذکرہ نہیں ملتا لیکن حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں اس حیثیت
انکا تذکرہ ملتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے انھیں حضرت عبدالرحمنؓ کے ترکہ سے حصہ دیا تھا،
وفات کی تصریح نہیں ملتی لیکن یہ معلوم ہے کہ حضرت معاویہؓ کے عہد تک زندہ رہیں،
حضرت عبدالرحمنؓ کے طلب سے ان کے ایک صاحبزادے ابوسلمہ تھے،

ام محمد القرظی

اہل رجال نے صحابیات یا تابعات کے ذکر میں انکا نام نہیں لیا ہے، لیکن اصحابہ اوصیاء الصلوٰۃ کے
بعض تراویح سے قیاس ہوتا ہے کہ وہ صحابیات میں ہو گئی لیکن انکا صحابیات میں ہونا مشتبہ تھا، اس لیے ان کا
تذکرہ آخر میں کیا جاتا ہے،

حضرت کعبہؓ کے حالات زندگی اور نیز ایک ضعیف روایت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ یہود کے قبیلہ نضیر سے تھیں، وہ یہ
یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ دو کاہنوں میں سے ایک بڑا عالم پیدا ہوگا، تو بڑے عالم سے مراد محمد بن کعب
تو کاہنوں سے مراد بنو قریظہ اور بنو نضیر ہیں، محمد بن کعب کے والد بنو قریظہ سے تھے، اور انکی والدہ ام محمد بنو نضیر سے
بہر حال اس روایت کی بنا پر انکا نام اس فہرست میں داخل کر لیا گیا ہے، زندگی کے احوالات معلوم نہیں

سَبَّانَا قَبْلَ هَذَا إِنَّكَ نَبِيُّ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ

ضمیمہ

مقدمہ سے متعلق بعض چیزوں کے تلاش و تفحص کے سلسلہ میں، کتابوں میں چند اور اہل کتاب
 رگون کے ناموں پر نظر پڑی، جو عبد نبوی بن اسلام لائے تھے، مگر چونکہ اس وقت تک کتاب
 پبلیشنگ کی تھی، اس لیے ان کا تذکرہ بطور ضمیمہ آخر میں شامل کتاب کیا جاتا ہے۔

وہ بن عمر و حاکم معان | فرودہ معان اور اس کے قریب و جوار کے علاقہ میں قیصر روم کے عامل تھی،
 ان کے پاس براہ راست اگرچہ اسلام کی دعوت نہیں بھیجی گئی، مگر ان کو حیب کسی ذریعہ سے بعثت نبوی
 اور دعوتِ حق کا علم ہوا تو بغیر کسی پس و پیش کے اس کو لبیک کہا اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے
 اس کے بعد اپنے خاص قاصد مسعود بن سعید کے ذریعہ بارگاہ رسالت میں اپنے اسلام کی
 اطلاع دی، اور متعدد سواریان، عمدہ چادریں اور قیمتی قبائیس خدمتِ قدس میں شرف پہنچیں،
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قبول کیا اور قاصد کو اپنی طرف سے کچھ تحائف دیکر
 نصرت فرمایا،

فرودہ کے اسلام لانے کا معان اور اس کے ملحقہ علاقوں میں جہان کے وہ حاکم تھے
 بار و عمل ہوا، اس کا ذکر کتابوں میں نہیں ملتا، مگر ظاہر ہے کہ ایک حاکم کی حیثیت سے
 ان کے اسلام کا کافی جھجکا ہوا ہوگا، بہت سے خواص اور عوام نے ان کے اثر سے اُٹھے
 اور کیا ہوگا، اور کتنوں کے عقائد و ایمانیات میں تزلزل آگیا ہوگا، جس کو قیصر روم
 و اثرت نہیں کر سکتا تھا، چنانچہ جو نبی اس کو ان چیزوں کی اطلاع ہوئی، اس نے فرودہ
 و صہ کے سے دربار میں طلب کیا، پہنچے ہی ان کو جس دوام کی سزا کا جبراً حکم سنا دیا گیا،

جسے انھوں نے نہایت خندہ پیشانی سے قبول کیا، اور اسی قید کی حالت میں جان جان کے سپرد کر دی، قیصر کو اس پر بھی تسکین نہیں ہوئی تو اس نے لاش شائع عام پر لٹکوا دی اس کی تصریح نہیں ملتی کہ وہ نصرانی تھے، مگر وہ قبیلہ جذام سے تعلق رکھتے تھے، جو معان کے قریب آباد تھا، اور اس کے متعلق اوپر اچکا ہے کہ وہ نصرانی ہو گیا تھا، اس بنا پر وہ بھی نصرانی رہے ہوں گے، دوسرے معان چونکہ بومی و بکری دونوں حیثیتوں سے بڑا اہم مقام تھا اس لیے قیصر کا ایسی جگہ پر کسی غیر نصرانی کو عامل مقرر کرنا کسی طرح قرین قیاس نہیں ہو سکتا،

ذوالکلاع اور ذوعمرہ | یہ دونوں بزرگ حمیری خاندان کے ممتاز لوگوں میں سے تھے جن کے ہاتھ میں حکومت تو نہیں تھی، مگر اس کا اثر ان میں باقی تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر بن عبد اللہ بھلی کو اسلام کا پیغام دیا، ان کے پاس بھیجا، ایک دن حضرت جریر ان کو احادیث نبوی سنارہے تھے کہ ذوعمرہ نے کہا تم جن کی حدیثیں سنارہے ہو ان کا تو انتقال ہو گیا، جریر یہ اندوہ ناک خبر سنتے ہی وہاں سے روانہ ہو گئے، راستہ میں کچھ سوار ملے جن سے اس کی تصدیق ہو گئی، حضرت جریر وہاں سے پھر واپس لوٹ آئے، اور ان دونوں آدمیوں نے انکے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، ذوالکلاع کے متعلق ذکر ہے کہ وہ ایک بار حضرت فاروق کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے ان کو شام کی ہم پر بھیجا،

محمد بن عبد بن ذوعمرہ کے متعلق لکھا ہے کہ یہودی تھے، لیکن ذوالکلاع کے مذہب و عقیدہ کے متعلق کوئی تصریح نہیں کی ہے، مگر حمیری خاندان سے ان کا تعلق ان کی یہودیت

سے ہم نے ابن سعد کے بیان کو ترجیح دی ہے، زرقانی وغیرہ میں ہے کہ ان کو سولی دیکر شہید کر دیا گیا، ابن سعد ج ۲ ص ۴۸، زرقانی ج ۳ ص ۵۲

کے ثبوت کے لیے کافی ہے،

عنان | عہد نبوی میں غسانیوں کے کسی فرد کے اسلام قبول کرنے کا تذکرہ عام طور سے کوئی جہاں میں نہیں ملتا، مگر زرقانی اور ابن سعد نے نام کی تصریح کیے بغیر لکھا ہے کہ تین نیک فطرت غسانی (غالباً سہ میں) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت (قدس میں آئے اور کھڑے ہو کر آپ کو تعلیم لائے ہیں وہ جی ہے، مشرف باسلام ہو گئے، جب واپس جانے لگے تو حضور نبوی میں عرض کیا کہ جس دین کو تم نے قبول کیا ہے، اس کو ہم اپنی قوم کے پاس لیے جا رہے ہیں، معلوم نہیں وہ قبول کرے گی یا نہیں، پھر انھوں نے اپنی قوم کی ذمہ داری اور اخلاقی حالت کا ان لفظوں میں نقشہ کھینچا:

وہم یحبون بقاء ملکہم و انکا حال یہ ہو کہ اپنے ملک کی بقاء اور قیصر کے تقرب

قرب قیصر کو ہر چیز سے زیادہ محبوب رکھتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت فرمایا، وطن پہنچے تو اپنی قوم کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی، مگر اس کے دل و دماغ پر مادیت کے اتنے توبرے تو پردے پڑے تھے کہ نور حق سے وہ اپنے دل و دماغ کو روشن نہ کر سکی، اور اسلام کی رحمت عام سے محروم رہ گئی،

غسانیوں نے ان داعیان حق کے ساتھ اگر کچھ برا سلوک بھی کیا ہو تو کوئی تعجب نہیں ہے، اس لیے کہ وہ رومیوں کے زیر اثر تھے، اور رومی اپنے مقبوضات میں اسلام قبول کرنے والوں کے ساتھ بہت برا سلوک کرتے تھے، ذوق بن عمر و کا واقعہ اور پرگزر چکا ہے، ان ہی بدسلوکیوں اور مظالم کے ڈر سے ان حضرات نے اپنے اسلام کو چھپانا مناسب سمجھا اور دعوت ترک دی، ان میں سے دو بزرگ اسی غزیت و اجنبیت کی حالت میں جان بحق ہو گئے، اور ایک صاحب

عہد فاروقی تک زندہ رہے، اور جنگ یرموک کے دن حضرت ابو عبیدہؓ سپہ سالار لشکر اسلام کی خدمت میں آئے، اور اپنے اسلام کی آپ کو اطلاع دی، حضرت ابو عبیدہؓ نے ان کا بڑا اعزاز و اکرام کیا، اور یہ سلوک ان کے ساتھ آخر تک قائم رکھا۔

بنو تغلبہ | بنو تغلبہ کے چند افراد کا ذکر کتاب میں موجود ہے، منذ احمد اور طبقات ابن سعد میں حرب بن ہلال کی روایت سے یہ قحطی و درج ہو کہ ایک تغلبی بزرگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں آئے، آپ نے انھیں شرائع اسلام سکھائے، اس کے بعد انھوں نے اسلام قبول کرنے والوں پر حزیہ لگانے کے متعلق دریافت کیا، آپ نے فرمایا کہ حزیہ یہود و نصاریٰ پر عائد ہوتا ہے، ان میں سے مسلمان ہوجانے والوں پر نہیں۔

ان بزرگ کے مذہب کے متعلق کوئی تصریح نہیں مل سکی، مگر بنو تغلبہ کے متعلق اچھا ہے کہ یہ قبیلہ نصرانی تھا،

دوسرے یہ کہ اسلام لانے کے بعد انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے اہل وطن موہنین اہل کتاب پر حزیہ لگانے کے متعلق استفسار کیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سمجھتے تھے کہ جو اہل کتاب اسلام قبول کر لیں، ان پر بھی حزیہ لگتا ہے، مگر آپ نے اسکی نفی فرمادی،

لہذا زرقانی ص ۳۴، ابن سعد ج ۱ ص ۴۲

۳۵ ابن سعد ج ۲ ص ۳۹، منذ احمد ج ۵ ص ۱۰

جملہ حقوق محفوظ

وَإِن مِّنْ آيَةٍ إِلَّا لِنَا بِهَا كِتَابٌ يُّبَيِّنُ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۗ وَمَا أَنزَلْنَا الْقُرْآنَ بِاللُّغَةِ الْعَرَبِيَّةِ

سلسلہ دارالامین

(نمبر ۷۷)

115

ایک کتاب صحیحہ اور بعینہ

جس میں

ترانوہی ایسے صحابہ، صحابیہائے ہماہورین اور تاجدارانہ کے سوانح اور کارنامے درج ہیں، جو مذہباً یہودی یا نصرانی تھے، اور مشرف باسلام ہوئے۔ شروع میں ایک مقدمہ ہے، جس میں جزیرہ عرب میں یہود و نصاریٰ کی قدیم تاریخ، ان کے تمدنی و سیاسی اثرات اور انکی دینی و اخلاقی حالت کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

مترجم

مولوی حافظ محمد حسین صاحب دارالامین

باہتمام مولانا سعید علی ندوی

میں نے اس کتاب کو دیکھا ہے اور اس کی ساری باتیں سنی ہیں

۱۹۵۱ء